وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین

سلسلہ مواعظ ۱

جواہر علمیہ

(المعروف بہ "ضرب کلیم")

(جلد اول)

از

افادات

حضرت مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ العالی

(استاذ الحدیث والافتاء دار العلوم اشرفیہ، راندیر)

ناشر

مکتبہ عزیزیہ ، آئی پی ۱۱ اشرفیہ ، راندیر ، سورت ، گجرات (انڈیا)

تفصیلات کتاب ھٰذا

نام کتاب.........ضرب تکبیر (جلد اول)

مؤلف.........حضرت مولانا مفتی حکیم صاحب اوباری

تعداد.........۱۰۰۰ (ایک ہزار)

طباعت.........دوسرا ایڈیشن

کمپوزنگ.........اقصیٰ آرٹ

ٹائٹل ڈیزائننگ....ھدایت آرٹ ہنگرام پورا (مولانا ضیاء الرحیم رحمتی)

ناشر.........مکتبہ عزیزیہ آٹی پورا اسٹریٹ راندیر سورت

☆ملنے کے پتے☆

مکتبہ عزیزیہ (آٹی پورا اسٹریٹ راندیر سورت) 09824757091

مدرسہ فیض ربانی (راندیر، سورت) 9825267335

مولوی عبدالحمید ... (... پورا ... اسٹریٹ ...) 09714168841

مفتی عبدالرحیم ... (... ...) G.J.9015350150

(مہاراشٹر) M.H.9660172337

انتساب

اپنی اس حقیری کاوش کو سرکار دو عالم ﷺ نیز حضرات صحابہ مہاجرین وانصارؓ کی طرف منسوب کرتا ہوں جن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ودین کی دولت سے نوازا۔

نیز اپنے مشائخ واساتذہ کے نام خصوصاً سیدی ومولائی مرشد اول حضرت فقیہ الامت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ، سیدی ومولائی شیخ المشائخ حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (سابق شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر)، حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیریؒ (سابق مہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر)، محبوبی ومخدومی حضرت اقدس مفتی سید عبد الرحیم لاجپوریؒ وحضرت مفتی عبد الغنی کاویؒ وحضرت مولانا حکیم ابو الشفاء صاحب بلیاویؒ (اساتذہ حدیث دار العلوم اشرفیہ)

نیز والدین ماجدین کے نام جن کی بے پناہ شفقتوں، دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے دینی خدمت کے لئے قبول فرمایا۔

❀ ❀ ❀

انتباہ

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ خلیفۂ اجل حضرت حکیم الامتؒ کے منظوم کلام کو احقر طالب علمی کے زمانے میں بھی پڑھتا تھا جس کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، اس لئے کہ اس میں کلمات ذکر بھی ہیں اور مناجات بھی۔ اس لئے بہت سی مرتبہ کسی دینی مجلس کے موقعہ پر بھی اس کو پڑھا گیا۔ خصوصاً خانقاہ محمودیہ جامعہ ڈابھیل میں ہر عشرہ میں ختم قرآن کے بعد اور انتیسویں کو اخیری ختم کے موقعہ پر مرشدی حضرت مفتی احمد خانپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ بڑے اہتمام سے حکم فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے اشعار پڑھ کر دلوں کو گرمادو۔

اس لئے ہر ایک دو بیان کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کے منظوم کلام (۱) در تضمین ذکر نفی واثبات (۲) در تضمین ذکر مجرد واثبات (۳) در تضمین ذکر دوضربی (۴) در تضمین ذکر یک ضربی اسم ذات، آپ کے رسالہ "نفیر غیب" سے لے کر تحریر کئے گئے ہیں تا کہ ناظرین محظوظ ہوں۔

(مؤلف۔ محمد کلیم لوہاروی)

اجمالی فہرست

تفصیلی فہرست

تقریظ وکلمات تبرک

از حضرت الاستاذ مولانا مفتی یعقوب اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(خلیفہ ومجاز حضرت محی السنہ شاہ ابرار الحق ہردوئی و مہتمم دار العلوم اشرفیہ راندیر
وشیخ الحدیث مدرسہ صوفی باغ، سورت)

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم وباروی ۱۹۸۰ء میں بچپن کی عمر میں دار العلوم اشرفیہ میں پڑھنے کے لئے آئے خوب محنت سے پڑھے اور ماشاء اللہ ہر درجے میں اچھے نمبرات سے کامیاب ہوکر فارغ ہوئے۔ پھر دار العلوم ڈابھیل سے افتاء کرکے یہاں دار العلوم اشرفیہ میں پہلے ابتدائی اور متوسط کتابیں بڑی محنت سے پڑھائیں۔ اب حیا کی اور احادیث کی کتابیں بھی۔ ماشاء اللہ بحسن وخوبی پڑھا رہے ہیں۔ اور جب سے پڑھانے لگے ہیں فتویٰ نویسی میں بھی مشغول ہیں مختلف ابواب کے اردو، گجراتی میں بڑے چھوٹے کافی فتاویٰ لکھ چکے ہیں اور ابھی بھی لکھ رہے ہیں۔ طلبہ میں بھی ان کے لئے بڑی محبت اور چاہت ہے۔

درس وتدریسی مشغلہ کے ساتھ قرب وجوار کی مساجد ومدارس میں اور دور دراز کے اسفار میں بھی بسلسلہ وعظ وارشاد واصلاح امت کے اہم کام میں لگے ہوئے ہیں۔

دراصل وعظ وارشاد کا یہ سلسلہ قدیم سے ہے۔ ہمارے بزرگوں سے چلا آرہا ہے ہمارے بزرگوں نے تو اس سے بڑے اہم اہم کام لئے ہیں۔ ہماری گجراتی میں جو مولوی وعظ کہتا ہو اس کو کہتے ہیں کہ આ મોલ્વી ગુણો છે (یہ مولوی لگتا ہے)

اور ان مواعظ کا سلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہے۔ اس دور میں اس طرح کے مواعظ کی

اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہوگیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک شاندار کڑی عزیزم مولوی مفتی محمد کلیم لوہاروی کے مواعظ ہیں جو "ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہورہے ہیں۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان مواعظ کو عزیزم کے لئے تمام قارئین وساری امت کے لئے نافع بنائے اور عزیزم اور اسکی ترتیب میں مدد کرنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات بنائے ۔آمین۔ فقط والسلام

خاکپائے بزرگاں

یعقوب اشرف راندیری

(خادم اشرفیہ راندیر سورت۔۵)

۲رشعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

۵رجولائی ۲۰۱۱ء بروز منگل

تقریظ

مشفق و محسن حضرت الاستاذ مفتی اسماعیل صاحب کچھولوی دامت برکاتہم العالیہ
(خلیفہ و مجاز حضرت شیخ زکریاؒ و شیخ الحدیث و صدر مفتی جامعہ حسینیہ راندیر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہ الکریم، أمّا بعد!

حضور اقدس ﷺ کی تشریف بری کے بعد اب قیامت تک دوسرا کوئی رسول اور نبی آنے والا نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ خاتم النبیین ہیں، اس لئے اب حضور اقدس ﷺ کا کام العلماء ورثۃ الأنبیاء کے تحت علماء ربانیین کے ذمے ہے اور علماء یہ کام اپنی حیثیت کے مطابق کر رہے ہیں۔

دین کی نشر و اشاعت، تعلیم، تبلیغ، تحریر، تصنیف اور تقریر سے بھی ہو رہی ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ یہ کام لینا چاہتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خصوصی ملکہ بھی عطا فرماتے ہیں۔ ہمارے مفتی کلیم صاحب بھی میرے خیال سے انہیں خوش نصیبوں میں ہیں کہ تدریس اور تقریر کی دونوں میدان کو فتح کرتے جا رہے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچا کر کامل اخلاص کے ساتھ خوب ترقی کی سعادت نصیب فرمائے اور ان کے فیض سے لوگوں کو خوب مستفیض فرمائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

فقط والسلام

العبد اسماعیل کچھولوی غفرلہ

۲۸ ج ۲، ۱۴۳۲ھ

تقریظ وکلماتِ دعائیہ

از شیخ زادۂ محترم مخدومی واستاذی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری مدظلہم العالی

(شیخ الحدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر)

اللہ اللہ اللہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً، وبعد!

مشائخ وبزرگانِ دین کے مواعظ کا مجموعہ اصلاحِ امت کی ایک قوی کڑی ہے۔ اس کی برکت سے نہ معلوم کتنے ہی لوگوں کی دل کی دنیا بدلی اور کتنوں کو ہدایت کی روشنی سے راہ یاب کیا ہے۔

پھولوں کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

اسی سلسلۃ الذہب کا ایک شاندار ورق حضرت مولانا مفتی محمد حکیم صاحب مدظلہ العالی کے مواعظ کا یہ مجموعہ بھی ہے۔

مختلف عنوانات پر مختصر بیان الحمد للہ دیکھنے سے ہی اس کے مفید ہونے کا یقین ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو بار آور فرمائے اور ہم سب کو استفادہ کی سعادت عطا فرمائے اور اس کو دونوں جہاں میں شرفِ قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

از

احقر رشید احمد اجمیری

راندیر اشرفیہ

تقریظ

حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم، امّا بعد!

حضرت مولانا محمد کلیم صاحب زید مجدہ کے مواعظ کا مجموعہ ''ضرب کلیم'' اپنی بینائی کی کمزوری کی وجہ سے دیکھنے کی سعادت سے محروم رہا۔ بعض احباب سے عناوین پڑھوا کر سنا، مجموعی مضامین بہت اچھے ہیں اور ہر خاص و عام کے لئے مفید ہیں۔ مولانا موصوف ایک منجھے ہوئے مؤلف اور ممتاز مدرس ہیں۔ ان کی تحریر و مواعظ آیات واحادیث سے مزین ہے۔ ہر بات کو آیات و احادیث کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ رد بدعت اور اصلاح معاشرہ پر بطور خاص توجہ دی گئی ہے۔

ناکارہ دعا گو ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس مجموعہ کو شرف قبولیت سے نوازے، اور اس سے ہر خاص و عام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچاتا رہے اور حضرت مؤلف کو اللہ جل شانہٗ تالیف و تصنیف اور تدریس اور دیگر امور دینیہ کی خدمات کے لئے مواقع عنایت فرماتا رہے، آمین۔

ناکارہ عبدالحق غفرلہ

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

تقریظ

بحر العلوم حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(محدث دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد!

اصلاحی واخلاقی مواعظ کا سلسلہ ہمیشہ سے چلا آرہا ہے، علماء وصلحاء اس کے ذریعہ لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔ اس میں سے بہت سے بزرگوں کے مواعظ وخطبات شائع بھی ہوچکے ہیں۔ موجودہ دور میں اس طرح کے مواعظ وخطبات کی اشاعت کا سلسلہ زیادہ ہوگیا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی جناب مولانا مفتی محمد کلیم صاحب اوباروی کے مرتب کردہ مواعظ ہے۔ مختلف طرح کے عنوانات اور اس کے تحت مندرج مضامین سے دل متأثر ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور لکھنے والے کے لئے ذخیرۂ آخرت ہو۔ آمین۔

نعمت اللہ غفرلہ

تقریظ

حضرت مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

(صدر القراء دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم، امّا بعد!

انسان کی طبیعتوں کو سدھارنے اور اخلاق میں ترقی کے لئے مواعظ ہمیشہ سے اکسیر کا کام کرتے رہے۔یہی وجہ ہے کہ اکابر کی جانب سے مواعظ اور خطبات کی اشاعت کا سلسلہ رہا۔

ہمارے کرم فرما جناب مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی مدظلہ کے مرتب کردہ مواعظ میں نے دیکھے۔موضوعات اور عنوانات کے تنوع،گوناگونی اور بوقلمونی اور ان کے تحت مندرجات سے دل بیحد متأثر ہوا،استفادہ کیا۔

انشاء اللہ یہ مجموعہ مواعظ ''ضرب کلیم'' خاصے کی چیز ہوگی۔اللہ تعالیٰ اسے دلوں پر ''ضرب کلیم'' کا مصداق بنادے،بیش از بیش استفادہ کا موقع عطا فرمائے،آمین۔

ابوالحسن اعظمی

۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

تقریظ

حضرت مولانا اسرار الحق صاحب قاسمی (ایم پی)

صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن نئی دہلی

(خلیفہ ومجاز فقیہ الامت حضرت شاہ مفتی مظفر حسین سہارنپوری علیہ الرحمۃ وعارف باللہ حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم العالیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باری تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے جن میں سے ایک مخلوق انسان ہے۔اگرچہ اللہ رب العزت کے احسانات سبھی مخلوقات پر ہیں تاہم انسانوں پر اللہ رب العزت نے خاص فضل واحسان فرمایا،اس کی بہترین انداز میں تخلیق کی،اسے بے شمار

نعمتوں سے نوازا اور اشرف المخلوقات کا درجہ دے دیا۔ ساتھ ہی انسانوں کی رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام کو ہر دور میں نازل کیا، جنہوں نے بھٹکے ہوئے لوگوں کو حق کا راستہ دکھایا۔ آخر میں پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا اور آپ ﷺ پر نبیوں درسولوں کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ورسول آنے والا نہیں ہے۔ آپ ﷺ پر قرآن مجید کا نزول ہوا اور دین مکمل ہو گیا۔ اب قیامت تک آنے والے انسانوں کو دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ جو شخص کما حقہ اسلام کی پیروی کریگا کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

اگرچہ انسان کو بہت سی صلاحیتیں ودیعت کی گئی ہیں تاہم اس کی عقل کو محدود بنایا گیا اور اس میں نسیان بھی رکھ دیا گیا جس کی وجہ سے انسان ایسے کام کر بیٹھتا ہے جو اس کے مقام ومنصب کے منافی ہوتے ہیں۔ ایسے میں انسان پر یہ کرم فرمایا گیا کہ اس کے لئے ایک مکمل شریعت بھیجی گئی تا کہ وہ اس کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے۔ کیا بہتر ہے، کیا غلط ہے، کیسے بات کرنی چاہئے، کیسے کھانا پینا چاہئے، کیسے کپڑے پہننے چاہئیں، کیسے کاروبار کرنا چاہئے، کیسے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تکمیل کرنی چاہئے؟ ان تمام سوالوں کے جواب شریعت میں موجود ہیں، اسے خود سے اپنے طریقے بنانے کی ضرورت نہیں، نہ اسے ان چیزوں پر اپنا دماغ لگانا ہے بلکہ اسے صرف شریعت کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا ہے۔ اپنے طریقے بنانے اور اپنی عقل کے مطابق کرنے میں انسان کے بھٹکنے کے امکانات موجود ہیں، چنانچہ آج انسانوں کے تیار کردہ بہت سے نظریات وفلسفۂ حیات موجود ہیں مگر وہ اغلاط سے خالی نہیں ہیں۔ بہت سے تو انسانیت کے حق میں انتہائی خطرناک ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ جو دستور حیات انسانوں کے لئے بھیجا گیا آج انسان اس سے دور ہو گیا ہے۔

بہت سے مسلمان بھی اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے جا رہے ہیں، کتنے مسلمان ایسے ہیں جو دین کی بنیادی باتوں تک سے واقف نہیں اور کتنے ایسے ہیں جو واقف ہونے کے باوجود عمل پیرا نہیں۔ ایسے میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو دور دور تک پہنچایا جائے اور مسلمانوں کو دین کی باتوں پر عمل کرنے کی طرف متوجہ کیا جائے۔

الحمد للہ وقت کی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا مفتی محمد کلیم لوہاروی دامت برکاتہم استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ راندیر، گجرات، عرصۂ دراز سے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی جد و جہد کر رہے ہیں۔ دین کی باتوں کو موثر ترین انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کرنے کا ایک بہترین ذریعہ تقریر ہے۔ مولانا موصوف تدریسی خدمات کے ساتھ تقریر کے ذریعہ تبلیغ و اشاعت کے اہم کام میں مصروف ہیں۔ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی تقاریر سے استفادہ کر سکیں اس کے لئے ان کی تقاریر کا پیش نظر مجموعہ "ضرب کلیم" زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ ان تقاریر میں مولانا موصوف نے بڑے سلیقہ سے عوام الناس کو مخاطب کیا اور ان کے سامنے دینی تعلیمات کو پیش کیا ہے۔ دونوں جہان کی کامیابی کے لئے اللہ کی محبت دلوں میں اترنی بہت ضروری ہے، اس کیلئے صاحب کتاب نے نعمت باری تعالیٰ پر تفصیل سے بحث کی ہے تاکہ لوگ اللہ کی نعمتوں پر غور کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں۔ مسلمان پستی کے شکار کیوں ہیں؟ اس سلسلے میں اس کتاب "ضرب کلیم" میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور اسباب و تدارک کو موثر انداز سے پیش کیا گیا ہے۔

بدعت ایمان والوں کے لئے بہت مہلک چیز ہے، اس لئے حضرت مولانا نے بدعت کی قباحت پر مدلل گفتگو کی ہے۔ مولانا نے شیطان کے مکر و فریب اور حملوں سے بھی ہوشیار کیا ہے اور اس کے حملوں سے چوکنا رہنے کی ترغیب دی ہے۔ عقیدہ مومن کے لئے

بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، اس لئے کتاب میں عقیدہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ حقوق اللہ کی تکمیل کے ساتھ صاحب کتاب نے حقوق العباد کی تکمیل پر بھی بہت زور دیا ہے۔ دراصل اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے۔ آج بہت سے برادران اسلام معاملات میں بہت کوتاہی سے کام لیتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے حقوق العباد اور معاملات کے تعلق سے تفصیلی بات کر کے مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کر کے معاملات دین کے مطابق بنانے کی ترغیب دی ہے۔ پیش نظر کتاب میں "تبلیغی ۶ نمبر اور اکرام مسلم" عنوان کے تحت اکرام مسلم کو بیان کیا گیا ہے۔ اکرام مسلم کی اہمیت کیا ہے؟ اس کے فوائد و تقاضے کیا ہیں؟ دلائل کی روشنی میں بتایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرات صحابہؓ اور اکابر علماء کے واقعات بھی جگہ جگہ پیش کیے گئے ہیں جو پند و نصائح سے لبریز ہیں۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا موصوف کو اجر عظیم سے نوازے، ان کی کاوشوں کو دور دور تک پھیلائے، کتاب کو قبولیت عام سے نوازے اور عامۃ المسلمین کو اس سے استفادے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مخلص

محمد اسرار الحق قاسمی

بتاریخ: ۱۷ر مئی ۲۰۱۱ء

تقریظ

حضرت مولانا محمد راشد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(مبلغ دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحمد اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی محمد کلیم نوبہروی صاحب خلیفہ حضرت اقدس مفتی محدث جونپوری صاحب کی تقاریر کا مجموعہ "ضرب کلیم" نظر سے گزرا، اپنی مصروفیت کی بنا پر مکمل طور سے نہ پڑھ پایا تاہم اس کے مضامین وعناوین سے اس کی اہمیت اجاگر ہورہی ہے۔ اشاعت اسلام کا ایک بہترین ذریعہ خطابت بھی ہے، اللہ کرے زورِ بیان اور زیادہ ہو۔ بالخصوص اس میں مکاتب قرآنیہ کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس کی اس دور میں بے حد ضرورت ہے اور دورِ فتن کی تمام پریشانیوں کا حل بھی ہے۔ اس لئے اس وعظ کو بار بار پڑھیں اور اپنے قلوب کو منور فرمائیں۔ آخر میں دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور عوام وخواص کے لئے نافع بنائے، آمین۔

والسلام

سید محمد راشد

مبلغ دارالعلوم دیوبند

تقریظ

حضرت مولانا سید محمود صاحب مدنی دامت برکاتہم العالیہ

(ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند)

عرض مؤلف

الحمد لأهله والصلوة والسلام على أهلها. أما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا احسان وکرم ہے کہ اس نے ہمیں وجود بخشا، ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا، سید الکونین محمد رسول اللہ ﷺ کے ادنیٰ غلاموں میں شامل فرمایا اور اپنے دین متین کی خدمت ارزانی میں مشغول فرمایا۔

احقر دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء کو گیارہ بارہ سال کی عمر میں بغرض تعلیم درجۂ فارسی دوم میں حاضر ہوا۔ ۸ سال مکمل کر کے اشرفیہ ہی سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۹۸۹ء میں جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تکمیل افتاء کیا۔ اس کے فوراً بعد ہی سے دارالعلوم اشرفیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دینی خدمت کے لئے توفیق عطا فرمائی۔ درس وتدریس کے ساتھ مختلف مقامات پر دینی نسبت سے کچھ کہنے سننے کا سلسلہ رہا۔ احقر کے مربی واستاذ حضرت مولانا ابوالحسن سابق مدرس جامعہ حسینیہ راندیر، سابق مہتمم دارالعلوم حسینیہ آکولہ مہاراشٹر بعض مدارس کے جلسوں میں تشریف لاتے رہے، احقر کو ان جلسوں میں کچھ دینی باتیں کہنے کا مکلف بنایا گیا تو حضرت نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور فرمایا کہ ان تقاریر کو ضبط کر کے شائع کروائیں سے بہت نفع ہوگا۔ اور بعض اکابرین کے رسائل بھی مجھے عنایت فرمائے کہ یہ رسائل اسی طرح مختلف تقاریر کا مجموعہ ہے۔ احقر کو حقیقت میں بڑی شرمندگی ہوئی کہ ان تقاریر کی کیا حقیقت ہے کہ شائع کیا جائے، اس لئے کبھی بھی اس طرف التفات نہیں کیا۔ لیکن چند سالوں سے بہت سے احباب نے ازراہِ ذرہ نوازی مجھے اصرار کیا، خصوصاً عزیز گرامی مولوی ارشد میر زید مجدہم نے بہت ہی اہتمام سے ٹیپ اور کیسٹ کا انتظام فرمایا کہ جو بھی تقریر ہو اس کو ٹیپ کرالیا

جائے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہمت نہ ہوئی۔ بہرحال بہت سے بیانات کیسٹوں اور سیڈیوں میں محفوظ تھے، اس لئے اوّلاً اپنے ہی نفع کے لئے اور ناظرین کے نفع کے لئے کچھ قدم اٹھایا، کچھ بیانات مولانا ارشد میر کے زیر نگرانی ان کے ادارہ فیض سبحانی کے اساتذہ نے تحریر فرمائے، کچھ مولوی عبدالستار گودھروی نے اور کچھ دیگر احباب نے تحریر فرمائے۔

ان بیانات میں جو احادیث آئی ہیں ان کی تخریج اور جن شخصیات کا تذکرہ آیا ہے ان کے مختصر حالات زندگی اور عناوین کی ترتیب عزیزم مولوی مفتی عبدالعزیز ہمت نگری متعلم افتاء سال دوم نے اپنے خارجی اوقات میں بڑی تندہی اور ذوق وشوق سے فرمائی، خصوصاً عصر سے مغرب کا وقت روزانہ احقر کے یہاں گذارتے رہے۔ جنہوں نے اس کام میں احقر کا کسی بھی طرح کا تعاون فرمایا ہو اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو دارین میں بہترین بدلہ عطاء فرمائیں۔

نیز حضرات اکابرین ومشائخ کا بھی شکرگزار ہوں جنہوں نے ان مواعظ پر نظر فرماکر تقاریظ تحریر فرمائی اور احقر کی ہمت افزائی فرمائی۔

اخیر میں اس کتاب کے متعلق ایک بات عرض کی جاتی ہے جو حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اصلاحی خطبات کے پیش لفظ میں فرمائی ہے ”اس کتاب کے مطالعے کے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں ہے بلکہ تقریروں کی تلخیص ہے جو کیسٹوں کی مدد سے تیار کی گئی ہے، لہٰذا اس کا اسلوب تحریری نہیں بلکہ خطابی ہے۔ اگر کسی مسلمان کو ان باتوں سے فائدہ پہنچے تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر کوئی بات غیر محتاط یا غیر مفید ہے تو یقیناً احقر کی کسی غلطی یا کوتاہی کی وجہ سے ہے۔ لیکن الحمدللہ ان بیانات کا مقصد تقریر برائے تقریر نہیں بلکہ سب سے پہلے اپنے آپ کو پھر سامعین کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرنا ہے۔

نہ بحرف ساختہ سرخوشم نہ بنقش بستہ بشوشم
نفسے بیاد تو می زنم چہ عبارت وچہ معانیم

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان خطبات کو خود کی اور ناظرین کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں اور احقر، اس کے والدین واساتذۂ کرام کی نجات کا ذریعہ وصدقۂ جاریہ بنائیں، آمین۔

ایں دعاء از من واز جملہ جہاں آمین باد

محمد کلیم لوہاروی

(خادم الحدیث والافتاء دارالعلوم اشرفیہ، راندیر)

تقدیم

از حضرت مولانا ارشد احمد میر صاحب

(مہتمم مدرسہ فیض سبحانی، رامپورہ، سورت)

الحمد لله خلق الانسان، وعلمه البيان، والصلوة والسلام على أفضل الرسل سيد ولد عدنان، وعلى اله وأصحابه نجوم الهداية والايمان، أما بعد!

حق تعالیٰ شانہ نے عالم انسانیت کو پیغام حق پہنچانے کے لئے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے، جنہوں نے کفر وضلالت کی دلدل میں گرفتار انسانیت اور ذلت وپستی کی خندق میں گری ہوئی آدمیت کو نجات دلا کر رشد وہدایت کی بلندیوں سے ہمکنار کیا۔ قرآن کا ارشاد ہے: وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ٥

اس انقلابی رسول کو امت بھی ایسی ملی کہ جہاں اور جب حق وصداقت کی جدوجہد نے ایثار وقربانی چاہی تو وہ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر لئے میدان میں اترے اور اسلام کی فتح ونصرت کے لئے اپنا سب کچھ نثار کر دیا۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ اس امت کی تاریخ میں کوئی صدی ایسے جانبازوں اور غیور حق پرستوں سے خالی نہیں گزری۔ ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے قافلہ میں آپ ہر فرد کو سربکف مجاہد پائیں گے، جن کی جلالت کردار نے انگریزی اقتدار کا جنازہ نکالا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ان کی زندگی کا ہر لمحہ ایثار وقربانی میں گذرا۔ برادران اسلام کی شیرازہ بندی، امت مسلمہ کو احکام خداوندی پر کاربند کرنا ان کا وطیرۂ خاص رہا ہے۔

ہندوستان کا صوبۂ گجرات وہ قابل افتخار خطہ ہے جس کو یہ سعادت حاصل ہے کہ شمع رسالت کے پروانے صحابہ کرامؓ کی ایک مقدس جماعت کا سب سے پہلے اسی سرزمین میں قدوم میمنت لزوم ہوا اور ان کے زمزمہ ریز صدائے ایمانی اور نغمۂ توحید سے دبستان گجرات کے غنچہ ہائے قسمت کھلے۔ ان مقدس اساطین اسلام کی آمد سے یہاں کی رزمگاہ کفروشکر میں ہدایت وراست روی کے چراغ روشن ہوئے۔

اس خطۂ گجرات کی ایک نہایت قدیم وتاریخی آبادی ''راندیر'' جس کی آغوش مہر تاب میں یوں بے شمار یگانۂ روزگار حیرت انگیز شخصیات پیدا ہوئیں، جنہوں نے نہ صرف گجرات کو اپنی علمی تابانیوں اور فضل وکمال کی کرنوں سے ضوبار کیا بلکہ پورے عالم میں اپنے روشن علمی کارناموں کا ڈنکا بجایا۔ اس سرزمین سے جہاں علم حدیث کے بلند پایہ عالم حضرت مولانا شمس الدین صاحب افغانیؒ اور بخاری زماں شیخ محمد رضا صاحب اجمیریؒ اٹھے

وہیں علم و فقہ کے دقیقہ رس و نکتہ سنج مفتی حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری اور جناب قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری بھی تھے جنہوں نے امت مسلمہ کو احکام الٰہی سے روشناس کرایا۔ ایک طرف راندیر نے دنیا کے اہتمام و انتظام اور میدان تعلیم و تربیت کی انقلاب آفریں، مردم شناس، جلیل القدر مہتمم و مربی حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیریؒ اور نہایت باوقار و دوراندیش شخصیت حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب راندیریؒ کو پیش کیا تو دوسری طرف تقویٰ و طہارت اور خلوص و للّٰہیت کے بلند مینارے پر حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب موٹا (ملا) اور جناب حضرت مفتی عارف حسن عثمانیؒ جیسی جلیل القدر اور قابل رشک شخصیتیں عطا کیں۔ خطابت و موعظت کے رمز آگاہ اور اصلاح معاشرہ کے بارے میں ہمیشہ فکرمند حضرت مولانا شیخ احمد اللہ صاحبؒ بھی اسی سرزمین سے تعلق رکھتے تھے۔

الغرض پروردگار عالم نے اس سرزمین میں ہمیشہ ایسے لوگوں کو وجود بخشا ہے جنہوں نے مختلف طریقے سے خدمت دین کا فریضہ انجام دیا۔ مگر اشاعت اسلام، تبلیغ دین اور اصلاح معاشرہ کا ایک اہم ترین شعبہ وعظ و نصیحت اور بیان و خطابت بھی ہے، جس کی ہر دور میں افادیت و اہمیت رہی۔ عوام تو عوام خواص بھی اس سے فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ سرزمین راندیر اس شعبہ سے متعلق بھی بڑے بڑے اولوا العزم اور صاحب طرز علمائے کرام سے بھی معمور رہی ہے۔ جنہوں نے ایک طرف مسند تدریس پر جلوہ فگن ہو کر قال اللہ اور قال الرسول کی نغمہ سرائی سے نونہالان امت کی علمی پیاس بجھائی تو دوسری طرف وعظ و نصیحت کے منبر سے فرزندان ملت کو حق و صداقت کا پیغام سنایا۔ اس کفرستان میں جینے والے اسلام کے بادہ نوشوں کے لئے ایک صالح دینی معاشرہ تشکیل دیتے رہے اور اپنی زمزمہ ریز صدائے ایمانی سے ہزاروں، لاکھوں قلوب کو صیقل کیا۔

ان خدامست اور برگزیدہ علمائے راندیر میں سے ایک جلیل القدر عالم باعمل استاذ محترم جناب مولانا مفتی محمد کلیم صاحب لوہاروی (مہاراشٹر) بھی ہیں جو نہ صرف دار العلوم اشرفیہ راندیر میں مسند تدریس اور منصب افتاء پر جلوہ آرا ہیں بلکہ تصوف وسلوک میں آپ کا تعلق جامع الشریعت والطریقت فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ سے رہا اور حضرت کے وصال کے بعد مرجع العلماء مفتی اعظم گجرات حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ ہے اور حضرت مفتی صاحب کے بڑے منظور نظر ہیں۔ نیز حضرت الاستاذ اپنے زمانہ طالب علمی میں بھی اور فی الحال بھی اپنے تمام اساتذہ و اکابر کے منظور نظر رہے ہیں۔ بالخصوص حضرت اقدس مولانا محمد رضا اجمیری قدس سرہٗ، مفتی اعظم حضرت سید مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری نور اللہ مرقدہٗ، حضرت مفتی عبد الغنی صاحبؒ کاوی، حضرت حکیم ابو الشفاءؒ، حضرت مولانا مفتی محمد آچھودی صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا ابو اویس یعقوب قاسمی بھرکودروی دامت برکاتہم العالیہ (سابق استاذ حدیث دار العلوم اشرفیہ وشیخ الحدیث دار العلوم زکریا پارک، ساؤتھ افریقہ)۔ آخر الذکر حضرت مولانا نے حضرت الاستاذ کو سلسلۂ نقشبندیہ میں خلعتِ خلافت سے بھی نوازا ہے۔ ساتھ ساتھ وعظ ونصیحت اور بیان وخطابت میں بھی آپ کی انیلی شان ہے، آپ کی تقریر ایسی موثر اور دل پذیر ہوتی ہے جس میں موضوع کی انفرادیت اور دیگر خوبیوں کے ساتھ علمی انداز، تحقیقی اسلوب، قرآن واحادیث صحیحہ سے ٹھوس استدلالات، اس کے ساتھ زبان کی شیرینی، فصاحت وبلاغت، ادبی علمی نکات اور شیریں انداز تلاوت آیات اور ترنم ریز اشعار ہوتے ہیں جو سامعین کو ہمہ تن گوش بنا لیتے ہیں۔ کیوں نہیں جبکہ واعظ کا باطن خلوص وللہیت سے اور تقویٰ وطہارت سے معمور اور زندگی سنت نبوی کی آئینہ

دار اور شیخ کامل کی باطنی توجہات سے جس کا دل منور ہو اور اصلاحِ معاشرہ کی تڑپ بے چین کی ہوئی ہو تو اس کی موعظت و نصیحت یقیناً اثر انداز اور دل کو چھو لینے والی ہوتی ہے۔

بقول شاعر مشرق:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

''از دل خیزد بر دل ریزد''

حضرت استاذ محترم بڑی ہی صاف ستھری، دل آویز آواز سے تقریر پیش فرماتے ہیں جس میں اتنی کرختگی اور بلندی نہیں ہوتی کہ سامعین اسے چیخ و پکار سے تعبیر کریں، اور اتنی پستی اور نرمی نہیں کہ سننے والوں کی طبیعت اُچاٹ ہو جائے۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ سلاست و معنویت کے دریا بہتے ہیں۔

یوں تو آپ ایک طویل عرصہ سے اپنی سحر انگیز موعظت و نصیحت سے مختلف خطوں میں بسے ہوئے اسلام کے نام لیواؤں کو فیضیاب کر رہے تھے، جو سننے والوں کے دلوں کو منور کرنے کے علاوہ محفوظ نہ ہو سکی۔ چنانچہ کئی سال پہلے آپ کے استاذ محترم جناب حضرت مولانا ابوالحسن صاحب (سابق مدرس جامعہ حسینیہ راندیر و سابق مہتمم دار العلوم حسینیہ، کولے مہاراشٹر) نے آپ کے مواعظ کی ہمہ گیر افادیت کے لئے بااصرار کہا تھا کہ آپ اپنے جملہ مواعظ کو صفحۂ قرطاس پر لا کر منظر عام پر پھیلا دیجئے تاکہ وہ زندۂ جاوید ہو جائے۔ اور بطور نمونہ چند رسائل بھی عطا فرمائے کہ اس طرح چھوٹے چھوٹے رسائل شائع کریں جس سے ہر نسل کو فائدہ پہونچے۔ مگر دن گزرتے گئے اور استاذ محترم کی تحریک سعید اور گراں قدر فرمائش کو عملی جامہ پہنے کی نوبت نہ آ سکی۔ تاہم راقم السطور نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں

استاذ محترم سے عرض کیا تھا کہ آپ کی گراں قدر تقاریر کتابی شکل میں معرض وجود میں آنی چاہیئے، چنانچہ نئے ٹیپ ریکارڈر اور کیسٹ کا بھی نظم کیا تھا لیکن بڑے متواضعانہ انداز میں فرمایا کہ ”ہمارے خدا رسیدہ اکابر موجود ہیں ان کے مواعظ و نصائح قلمبند ہو کر منظر عام پر آتے رہتے ہیں جو افادۂ عام کے لئے کافی ہیں۔“ اب جب چاروں طرف سے عوام و خواص کا اصرار ہی اصرار ہوتا گیا تو اب مالہا سال بعد حضرت الاستاذ نے مجھ سے فرمایا کہ ”آپ اور حضرت الاستاذ کی فرمائش پر عمل پیرا ہونا ناگزیر ہے، لہٰذا آپ ان تقاریر کا مجموعہ کیسٹ کے ذریعہ قلمبند کرنے کا اہتمام کیجئے۔“

بہر چند کچھ عرصہ میں کیسٹ اور سیڈیز کی مدد سے آپ کی تقاریر و مواعظ کا ایک بڑا گراں قدر و انمول ذخیرہ موسوم بہ ”ضرب کلیم“ تیار ہو گیا، جس کے تیار کرنے میں سب سے زیادہ محنت اور توجہ مولانا مفتی عبدالعزیز ہمت نگری کی رہی ہے جنہوں نے مضامین کے دوران بیان کردہ احادیث کی تخریج اور واقعات کو باحوالہ کرنے کا اہتمام کیا اور زیر تذکرہ شخصیات کا حاشیہ میں مختصر تعارف کیا۔ اسی طرح سے تمام مضامین کو عناوین سے آراستہ کرنے اور مکررات کو حذف کرنے کا دیر طلب اہم کام بھی سر انجام دیا۔ موصوف بیحد قابل مبارکباد ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور علم و عمل میں خوب ترقی عطا فرمائیں، استاذ محترم کے اس گلدستۂ مواعظ کو بیحد قبول فرمائیں اور خلق خدا کو ان کے بیانات سے زیادہ سے زیادہ مستفیض کریں۔

ارشد احمد میر

خادم مدرسہ فیض سبحانی، رامپورہ، سورت

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾

[سورۂ بنی اسرائیل]

قرآن کریم کی اہمیت

بموقع تکمیل حفظ قرآن

مدرسہ فیضِ سبحانی، رامپورہ، سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ، الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد، فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم. ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾. وقال اللہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ﴾. وقال النبی ﷺ: خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمہ.[1] صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک لمن الشاہدین والشاکرین والحمد للہ ربّ العالمین۔

خدا در انتظار حمد ما نیست | محمد چشم بر راہ ثنا نیست
محمد حامد حمد خدا بس | خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس

گرامی قدر حضرات مشائخ عظام، مہمانان کرام اور عزیز طلباء!

میں نے بہت معذرت کی کہ ان بزرگوں کے سامنے لب کشائی کی جائے، ہمارے عزیز القدر مولوی ارشد صاحب اتنے مصر ہوئے کہ انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی، اور کوئی لمبی چوڑی تقریر بھی کرنی نہیں ہے، دو چار باتیں فقط عرض کرنی ہیں۔

نعمت باری تعالیٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، اتنی نعمتیں کہ کوئی ایک انسان تو کیا ساری دنیا مل کر بھی اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہے تو نہیں کر سکتے۔ اسی لئے قرآن پاک میں آیا ہے: ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾. عربی گرامر کے

---

[1] مشکوۃ شریف، ص ۱۸۳، فضائل القرآن، الفصل الاول. بخاری شریف، ج ۲، ص ۷۵۲، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، کتاب فضائل القرآن، رقم الحدیث ۴۸۳۹

اعتبار سے نِعْمَةً نکرہ ہے "چھوٹی سی نعمت" کبھی تنوین تصغیر یعنی کسی چیز کے چھوٹے پن کو بھی بتانے کے لئے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سی نعمت کو بھی تم سب مل کر شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں لیکن پھر بھی ہم سمجھنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

نعمتیں دو طرح کی ہیں، ظاہری وروحانی

مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ہیں، ظاہری اور روحانی نعمتیں، ہر چیز میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں رکھی ہیں ایک اس کا ظاہر ہوتا ہے ایک اس کا جسم ہوتا ہے اور دوسرے اس کی روح اور اس کا باطن۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمتوں میں بھی بے شمار نعمتیں ہمارے لئے پیدا فرمائیں تاکہ ظاہری نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر انسان روحانی اور باطنی نعمتوں میں ترقی کرتا رہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ[1] نے اللہ تعالیٰ کی ظاہری نعمتوں کو ذکر کیا ہے، ہمارے طلبا گلستاں بوستاں کریما پڑھتے ہیں مگر ان سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ شعر کہاں ہے تو طلبا ادھر ادھر دیکھتے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں ہے، کیونکہ اصل میں بے چاری فارسی آج کل مرحوم ہو چکی اور پھر اس کی طرف کوئی خاص توجہ بھی نہیں ہے۔ اور پھر اس کا دیباچہ اور مقدمہ تو کوئی پڑھتا بھی نہیں اور پڑھایا بھی نہیں جاتا، تو حضرت شیخ سعدیؒ نے دیباچہ میں دنیا کی بڑی بڑی نعمتوں کو شمار کرتے ہوئے کہا ہے:

---

[1] شیخ سعدیؒ: بڑے ہی درویش صفت عالم، سیاح، مصلح اور شاعر تھے۔ نام شرف الدین لقب مصلح اور شاعرانہ تخلص سعدی تھا۔ ولادت اپنے وطن شیراز جو ایران کا پایۂ تخت تھا وہاں ۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء میں ہوئی۔ نظام الملک طوسی کے قائم کردہ مدرسہ نظامیہ بغداد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اصلاح خلق اور سیاحت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ ہندوستان اور گجرات بھی آئے ہیں۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں گلستان و بوستان و کریما ہے جو آج تک درس نظامی میں داخل ہیں۔ وفات ۶۹۱ھ میں ہوئی اس طرح ۱۰۲ سال سے زائد عمر پائی۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ بری

فرماتے ہیں کہ یہ بادل اور چاند، سورج، آسمان، اے انسان! سب تیری خدمت میں حیران و سرگرداں ہیں تاکہ تو اپنے منہ میں روٹی کا ایک ٹکڑا ڈالے تو غفلت سے نہ کھائے اللہ کو یاد کر کے کھائے۔ فرماتے ہیں: بڑی ناانصافی کی بات ہے کہ اے انسان! ساری مخلوق تیری خدمت میں لگی ہے اور تو اپنے رب کو بھولا ہوا ہے، اس کا نافرمان بنا ہوا ہے۔

اے انسان! دنیا تیرے لئے اور تو خدا کے لئے

تو یہ زمین، آسمان اور اس کی ساری چیزیں اللہ نے انسان کے لئے پیدا کی تاکہ وہ چند لقمے کھا کر قوت اور طاقت حاصل کرے، اپنا ایمان بنائے اور اپنی روحانی غذاؤں کو حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جائے۔ انسان کے بدن میں طاقت ہوگی، قوت ہوگی تو اللہ کو مانے گا، اس کی عبادت میں لگے گا، اس کے احکام پر عمل کرے گا۔ معلوم ہوا کہ یہ ظاہری نعمتیں ہیں۔ اور جس سے انسان کی روح اور دل کو تقویت اور غذا ملتی ہے وہ ہے دولت ایمان۔

جہنم کا ایک لمحہ

ایمان اللہ کی کتنی بڑی دولت ہے، فرمایا کہ ایک شخص جس نے دنیا میں طویل زندگی گذاری اور کبھی بھی اس نے کوئی دکھ نہیں اٹھایا، اس کے پیر میں کبھی کانٹا بھی نہیں چبھا، اس کے سر میں کبھی درد بھی نہیں ہوا، عیش و عشرت کے ساتھ زندگی گزارتا رہا لیکن نعوذ

بالفرض وہ بغیر ایمان کے دنیا سے گیا تو جب جہنم کے اندر قدم رکھے گا تو پیچھے کی وہ سب نعمتیں، دولت وغیرہ دنیا کی عیش وعشرت اور یہاں کے مزے اور لطف سب کچھ بھول جائے گا، اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ دنیا میں میں نے کوئی مزہ اٹھایا تھا۔

جنت کا ایک لمحہ

لیکن ایک شخص جس نے دنیا کے اندر طویل زندگی بسر کی اور پیدائش سے مرتے دم تک کوئی عیش و آرام نہیں کیا، راحت نام کی چیز بھی اس کو نصیب نہیں ہوئی، ہمیشہ تکالیف میں، مشقتوں، پریشانیوں میں، بیماریوں میں، صدمات میں گذری، لیکن ایمان کے ساتھ دنیا سے گیا، فرمایا جنت میں قدم رکھتے ہی دوسری تکالیف کے بڑے بڑے پہاڑ جو اس پر ٹوٹے تھے وہ اسی وقت بھول جائے گا اور اسے خیال بھی نہیں آئے گا کہ میں نے دنیا میں کوئی تکلیف بھی اٹھائی تھی۔ (۱) تو ایمان کی یہ برکت ہے۔ بہرحال یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔

دو بڑی نعمتیں، رسول اللہ ﷺ اور قرآن

دوسرے نمبر پر جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کہ ان کی امت میں اللہ نے ہمیں پیدا کیا، آپ ﷺ کے امتی ہونے کا ہمیں شرف عطا فرمایا اور آپ ﷺ ہی کی برکت اور طفیل سے یہ قرآن پاک کی نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی۔ یہ قرآن کیا ہے؟ حدیث پاک

---

(۱) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ یؤتی بانعم اهل الدنیا من اهل النار یوم القیامة فیصبغ فی النار صبغة ثم یقال یا ابن آدم هل رأیت خیرا قط هل مر بک نعیم قط فیقول: لا والله یا رب ویؤتی باشد الناس بؤسا فی الدنیا من اهل الجنة فیصبغ صبغة فی الجنة فیقال له یا ابن آدم هل رأیت بؤسا قط هل مر بک شدة قط. فیقول: لا والله یا رب ما مر بی بؤس قط ولا رأیت شدة قط. مسلم شریف، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار، جلد دوم، ص ۳۷۳

میں قرآن پاک کی اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو ہدایت پیش کی ہے اس ہدایت کی مثال چکی سے دی گئی ہے، فرمایا: میں جو دین اور ہدایت لے کر آیا ہوں وہ چکی کی طرح ہے۔ [1]

دین کو چکی سے تشبیہ دینے کی وجہ

ہم نے دیکھا پرانے زمانے کی جو گھروں میں چکیاں ہوتی ہیں عورتیں ہاتھوں سے اس کو پیستی رہتی ہیں تو چاروں طرف اس کا آٹا گرتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے اسی طرح یہ قرآن یہ ہدایت جو اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں پیش کی ہے زندگی کے ہر شعبے میں اس سے انسان کو ہدایت ملتی ہے اور نفع پہنچتا ہے اور اس کے بغیر انسان کامیاب نہیں ہو سکتا، جیسے چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے ایسے ہی قرآن پاک کی ہدایت اور اللہ کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کی ہدایتوں سے ہمیں زندگی کے ہر شعبے میں فائدہ اٹھانا ہے، اس کے بغیر انسان ناقص ہے، اس کے بغیر انسان اپنی روح کو صحیح طریقے پر زندہ نہیں رکھ سکتا۔

جس نے اپنے آپ کو قرآن سے وابستہ کر دیا وہ محفوظ ہو گیا

اور فرمایا: چکی جب عورتیں پیستی ہیں تم نے دیکھا ہوگا پرانے زمانہ میں گھروں میں جو چکی ہوتی ہے جب کافی آٹا پس چکا ہوتا ہے تو پھر عورتیں اس چکی کے پاٹ کو اٹھاتی ہیں تو بیچ میں جو کیل ہوتی ہے اس کے چاروں طرف بہت سارے دانے جمع ہو جاتے ہیں تو پھر وہ اس کو پھیلا دیتی ہیں، کافی آٹا کافی دانے تو پس چکے لیکن کچھ دانے بالکل صحیح سالم اس کی کیل کے درمیان ارد گرد بچے رہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان دانوں نے اپنے آپ کو اس کیل سے متصل کر دیا، اس سے اپنا تعلق جوڑ لیا تو اوپر نیچے کے بڑے بڑے وزنی پاٹ کے بیچ میں آنے کے باوجود ان کی حفاظت ہو گئی۔ قرآن پاک اللہ کی طرف سے اتاری

---

[1] یہ حاشیہ صفحہ نمبر ۳۱ پر ہے

ہوئی مضبوط کیں ہے، جس نے دنیا میں اس سے اپنا تعلق جوڑ لیا، اپنے دل میں اس کو بسا لیا، زندگی میں اس کے احکام کو اپنا لیا، دنیا اور آخرت کے بڑے بڑے پانوں سے اللہ اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ تو یہ قرآن پاک ایسی اہم چیز ہے، اسی لئے شاعر نے کہا:

گر تو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

''اگر تو دنیا میں مسلمان ہو کر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو قرآن پاک کے بغیر اسلامی زندگی نہیں گزار سکتا۔''

بہر حال قرآن پاک میں سب کچھ اللہ نے رکھ دیا ہے۔

قرآن کی ابتداء 'ب' اور انتہاء 'س' سے ہونے کی ایک حکمت

اسی لئے قرآن پاک کی ابتداء ابھی ہمارے بچوں نے پڑھی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع کیا والناس پر ختم کیا، بسم اللہ میں پہلے 'با' ہے اور 'والناس' کے آخر میں 'سین' ہے، با اور سین کو ملاتے ہیں تو کیا ہو جاتا ہے 'بس'۔ یعنی قرآن ایسی دولت ہے کہ بس اور اس کو الٹ دو تو سب ہو جائے گا، با کو سین سے پہلے لے آویں۔ معلوم ہوا قرآن میں سب ہے تو جب اس میں سب ہے تو بس یہی ہدایت ہے اور اس کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

بسم اللہ سے ابتداء کرنے میں حکمت

اس لئے فرمایا قرآن پاک میں حروف تہجی جو ہے الف ب ت اس میں تو پہلا حرف الف ہے لیکن قرآن پاک کی ابتدا 'با' سے ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ حالانکہ قیاس یہ چاہتا ہے عقل یہ چاہتی ہے حروف تہجی میں پہلے الف ہے تو قرآن کی ابتدا بھی الف سے ہونی چاہئے تھی، فرمایا کہ قرآن پاک میں 'ب' سے ابتداء، بسم اللہ میں 'ب' سے ابتدا کی جا رہی ہے اس میں یہ بھی حکمت ہو سکتی ہے کہ انسان جب اس 'ب' کے اوپر نظر کرے تو 'ب'

سے اندر تواضع 'ب' کے اندر پستی اور تابعداری کرنے کی شکل اس کی بنائی گئی ہے، جیسے کہ انسان عاجز ہو، تابع ہو، کسی کے سامنے جھکتا ہو یہ 'ب' کی شکل میں ہوتا ہے، الف تو کھڑا ہوتا ہے اور الف کھڑا زیر وہ الف بھی کھڑا اس پر زبر بھی کھڑا ہوتا ہے اس میں مقابلے کی شان ہوتی ہے تو ہوسکتا ہے الف کو دیکھ کر کسی انسان کے دل میں قرآن سے مقابلے کی شان پیدا ہوجاتی اس لئے الف سے ابتدا نہیں کی گئی 'ب' سے ابتدا کی گئی کہ جیسے 'ب' عاجز ہے تواضع والی ہے ایسے قرآن کے سامنے اپنے آپ کو جھکا دو تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ اللہ نے قرآن میں سب کچھ رکھا ہے۔ بہر حال یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ 'ب' سے ابتداء کرنے میں عہدِ اَلَسْتُ کی طرف اشارہ ہے، یعنی عالمِ ارواح میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس کے بعد آدم علیہ السلام کی کوکھ سے تمام انسانوں کی روح کو نکالا اُس وقت اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے پوچھا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ''کیا میں تمہارا پالنے والا نہیں ہوں؟'' تو سب نے یک زبان ہوکر کہا تھا: بَلٰی ''کیوں نہیں، بے شک آپ ہی ہمارے رب ہیں اور آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں۔'' اب اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ابتداء 'ب' سے کی تا کہ پہلا حرف 'ب' دیکھ کر انسان کو عہدِ اَلَسْتُ یاد آجائے اور وہ اپنے رب کو مان کر ہدایت یافتہ ہوجائے۔

علماء و مدارس کی قدر پہچانیں

اور میرے بھائیو! یہ قرآن پاک کی نعمت مدارس اور مکاتب سے ہمیں حاصل ہو رہی ہے، ہمیں اس کی یہاں قدر نہیں ہے، جہاں پر مدارس نہیں، جہاں مکاتب نہیں ہیں، جہاں علماء نہیں ہیں وہاں جاکر پوچھیں کہ علماء کیا ہیں؟ مدرسے کیا ہیں؟ مکاتب کیا ہیں؟ الحمدللہ! ہمارے گجرات میں مساجد بھی آباد، مدارس بھی آباد، مکاتب بھی آباد۔

روس کا انقلاب اور بڑھیا کا عشقِ قرآن

ہمارے حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ العالی[1] جو دارالعلوم اشرفیہ کے پرانے فضلاء میں سے ہیں مرکز کے بڑے عالموں میں سے ہیں فرمارہے تھے کہ جب روس کے حالات خراب ہوئے اور وہاں انقلاب آیا تو برسہا برس ایسے گذرے کہ قرآن کا پڑھنا وہاں جرم سمجھا جاتا تھا، اسلام کا نام لینا وہاں جرم تھا، کہا: ایک طویل عرصہ گذرا کہ لوگوں نے اذان نہیں سنی، نماز نہیں پڑھی، لیکن پھر حالات اللہ نے بدلے، اب وہاں پھر سے اللہ نے راستہ کھول دیا تو اس وقت یہ حالات تھے کہ مسلمان کبھی کبھی آتے جاتے تھے۔ ایک شہر کے اندر ایک بوڑھی عورت بیچاری گھر کے دروازے پر کھڑی تھی، کچھ عرب نوجوان اس کے قریب سے گذرے تو اس نے پہچان لیا کہ یہ تو مسلمان معلوم ہوتے ہیں، ان کو بلایا، سلام کیا، معلوم کیا تو کہا ہم مسلمان ہیں، ان سے کہا کہ بیٹا تم کہاں سے آئے ہو؟ کہا: ابھی ہم لوگ سعودی سے آئے ہیں، یہاں ایسے ہی تفریح کے لئے اور دورے کے لئے آئے ہیں، کہا کہ دوبارہ پھر تم آؤ گے؟ کہا: ہاں ہاں دوبارہ بھی آسکتے ہیں، کہا: دوبارہ پھر تم آؤ گے تو پھر میری ایک گذارش ہے کہ قرآن پاک ذرا کسی طرح چپکے سے لے کر آنا۔ اور دوسری مرتبہ پھر

---

[1] حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب: مبلغ ملت حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب مدظلہ کی ولادت ۱۹۳۳ء میں ضلع بھروچ، گجرات کے ایک گاؤں کاوی میں ہوئی۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں تعلیم کی غرض سے داخلہ لیا، چار سال یعنی عربی دوم تک پڑھ کر اپنے استاذ کے مشورے سے ندوۃ العلماء لکھنؤ چلے گئے اور وہاں سے فراغت حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند میں اکابرین سے کسب فیض کیا۔ ۱۹۶۵ یا ۱۹۶۶ء کو کاوی اجتماع سے بیرون ملک تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے اور پھر خلق خدا کو سیراب کرنے کے لئے مستقل طور پر مرکز نظام الدین دہلی میں قیام اختیار کر لیا اور آج تک وہیں قیام فرما ہیں۔ حضرت مولانا اکابرین دعوت و تبلیغ میں سے ہیں اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مجاز و خلیفہ ہیں۔ محدث کبیر حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری مدظلہ نے آپ کو "لسان التبلیغ" کا خطاب دیا ہے۔ متعنا اللہ بطول بقاءہ مع العافیة.

ان کا دورہ ہوا ان کو یاد آیا کہ پہلی مرتبہ میں ایک بوڑھی اماں نے اس شہر میں قرآن لانے کو کہا ہے چلو لے کر جاویں، انہوں نے کسی طرح قرآن پاک اپنے ساتھ لے لیا اور اس بوڑھی کے گھر کے قریب پہونچے تو آواز دی دستک دی اور گھر میں گئے، اس نے بڑی خاطر تواضع کی تو ایک آدمی نے کہا: یہ قرآن پاک آپ کے لئے لایا ہوں، جیسے ہی اس نے قرآن پاک کو دیکھا اپنے سینے سے لگایا اور خوب رونے لگی گڑگڑا کر رونے لگی اور ان نوجوانوں سے کہا کہ ستر سال ہو چکے قرآن کی زیارت نہیں کی تھی، میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اللہ اس وقت تک موت مت دینا جب تک تیرے کلام پاک کی مجھے زیارت نصیب نہ ہو جائے۔ تمہاری برکت سے مجھے دیکھنے ملا، اس کو اطمینان ہوا سکون ہوا تھوڑی دیر سے اپنے گھر میں گئی اور ایک بڑا صندوق اٹھا کر لائی اور ان کو ہدیہ میں پیش کیا، انہوں نے کہا: ہم کو نہیں چاہئے، کہا کہ نہیں یہ آپ کو لینا ہی پڑے گا، میں نے نذر مانی تھی اللہ سے کہ جو لوگ مجھے قرآن کی زیارت کرادیں گے میں انہیں یہ پیٹی ہدیہ کے اندر دوں گی۔ اس کو کھولا گیا تو سونے چاندی سے وہ پیٹی بھری ہوئی تھی۔ فرماتے ہیں: جہاں قرآن نہیں وہاں دیکھو لوگ ترستے ہیں قرآن کی زیارت کے لئے اور ہماری گلی گلی میں اللہ نے حفاظ، علماء، مشائخ پیدا کئے لیکن ہمیں اس کی قدر نہیں۔ اس لئے میرے بھائیو! اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے یہ قرآن پاک کی دولت جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے عطا کی اور یہ مدارس، مکاتب بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی اہم نعمت ہے۔

پستی کا واحد علاج، قیام مکاتب قرآن

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ [1] جب مالٹا کی جیل سے رہا ہو کر آئے تو ایک

---

[1] شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ: آپ دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے طالب علم، جانبازوں علماء کے مربی واستاذ، دار العلوم دیوبند کے صدر المدرسین و شیخ الحدیث اور تحریک ریشمی رومال کے ۔

بڑے مجمع میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم نے جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے تین سال تک اس بات پر غور کیا کہ مسلمانوں کی پستی اور ذلت کا کیا راز ہے تو ہم اس نتیجے پر پہونچے کہ مسلمانوں نے قرآن پاک کو چھوڑ دیا، اس لئے ذلیل وخوار ہیں اور آپس میں نااتفاقیاں ہیں۔ فرمایا: اگر آج مسلمان عزت چاہتے ہیں تو قرآن پاک کو مضبوطی سے پکڑیں اور میں نے ٹھان لی ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا قرآن پاک کے مکاتب کو اور اس کی تعلیمات کو عام کروں گا اور لوگوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی کوشش کروں گا۔ بہرحال ان بزرگوں کی محنتوں سے الحمد للہ ہمارے یہاں یہ مدارس مکاتب زندہ ہیں، اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اور ایک بات یاد آئی ان شاء اللہ اس کے بعد بات ختم کروں گا۔

ہندوستان کے مدارس کی روح

ایک بزرگ ہیں ہمارے حضرت مولانا ابراہیم دیولوی صاحب[1]، وہ بھی مرکز کے بڑے علماء میں سے ہیں اور وہ بھی دارالعلوم اشرفیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا فرمارہے تھے کہ ایک دفعہ ہم جماعت لے کر عربوں کے علاقے

... بانی اور جنگ آزادی کے علمبردار تھے۔ نام محمود الحسن تھا۔ ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں بریلی میں ولادت ہوئی۔ آپ کے تلامذہ میں علامہ انورشاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ جیسے اساطین امت شامل ہیں۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں وفات ہوئی اور مزار قاسمی دیوبند میں حضرت مولانا قاسم صاحبؒ کے برابر میں مدفون ہیں۔

(۱) حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی: مولانا کی ولادت ضلع بھروچ، گجرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں دیولہ میں ۲۵ اپریل ۱۹۳۳ء مطابق ۱۳۵۲ھ کو ہوئی ۱۹۵۳ء میں دارالعلوم اشرفیہ راندیر سے فراغت حاصل کرکے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۵ء کو دارالعلوم سے فارغ ہوکر ۱۹۵۷ء تک اپنے وطن دیولہ میں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۲ء سے دعوت وتبلیغ سے وابستگی ہے ۱۹۶۷ء سے دعوت وتبلیغ کو اوڑھنا بچھونا بنا کر مع اہل خانہ مرکز نظام الدین دہلی میں مقیم ہیں۔ نیز مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں ۳۳ سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اطال اللہ بقاءہ مع العافیۃ.

میں پہونچے، مشورے کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ عرب لوگوں کو خطوط لکھ رہا تھا، ایک عرب نے کہا کہ آپ عربی آدمی ہیں؟ میں نے کہا: نہیں میں ہندوستانی آدمی ہوں، کہا: آپ کے ماں باپ عربی ہوں گے؟ کہا: نہیں نہیں وہ بھی ہندوستانی ہیں۔ پوچھا: تو پھر اتنا اچھا خط آپ عربی میں کیسے لکھ رہے ہیں جبکہ آپ ہندوستان کے ہیں؟ تو میں نے ان کو بتلایا: ہمارے ہندوستان کے اندر بڑے بڑے مدارس ہیں مکاتب ہیں، وہاں قرآن پاک کی، صحاح ستہ کی، فقہ و تفسیر کی تعلیم ہوتی ہے اور وہیں ہم نے یہ عربی سیکھی ہے۔ پوچھا: کیسے چلتے ہیں اتنے بڑے بڑے مدرسے؟ کہا: بزرگوں نے جب سے مدارس قائم فرمائے سیاست سے دور رہ کر، حکومت کے تعاون سے ہٹ کر کے مدارس کو عام کیا، مسلمانوں کے چندے پر قائم کیا اور مسلمان ہی اس کو چلاتے ہیں۔ تو وہ عرب نوجوان جوش میں آگئے اور کہنے لگے: ہمارے مشائخ اور بزرگوں نے سیاست اور حکومت سے ہٹ کر یہ کام نہیں کیا بلکہ یہ بہت بڑی سیاست کھیلی کہ مدارس کو حکومت و سیاست سے دور رکھ کر عام مسلمانوں کے چندوں پر چلایا، کہا: جب تک اس طریقے سے مدرسے چلتے رہیں گے ہندوستان سے قرآن اور دین نہیں مٹ سکتا۔ عرب نے بڑے جوش میں یہ بات بیان فرمائی۔ بہرحال ہمارے ان بزرگوں کی قبروں کو اللہ تعالیٰ نور سے بھر دے جنہوں نے ان مدارس اور مکاتب کا جال بچھایا۔ بزرگوں کی موجودگی میں لب کشائی کی واقعی گستاخی ہوئی۔

زبان میری ہے بات ان کی

لیکن آپ نے پڑھا ہوگا اور سبھی اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ ہمارے نبی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو معجزات عطا کئے ان معجزات میں ایک معجزہ مہر نبوت بھی ہے۔ مہر نبوت سے آپ پیچھے بھی دیکھ لیتے تھے، نمازوں میں خلل ہوتا کوئی کوتاہی ہوتی، طہارت کی

کوتاہی آپ دیکھ کر فرما دیتے کہ آج وضو میں کمی ہوگئی، آج نماز میں فلاں نے فلاں کوتاہی کی، تو یہ چیز آپ کا معجزہ تھا۔

بہرحال آپ کا فیض آگے سے بھی پہنچتا تھا پیچھے سے بھی پہنچتا تھا۔ یہ ہمارے مشائخ عظام میرے پیچھے میری طرح بیٹھے ہیں، حقیقت میں انہی کا فیض تھا اور بات میری تھی، اللہ اس کو قبول فرمائے، آمین۔

وآخرُ دعوانا أن الحمد للّٰہ ربّ العالمین.

صفحہ نمبر ۴۲ کا حاشیہ: ا عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول الله ﷺ يقول خذو العطاء مادام فاذا صار رشوة على الدين فلا تأخذوه ولستم بتاركيه يمنعكم الفقر والحاجة، الا ان رحى الاسلام دائرة فدوروا مع الكتاب حيث دار الخ (رواه الطبراني في الكبير. المجمع الزوائد. ص ۲۲۸. ۵. اليواقيت الغالية. ج ۱ ص ۲۸۳)

﴿مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ
وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾
[الحشر: ۷]

مقامِ بیان: مسجدِ ابراہیم، رامپورہ، سورت

تاریخ: ۶/محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ. الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد. فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. ﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا﴾ [الحشر: ۷] وقال النبی ﷺ: علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین. صدق اللہ العظیم الخ.

اہل سنت والجماعت کی تعریف

گرامی قدر حضرات علمائے کرام، بزرگان محترم اور عزیز طلباء!

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور کرم ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت عطا فرمائی، اسی کے ساتھ ساتھ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کامل مقتدیٰ عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارا اس سے تعلق قائم فرما دیا اور آپ ﷺ کی برکت سے، آپ کی سنت اور آپ کے طریقوں سے بھی ہمیں وابستہ فرمایا، اسی بنا پر ہم اب اپنے آپ کو الحمد للہ ثم الحمد للہ "اہل سنت والجماعت" کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت اور طریقوں کو اپنانے والے اور حضرات صحابہ کی جماعت کو مقتدا اپنا امام اور رہنما ماننے والے۔

دو مضبوط رسیاں

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ترکت فیکم امرین "میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں" ان تمسکتم بھما "اگر ان دو چیزوں کو تم مضبوطی سے پکڑے

رہو گے لن تضلوا بعدی [۱] میرے بعد کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے (۱) کتاب اللہ (۲) میری سنت۔ یہ دو ایسی مضبوط رسیاں ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کو اور سنت رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں اپنالیا وہ کبھی بھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین

اور دوسری حدیث جو میں نے ابھی پڑھی اللہ کے رسول ﷺ نے امت پر لازم فرمایا علیکم بسنتی میری سنت اور میرے طریقے کو لازم پکڑو تم پر لازم ہے اس کو اختیار کرنا وَسُنَّۃِ الخلفاء الراشدین المہدیین [۲] اور وہ خلفاء جو راشدین اور مہدیین ہیں ان کی سنت کو بھی لازم پکڑ لو۔ اور ان کی دو صفتیں آگے بتلائی ہیں (۱) راشدین پہلی صفت اور (۲) مہدیین دوسری صفت بتلائی ہے۔

ایک سوال کا جواب

ایک سوال ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خلفاء کے طریقوں کو اور سنت کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا جواب ان دو لفظوں میں بتلا دیا کہ میرے خلفاء کی سنت کو لازم پکڑنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ حضرات راشدین ہیں اور یہ جو سیدھے راستے پر

---

[۱] عن مالک بن انس مرسلا قال قال رسول اللہ ﷺ ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ رواہ فی الموطا. (مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۳۱)

[۲] عن العرباض بن ساریۃ یقول قام فینا رسول اللہ ﷺ ذات یوم فوعظنا موعظۃ بلیغۃ وجلت منہا القلوب وذرفت منہا العیون فقیل یا رسول اللہ وعظت موعظۃ مودع فاعہد الینا بعہد فقال علیکم بتقوی اللہ والسمع والطاعۃ وان عبدا حبشیا وسترون من بعدی اختلافا شدیدا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ الخ (سنن ابن ماجۃ، باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین، ج ۱، ص ۵)

چل رہے ہیں یہ راستہ انہوں نے خود اپنے طور پر تجویز نہیں کیا اور اپنے طور پر اختیار نہیں کیا بلکہ اللہ کی طرف سے ان کو اس راستے پر چلنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ یہ اتنا اونچا مقام ہے میرے صحابہؓ کی شان یہ ہے کہ وہ خود بھی سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں اور یہ سیدھا راستہ خود انہوں نے نہیں اپنایا بلکہ اللہ نے ان کی رہنمائی فرمائی اس کے مطابق چلتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ تین چیزیں ہمارے سامنے آگئیں، کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا، حضور ﷺ کی سنتوں کو اپنانا اور خلفائے راشدین کی سنت اور طریقوں کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں

یہی نہیں بلکہ مشکوٰۃ شریف میں رزینؒ [1] کے حوالے سے ایک روایت بیان کی ہے اَصْحَابِی کَالنُّجُوم میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں، ستاروں کے ذریعے اندھیری راتوں میں لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں اور راستوں پر چلتے ہیں اسی طرح جب فتنے اور گمراہیاں ہوں گی اور قسم قسم کے حالات پیدا ہوں گے اس وقت میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، جیسے ستاروں کی روشنی میں راستہ مل جاتا ہے اسی طرح میرے صحابہ کی زندگیوں میں اور ان کے طریقوں میں اور ان کے حالات میں تمہیں گمراہی سے بچنے کا سیدھا راستہ مل جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا: اصحابی کالنجوم میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں بایھم اقتدیتم اھتدیتم [1] ان میں سے جن کی بھی اقتدا اور اتباع کروگے

---

(۱) حضرت امام رزینؒ: حضرت امام ابوالحسن رزین بن معاویہ العبدری حدیث کے بہت بڑے امام گزرے ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے بھی ان کے حوالے سے روایت کی ہیں۔ حافظ حدیث تھے۔ فن حدیث میں آپ کی کتاب "کتاب التجرید فی الجمع بین الصحاح" عظیم شاہکار ہے۔ ۵۳۵ھ کے بعد وفات ہوئی۔

(۲) عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ: اصحابی کالنجوم فبأیھم اقتدیتم اھتدیتم رواہ رزین، باب مناقب الصحابۃ الفصل الثالث مشکوۃ المصابیح، ص ۵۵۴)

راہیاب ہو جاؤ گے۔ اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت اور طریقوں کو زندگی میں اپنانے والوں کو "اہل سنت والجماعت" کہتے ہیں۔

بدعت کی قباحت

اور جو شخص کتاب اللہ کے راستے سے ہٹ کر، سنت رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر، حضرات صحابہ کے طریقے، خلفائے راشدین کے طریقوں کے خلاف کوئی چیز یا طریقہ اپنائے وہ اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں، وہ اہل بدعت میں سے ہے۔ اور اہل بدعت میں تو بعض بدعتیں وہ ہیں کہ جو انسان کو کفر تک پہونچا دیتی ہیں۔ بعض بدعتیں وہ ہیں جن کی وجہ سے انسان سخت گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کے لئے بڑے سخت عذابات اور وعیدیں بیان فرمائی ہیں۔ مشہور حدیث ہے، ابھی جو میں نے عرض کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَحْسَنَ الْکَلَامِ کَلَامُ اللّٰہِ "بہترین کلام اللہ کا کلام ہے۔" وَخَیْرُ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ "اور بہترین طریقہ اور راستہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے"۔ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ[1] "اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہ شخص جہنم کے اندر جائے گا۔"

تو کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، خلفائے راشدین اور صحابہؓ کی زندگی میں جس کا کوئی ثبوت نہ ہو اس کو بدعت کہتے ہیں۔ ایسی بدعت کے بارے میں کتنی بڑی سخت وعیدیں ہیں کہ وہ شخص گمراہ ہے اور گمراہی میں مر جائے گا۔

بدعت گمراہی کیوں ہے؟

سوال یہ ہوتا ہے کہ بدعت کو گمراہی کیوں کہا گیا؟ دوسرے گناہوں کو مثلاً ایک

---

(1) مشکوٰۃ شریف عن مسلم شریف باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۳۰

آدمی چوری کرتا ہے زنا کرتا ہے اور کوئی گناہ کر لیتا ہے اس کو حدیث میں گمراہی نہیں کہا گیا، اس کی وجہ علماء بتلاتے ہیں کہ دین میں جتنی نئی چیزیں جن لوگوں نے پیدا کی وہ اس کو دین سمجھ کر کر رہے ہیں، عبادت سمجھ کر کر رہے ہیں تو اس لئے ان کو کبھی توبہ کی توفیق نہیں ہوتی اور گمراہی میں ہی مر جاتے ہیں۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی

جو آدمی کسی گناہ کو برا سمجھ کر کرے، ایک انسان زنا کر لیتا ہے، واقعی زنا بہت بڑا گناہ ہے لیکن امید ہے کہ اس کے دل میں ضرور کھٹکا پیدا ہوگا کہ میں اچھا کام نہیں کر رہا ہوں، چوری کرنے والا چوری تو کر لیتا ہے لیکن دل میں کھٹکا اور نفرت پیدا ہوتی ہے کہ میں اچھا نہیں کر رہا ہوں، جب تک اس کے دل میں گناہ کی برائی ہے یہ امید ہے کہ کبھی نہ کبھی اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے لیکن بدعت کا کام انجام دینے والا وہ تو اس کو ثواب سمجھ رہا ہے، دین اور عبادت سمجھ کر کر رہا ہے، اس کو برائی نہیں سمجھتا، جب برائی نہیں سمجھتا تو وہ کبھی توبہ نہیں کرے گا، وہ تو گمراہی کے اندر مر جائے گا۔ بہر حال منشا عرض کرنے کا یہ ہے کہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، خلفائے راشدین اور صحابہؓ کے راستے سے ہٹ کر جو شخص دین میں کوئی بھی نئی چیز پیدا کرے اس کو بدعت کہا جاتا ہے۔

سنت کے خلاف عبادت پر ثواب نہیں

ایمان کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز ہے لیکن اس کے باوجود نماز اسی وقت عبادت ہے، اسی وقت اس پر ثواب ملے گا جب کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو اور اس وقت میں جہاں آپ ﷺ نے بتلایا، اس موقع سے پڑھی جائے، اس جگہ پر پڑھی جائے جہاں آپ ﷺ نے بتلایا، نماز ایک اہم عبادت ہے، کیسی

عبادت؟ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے المصلی یناجی ربہ[1] نماز پڑھنے والا اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے اور راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے، اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ جیسے ایک دوست اپنے دوست سے چپکے چپکے تعلق اور راز کی بات کرتا ہے ویسے ہی مومن نماز میں اللہ کے اتنا قریب ہوجاتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سورج طلوع ہونے کے وقت، غروب ہوتے وقت اور استوائے شمس کے وقت بھی میں نماز پڑھوں گا تو اس پر وہ ثواب کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ[2] کی روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے ان تین مواقع پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔[3]

تین وقت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

نماز عبادت ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے جس وقت پر بتلایا اسی وقت پر عبادت، جہاں آپ ﷺ نے منع فرمایا وہاں کوئی پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ[4] فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے فجر کی نماز شروع کی، سورج طلوع ہونے سے ایک

---

[1] عن أبي هريرةؓ يقول: إذا صلى أحدكم فلا يلتفت إنه يناجي ربه وإن ربه أمامه وإنه يناجيه فلا يلتفت. (كنز العمال، ج ۸، ص ۸۳)

[2] عقبہ بن عامرؓ: عقبہ بن عامر الجہنیؓ کی کنیت ابوحماد تھی۔ آپ قرآن کریم کے زبردست قاری تھے۔ امیر معاویہؓ کی جانب سے مصر کے گورنر تھے اور جنگ صفین میں امیر معاویہؓ کے ساتھ تھے۔ شام کی فتوحات کے معرکوں میں بھی شامل تھے۔ آپ سے ابن عباسؓ، ابو عبسؓ، ابوایوبؓ، ابوامامہؓ وغیرہ صحابہ اور تابعین کی بڑی جماعت نے روایت حدیث کی ہے۔ ۵۸ھ میں مصر میں وفات ہوئی۔

[3] عن عقبة بن عامر الجهني قال ثلث ساعات كان رسول الله ﷺ ينهانا أن نصلي فيهن أو نقبر فيهن موتانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترتفع وحين يقوم قائم الظهيرة حتى تميل وحين تضيف للغروب حتى تغرب (ترمذی شریف، ابواب الجنائز، باب ما جاء في كراهية الصلوة عند طلوع الشمس وعند غروبها ا/ ۲۰۰)

[4] امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ: مسلک حنفی کے سالار قافلہ، مجتہد مطلق، امام اعظم ابوحنیفہ کا نام ...

منٹ پہلے ایک رکعت اس نے پڑھ لی اب دوسری رکعت میں سورج طلوع ہو گیا تو چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس وقت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا اس لئے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جن اوقات میں نماز کی ہدایت دی اسی وقت میں نماز عبادت ہے اور جب منع فرمایا تو وہ نماز نہیں ہوگی بلکہ گناہ ہوگا۔

عید کا روزہ حرام ہے

ایسے ہی روزہ رکھنا کتنے ثواب کی بات ہے، نفلی روزے کے لئے کتنے فضائل بیان کئے گئے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے رمضان کے پورے روزے رکھے اب عید کا دن اتنا خوشی کا دن، انعام کا دن ہے اس دن بھی میں روزہ رکھوں گا تاکہ اور اللہ کا انعام حاصل کروں، اگر اس دن وہ روزہ رکھے گا تو انعام سے محروم ہوگا کیونکہ جناب رسول ﷺ نے پانچ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔

عید کا دن اللہ کی دعوت کا دن

عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذی الحجہ [1]، فرمایا: ان

…. نعمان بن ثابت ہے۔ آپ کے والد ثابت نوان کے والد حضرت علیؓ کی ملاقات کو لے گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ثابت اور ان کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ انہیں دعاؤں کا ظہور امام صاحب ہیں۔ ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ ریشمی کپڑوں کے بڑے تاجر تھے۔ پھر کسب علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابتداء میں علم کلام میں مہارت حاصل کی اور شہرت پائی۔ پھر فقہ اور حدیث کی طرف رخ کیا اور اس مقام پر پہنچے کہ بڑے بڑے محدثین اور فقہا آپ کے قدر شناس ہوئے۔ آپ تابعین میں سے ہیں اور کئی تابعین سے علم حاصل کیا ہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بہت بڑی ہے جن میں امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ، امام حسن بن زیادؒ، عبداللہ ابن مبارکؒ وغیرہم مشہور ہیں۔ حضرت امام کی وفات ۱۵۰ھ میں بغداد میں ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

(۱) عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ نهى عن صيام يومين يوم الفطر ويوم النحر. (باب تحريم صوم يومي العيدين، مسلم شريف ۱/۳۶۰)

دنوں کے اندر اللہ کی طرف سے دعوت ہے فإنها ايام اكل وشرب وبعال[1] اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے لئے یہ کھانے پینے کا دن ہے، اب اللہ کی طرف سے دعوت کا دن ہے اس دن روزہ رکھے تو اللہ کی دعوت سے منہ موڑنا ہوا، اعراض کرنا ہوا، اس پر سخت گناہ ہوگا روزہ رکھنے سے۔

جو حکم شریعت نے دیا اس کو بجالانا ہی اطاعت ہے

اب اگر کوئی سر پھرا کہے: ارے تم کو کیا ہو گیا روزہ اتنی بڑی عبادت ہے اور عید کے دن روزہ رکھنے سے مجھ کو روکتے ہو، اس کو یہی کہا جائے گا چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے عید کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے، تو جہاں روزہ کا حکم ہے وہیں عبادت جہاں حکم نہیں ہے منع کیا گیا وہ روزہ حرام ہو جاتا ہے۔ اس طرح کی بہت ساری مثالیں شریعت کے اندر ہیں۔ عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہ تاکید کی کہ میرے ہی طریقے کو اپناؤ، اس طریقے سے ایک بال برابر بھی فرق پڑنے نہ پائے کہ تم ہٹ جاؤ۔

نماز اشراق کی فضیلت

ہمارے کتنے بھائی ماشاء اللہ اشراق کا اہتمام کرتے ہیں، فجر کی نماز کے بعد سے سورج کے طلوع ہونے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر تسبیحات کے معمولات پورے کرتے ہیں، اشراق پڑھ کے جاتے ہیں۔ بڑی فضیلت ہے، حدیث میں ہے کہ ایک سریہ یعنی صحابہؓ کی ایک جماعت جہاد میں تشریف لے گئی، تھوڑے سے وقت میں گئی اور بہت جلدی آ گئی اور بہت سارا مال غنیمت کا ان کو ملا، اس پر بعض صحابہ کرامؓ بڑا تعجب کرنے لگے

---

[1] عن نبيشة الهذلى قال قال رسول الله ﷺ ايام التشريق ايام اكل وشرب. (باب تحريم صوم ايام التشريق، مسلم شريف ۱/۳۶۰)

کہ یہ جماعت گئی تھوڑا وقت لے کر کے اور مال غنیمت بہت سارا ان کو مل گیا، اللہ کے رسول ﷺ نے اس موقع پر فرمایا: اس سے بھی زیادہ تھوڑے وقت میں اس سے بھی زیادہ غنیمت اور ثواب کی چیز نہ بتلاؤں؟ پھر آپ نے اس موقع پر فرمایا کہ فجر کی نماز کے بعد جو شخص اسی جگہ پر اپنی حالت پر بیٹھا رہے دنیا کی کوئی بات نہ کرے وضو نہ توڑے اور پھر سورج طلوع ہو اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ اس سے بھی کم وقت میں اس کو ملے گا۔[1] یہ آخرت کی غنیمت آخرت کا ثواب ہے۔

عید کے روز نماز اشراق نہیں

لیکن عیدین کے موقع پر عیدگاہ جا کر اگر کوئی شخص کہے کہ سنت نماز اور اشراق کی نماز برسوں سے میری نہیں چھوٹی ہے میں معمول کیوں چھوڑ دوں مجھے تو آج اشراق پڑھنا ہی ہے، تو اُسے کہا جائے گا کہ وہاں پڑھے گا تو گنہگار ہوگا۔ چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ نماز کی حرص اور شوق کس کو ہو سکتا ہے، اس کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ سے ایک بھی موقع پر عیدین سے پہلے گھر میں بھی اور عیدگاہ پر بھی نماز پڑھنا ثابت نہیں ہے،[1] گھر میں بھی آپ ﷺ نے نہیں پڑھی اور عیدین کے موقع پر بھی نہیں پڑھی۔

---

[1] عن ابی هريرةؓ قال: بعث رسول الله ﷺ بعثاً فاعظموا الغنيمة واسرعوا الكرة فقال رجل: يا رسول الله! ما رأينا بعثاً قط أسرع كرة ولا أعظم غنيمة من هذا البعث؟ فقال: ألا أخبركم بأسرع كرة منه وأعظم غنيمة رجل توضأ فأحسن الوضوء ثم عمد إلى المسجد فصلى فيه الغداة ثم عقب بصلوة الضحوة فقد أسرع وأعظم الغنيمة رواه ابو يعلى ورجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۲۳۵)

[1] عن ابن عباسؓ أنّ رسول الله ﷺ خرج يوم اضحى او فطرٍ فصلّى ركعتين لم يصلِّ قبلها وبعدها۔ (صحیح مسلم شریف، کتاب صلوۃ العیدین، ج ۱، ص ۲۹۱)

دین اسلام ہی اللہ کی ایک مضبوط رسّی

تو میرے بھائیو! عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں کتاب و سنت کی رسی دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا ہے اور جو شخص اس کو چھوڑ دے گا یقیناً وہ گمراہ ہوجائے گا۔ اسی بنا پر اللہ کے رسول ﷺ نے دین اسلام ہی کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کی اور دیگر مذاہب کی طرف جانے یا ان کی طرف رخ کرنے سے سخت منع کیا ہے، قرآن نے بھی اور حدیث نے بھی۔

ادخلوا فی السلم کافۃ

قرآن پاک کی میں نے ایک آیت تلاوت کی ﴿یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدوٌ مبین﴾[1] اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ یعنی مسلمان ہوجاؤ، آدھے تیتر آدھے بٹیر نہ رہو۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو، بیشک شیطان کھلم کھلا تمہارا دشمن ہے۔

عبد اللہ بن سلامؓ کا اسلام اور ایک آیت کا شان نزول

یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی اس کا شان نزول مختصر میں بتادوں تو ساری بات سمجھ میں آجائے گی کہ دین اسلام کی کیا اہمیت ہے اور دیگر ادیان کی طرف مائل ہونا یا غیروں کے طریقوں پر مائل ہونے کی کتنی قباحت ہے۔ مشہور مفسر علامہ محمود آلوسی[2] نے اپنی تفسیر

---

[1] تفسیر روح المعانی، پارہ ۲، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۸، ص ۹۷

[2] علامہ سید محمود آلوسی بغدادیؒ آپ کے جداعلیٰ قصبہ آلوس کی وجہ سے آلوسی کہلائے۔ آپ بڑے محقق و مدقق تھے۔ فراغت علوم کے بعد مسند تدریس پر فائز ہوئے، پھر حنفی مسلک کے مفتی اعظم مقرر ہوئے۔

روح المعانی میں اس کے شان نزول یعنی کس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اس کا واقعہ ذکر کیا ہے۔ یہ آیت حضرت عبداللہ ابن سلامؓ[1] اور ان کے کچھ رفقاء کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ ابن سلام یہودی تھے اور یہود کے بہت بڑے عالم تھے، تورات کے اندر جناب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی علامات انہوں نے پڑھی تھی اس کا مطالعہ کیا تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر کہا: یہ جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں انہوں نے اسلام قبول کرنے کی درخواست کی۔ حضرت عبداللہ ابن سلامؓ کس مقام کے آدمی تھے پہلے میں اس کو بھی بتادوں، حضرت عبداللہ ابن سلامؓ یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، یہود میں ان کا بہت اونچا مقام تھا اور عالم اسلام یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد بھی وہ ان صحابہؓ میں شمار ہوئے جو اپنے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے جن کی بات پر دوسرے صحابہ بھی عمل کیا کرتے تھے، اتنا اونچا مقام تھا حضرت عبداللہ ابن سلامؓ کا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں تشریف لائے حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا تو ان کے دل میں اللہ کے رسول ﷺ کی محبت رچ بس گئی اس لئے انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ میری

... شب جمعہ خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کے دروازے بند کر دینے اور پھر کھول دینے کا حکم فرمایا، جس کی آپ نے تعمیل فرمائی۔ پھر اس کی تعبیر یہ فرمائی کہ قرآن عزیز کی تفسیر لکھائی جائے گی، چنانچہ آپ نے تفسیر لکھی اور وزیر اعظم علی رضا نے آپ کے ہاتھ سے اس تفسیر کا نام "روح المعانی" رکھا۔ آپ کے ہاتھوں کا لکھا ہوا نسخہ استنبول راغب پاشا کے کتب خانے میں موجود ہے۔ سنہ ۱۲۷۰ھ میں وفات ہوئی۔ آپ کی تصنیفات ۵۲ سے متجاوز ہے جن میں "تفسیر روح المعانی" علم تفسیر میں گراں قدر اور مستند ذخیرہ ہے۔

(1) حضرت عبداللہ ابن سلامؓ: نام عبداللہ ابن سلام ہے، کنیت ابو یوسف اسرائیلی تھی۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ پہلے یہودی تھے اور یہود کے بڑے عالم تھے، اسلام لانے کے بعد صحابہ میں بھی بڑے عالم شمار ہوتے تھے۔ بلکہ اصحاب افتاء میں سے ہیں۔ آپ سے آپ کے دو بیٹے یوسف اور محمد اور بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے۔ سنہ ۴۳ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

قوم جو ہے یہودی بڑی دوغلی قوم ہے دوزخی قوم ہے، آج بھی اس قوم کا یعنی عزرائیل کے یہودیوں کا یہی حال ہے، یہ خاص ان میں برائی ہے وہ دوغلے پن کی اس لئے آپ ﷺ ان سے بچتے رہیں۔

دوزخی قوم

یہودی جب حضور ﷺ کی خدمت میں آتے تو پھر کفار میں جا کر ان کو کہتے کہ ہم تو ایسے ہی مذاق کرنے کے لئے گئے تھے اور حضور کی خدمت میں آتے تو میٹھی چکنی چپڑی باتیں کرنے کے لئے آتے، اس طرح دوغلا پن اور دوزخا پن ان میں تھا۔ اس لئے انہوں نے حضور ﷺ کو تنبیہ کردی کہ میری قوم دوزخی ہے ان سے بچتے رہیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ ابن سلامؓ نے جب یہ بات کہی تو چند یہودی آرہے تھے، حضرت عبداللہ ابن سلام پیچھے کی طرف بیٹھ گئے کہ نظر نہ آئیں، جب حضور ﷺ کی خدمت میں وہ لوگ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: عبداللہ ابن سلام تمہارے درمیان کیسے آدمی ہیں، ان کو تم کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: **هو خيرنا ومخيرنا** ارے عبداللہ ابن سلام تو ہماری قوم کے بہترین آدمی ہیں خیر ہی خیر ہے ان کی ذات میں، ان کی نسل میں، بہترین آدمی ہیں۔ بعض نے کہا:

هو عالم ابنُ عالم ابن عالم ابن عالم.

عبداللہ ابن سلام کے بارے میں آپ کیا بات کرتے ہیں، وہ تو خود عالم ان کے باپ بھی عالم ان کے دادا بھی عالم ان کے پردادا بھی عالم، علم کا سلسلہ ان کے خاندان میں چلا آرہا ہے، اتنے بڑے عالم ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا: اگر وہ ایمان لے آئے تو تم کیا کروگے؟ کہا: یہ تو ہو ہی نہیں سکتا، اتنا بڑا عالم اور آپ تو ان پڑھ آدمی ہیں، آپ پر کیسے ایمان لا سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے پوچھا: اگر ایمان لے آئے تو تم کیا کروگے؟ کہا:

ہو رات تو بڑا عالم اگر ایمان لے آئے تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ عبد اللہ ابن سلام پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، کھڑے ہوئے اور سب کے سامنے فرمایا: اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله.

جیسے ہی کلمہ پڑھا ان کے حواس باختہ ہوگئے۔ اسی مجلس میں کہنے لگے وہ یہودی: اے محمد! آپ جانتے ہو یہ کون ہے؟ شرنا وشیرنا ہماری قوم کے بدترین آدمی ہیں۔ فوراً بدل دی بات، کہا: هو جاهل ابن جاهل ابن جاهل ابن جاهل، کہا وہ خود بھی جاہل ان کے باپ بھی جاہل دادا بھی جاہل پردادا بھی جاہل سب جاہل۔ ابھی تک تو بڑے عالم تھے اب سب سے بڑے جاہل بتادیا۔ بہرحال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ بڑے درجے کے صحابی ہیں، یہ لوگ بھی ان کو بڑے عالم مانتے تھے۔ وہ تو ایمان کا اظہار کیا تو بات انہوں نے بدل دی۔ یہ آیت انہی کے متعلق نازل ہوئی۔ اور کیوں نازل ہوئی؟ یہودیوں کے مذہب میں یہ اونٹ وغیرہ کے گوشت کھانے کی ممانعت تھی، اونٹ کے گوشت کی ان کے یہاں اجازت نہیں تھی۔ تو حضرت عبد اللہ ابن سلام نے ایمان اور اسلام جب قبول کرلیا تو معلوم ہوا کہ اسلام میں تو اونٹ کا گوشت، بکری کا گوشت، گائے کا گوشت یہ سب کھانا جائز ہے، حلال ہے۔ عبد اللہ ابن سلامؓ چونکہ توریت کے عالم تھے انہوں نے زندگی میں کبھی اونٹ کا گوشت نہیں کھایا تھا، انہوں نے برابر عمل کیا توراۃ کے اس حکم پر۔ اب اسلام لاچکے تو اسلام کے اندر تو اونٹ کا گوشت کھانا حلال ہے، اسلام کا تقاضا ہے کہ اس کو کھانا چاہئے۔ لیکن عبد اللہ ابن سلامؓ کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا اور یہ خیال آیا ان کے دل میں کہ میں نے زندگی میں کبھی اونٹ کا گوشت نہیں کھایا، اب میں حلال سمجھ رہا ہوں اسلام لانے کی وجہ سے، لیکن اب چونکہ کھایا نہیں زندگی میں اس لئے اب بھی نہیں کھاؤں گا۔ بہت سے ہوتے ہیں کہ وہ گوشت نہیں کھاتے، ان کی طبیعت چاہتی نہیں ہے

تھیں وہ صرف کہتے ہیں اس کو لیکن اس وقت جو ماحول تھا اس وقت عبداللہ ابن سلام کے دل میں خیال آیا اگر وہ اس پر عمل کرتے تو اس سے یہ احتمال ہوتا کہ عبداللہ ابن سلام کے بارے میں لوگوں میں یہ بات ہوتی کہ عبداللہ ابن سلام کہاں پورے مسلمان ہوئے ہیں۔ اب اگر وہ اس پر عمل کر لیتے کہ اونٹ کا گوشت کھانے میں حرج ہے اور نہیں بھی کھاتے تو یہودی ان کو اس بارے میں طعنہ دیتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ ابن سلام کا یہ گوشت نہ کھانے کا عمل یہودیوں کے مشابہ ہو جاتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے جلیل القدر صحابی کے بارے میں یہ آیت اتاری:

یٰایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ گوشت کھانا شروع کر دو اونٹ کا ورنہ یہودیوں کے طریقے کے ساتھ تمہاری مشابہت ہو جائے گی۔ اگر نہیں کھایا تو اسلام میں مکمل داخل نہیں ہو گے۔ حالانکہ گوشت کھانا تو جائز چیز تھی کوئی ضروری تو نہیں ہے لیکن اگر اس وقت وہ نہ کھاتے ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے تو یہودیوں کو یہ موقع ملتا اور ان کا یہ عمل یہودیوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والا ہو جاتا۔ اس لئے قرآن پاک میں فرمایا: اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ کسی چیز کے بارے میں تمہارے دل کے اندر وسوسہ نہ آئے۔ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین شیطان کے وسوسوں پر عمل مت کرو۔

دینِ اسلام کامل ہے اس کی اتباع کرو

الحمد للہ یہ کہ ایمان کتنی اہم دولت ہے اور یہ اسلام کتنی اہم دولت ہے۔ اس میں تو یہاں تک ہے کہ آپ اپنے اندر ذرہ برابر بھی اس کو پسند نہیں کیا۔ اور اتنے بڑے صحابی کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

تمہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں اس طرح سے وسوسہ ڈال کر کامل مسلمان ہونے سے اور اسلام کے اندر پورے داخل ہونے سے روک دے۔ اسی لئے شرک اور شرک جیسی چیزوں سے قرآن اور حدیث نے روکا۔

حضرت عمرؓ کا حجرِ اسود سے خطاب

حضرت عمر ابن خطابؓ[1] نے حجرِ اسود کو جب بوسہ دیا تو فرمایا: اے حجرِ اسود! اے پتھر! میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ تو نفع پہونچا سکتا ہے اور نہ تو نقصان پہونچا سکتا ہے۔[2] آپ نے علی الاعلان حاجیوں کے درمیان یہ بات کہی کہ لوگ جان لیں کہ اس پتھر کی کیا حیثیت ہے۔ فرمایا: پتھر! میں جانتا ہوں کہ تیری یہ حقیقت ہے کہ تو پتھر ہی ہے، نہ کسی کو نقصان پہونچا سکتا ہے اور نہ نفع پہونچا سکتا ہے۔ اگر میں نے اللہ کے رسول کو تجھ پر بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ یہ اعلان حضرت عمرؓ نے کیوں فرمایا؟ تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ حجرِ اسود کی ہم عبادت کر رہے ہیں یا حجرِ اسود سے کوئی منتیں یا حاجتیں مانگ رہے ہیں۔ سنت بھی بتادی، چونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو چوما تھا اس

---

[1] حضرت عمر بن خطابؓ: امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق تھا۔ ۶ نبوی میں مسلمان ہوئے۔ آپ کے اسلام لانے پر آسمانوں پر بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ ۱۳ھ/۶۳۴ء میں خلیفہ ہوئے۔ آپ کا زمانہ خلافت دس سال سے زیادہ ہے۔ آپ کی خلافت کا زمانہ صدیق اکبرؓ کے بعد ہے۔ آپ کی بیٹی حفصہ حضور ﷺ سے بیاہی گئیں۔ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کے صاحبزادے ہیں۔ ۵۳۹ روایات آپ سے مروی ہیں۔ ۲۳ھ/۶۴۴ء میں ابولؤلؤ نامی مجوسی نے آپ کو حالت نماز میں خنجر مارا اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ حضرت صہیب رومیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں حجرہ عائشہؓ میں مدفون ہیں۔

[2] عن عابس بن ربیعة عن عمر رضی اللہ عنه أنه جاء إلی الحجر فقبله فقال إنی أعلم أنک حجر لا تنفع ولا تضر ولو لا أنی رأیت رسول اللہ ﷺ یقبلک ما قبلتک۔

(ابوداؤد شریف، باب فی تقبیل الحجر، ج ۱، ص ۲۵۸)

لئے ہم پوجتے ہیں، لیکن اس لئے نہیں کہ یہ کوئی خدا ہے اور نفع نقصان کا مالک ہے۔ اس بنا پر ہم اس کو نہیں پوجتے۔ کتنی میٹھی روی کی بات ہے کہ سنت تو ادا کر لی ہے لیکن سنت کے طریقے سے اس کو بت قرار دینا، خدا قرار دینا، نفع نقصان کا مالک قرار دینا یہ درست نہیں۔ اسی بنا پر جہاں اللہ کے رسول سے ایسی چیزیں ثابت نہیں وہاں اس کو ختم کیا گیا۔

حضرت عمرؓ کا حدیبیہ کے درخت کو کاٹ دینا

صلح حدیبیہ ایک واقعہ ہے، قرآن پاک میں بھی اس کا تفصیلی ذکر ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرامؓ سے بیعت لی تھی۔ اصل میں حضور ﷺ اور چودہ سو صحابہ کرام کا قافلہ عمرے کے لئے نکلا لیکن کفار مکہ نے عمرے کے لئے جانے سے روک دیا۔ حضرت عثمان[1] گفتگو کے لئے گئے تو حضرت عثمانؓ کے متعلق یہ خبر اڑی کہ حضرت عثمان کو شہید کر دیا گیا۔ اس وقت اللہ کے رسول نے سب سے بیعت لی تھی کہ حضرت عثمان کے قتل کا بدلہ لیں گے۔ سب صحابہ نے بیعت کی تھی اور حضور ﷺ سے عہد کیا تھا کہ ہم بدلہ لیں گے۔ بعد میں خبر جھوٹی نکلی۔[2] بہرحال جس درخت کے نیچے حضور ﷺ نے حضرات صحابہ سے بیعت لی تھی قرآن پاک میں اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تذکرہ ہی نہیں

---

[1] حضرت عثمان غنیؓ: امیر المومنین، حیا کے پیکر، ذوالنورین، عثمان بن عفان اموی قرشی ابتدائی مسلمانوں میں سے ہیں، حبشہ کی دونوں ہجرت میں شامل رہے ہیں، غزوۂ بدر میں اپنی بیوی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی بیماری کے سبب رسول اللہ ﷺ کے حکم سے شریک نہ ہو سکے۔ اور بیعت رضوان میں حضور ﷺ نے انہیں مکہ بھیجا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت کی تھی۔ حضور ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں رہیں۔ محرم الحرام ۲۴ھ کو خلیفہ مقرر ہوئے۔ ۳۵ھ میں ظالموں نے آپ کو قرآن پڑھتے ہوئے شہید کر دیا۔ عمر مبارک ۸۲ یا ۸۸ سال ہوئی۔ آپ کی خلافت کا زمانہ ۱۲ سال رہا۔ ایک بڑی جماعت نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کی مرویات کی تعداد ۱۴۶ سے متجاوز ہے۔

[2] بخاری شریف، باب غزوۃ الحدیبیۃ، کتاب المغازی، ج ۲، ص ۵۹۷

بلکہ ان صحابہ کرامؓ کے لئے اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اعلان کردیا۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ [1] بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ راضی ہوگیا ان لوگوں سے، ان صحابہ سے کہ جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی درخت کے نیچے، وہ بڑی مبارک جگہ تھی۔ بعد میں ایسا ہوا کہ لوگ آتے جاتے اس درخت کے نیچے بیٹھتے کہ اللہ کے رسول نے صحابہ سے اس جگہ بیعت لی تھی، تو اس درخت کے نیچے راحت کے لئے آتے جاتے لوگ بیٹھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ آج تو برکت کے طور پر لوگ بیٹھ رہے ہیں کل بعد میں آنے والی نسل کہیں اس کی پوجا پاٹ شروع نہ کردے، تو اس درخت ہی کو کاٹ کر کے رکھ دیا تاکہ شرک یہاں پیدا نہ ہو اور غیروں کی طرح یہاں بھی شرک اور بت پرستی شروع نہ ہوجائے۔ کتنا زیادہ صحابہ ان چیزوں سے دور رہا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا تورات پڑھنا اور حضور ﷺ کا غصہ ہونا

بہرحال ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطابؓ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تورات کا ایک نسخہ لائے اور آپ کے سامنے پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور غصہ کے مارے بدل گیا، حضرت ابوبکرؓ بھی بیٹھے تھے، فرمایا کہ عمر! تمہیں کیا ہوگیا، تم نہیں دیکھ رہے ہو حضور ﷺ کے چہرے کو، تو عمرؓ نے دیکھا کہ حضور ﷺ تو بہت غصے میں آگئے تو فوراً پناہ مانگی رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولا ونبیا۔ اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ۔ کہ میں اللہ کے اور اس کے رسول کے غصے سے پناہ چاہتا ہوں، جب بار بار کہتے رہے تو اللہ کے رسول کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا پھر آپ نے فرمایا کہ عمر! تمہیں اپنے دین کے بارے میں شک و

---

[1] سورۃ الفتح، تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۶، ص ۱۰۶

شبہ ہے، کیا یہ دین کامل نہیں ہے کہ تمہیں دوسری کتابوں کو دیکھنے کی ضرورت پڑی ہے؟ پہلی قوموں کے لوگ اپنے دین و کتاب کے بارے میں ایسے شک کرتے تھے اسی وجہ سے وہ ہلاک ہوگئے۔ (۱)

اسلام مکمل دستورِ حیات ہے

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ دین مکمل ہے، اب کوئی چیز اس میں مزید پیش کرنے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی﴾ [المائدۃ: ۷] آج ہم نے تمہارا دین مکمل کردیا۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ نے جب مکمل کردیا ہے تو ہمیں کوئی چیز اس میں داخل کرنے کی ضرورت ہی نہیں، نہ تو کوئی چیز کم ہوسکتی ہے۔

دین کی مثال چکی کی سی ہے

اسی بناء پر ایک حدیث پاک میں عجیب مثال دی گئی اس دین کی جو حضور ﷺ نے پیش کیا، حدیث میں اس کو چکی سے تعبیر کیا گیا، چکی کی مثال دی گئی کہ میرا لایا ہوا دین جو ہے وہ چکی کی طرح ہے۔ پہلے زمانہ میں عورتیں جو پتھروں سے چکی پیستی تھیں علماء لکھتے ہیں کہ چکی کے ساتھ دین کو مشابہت دینے میں کیا تعلق اور کیا مناسبت ہے اور علاقہ مشابہت

---

(۱) عن جابر أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی رسول اللہ ﷺ بنسخة من التوراة فقال یا رسول اللہ هذه نسخة من التوراة فسکت فجعل یقرء ووجه رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال ابوبکر ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجه رسول اللہ ﷺ فنظر عمر إلی وجه رسول اللہ ﷺ فقال أعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسوله رضینا باللہ ربا وبالإسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا. فقال رسول اللہ ﷺ: والذی نفس محمد بیده لو بدا لکم موسی فاتبعتموه وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیا وأدرک نبوتی لاتبعنی رواه الدارمی. (مشکوٰۃ ص ۳۲)

کیا ہے؟ تو اس کی کیا وجہ ہے؟ ایک تو عورتیں جب چکی پیستی تھیں تو اس کو اس طرح گھماتی تھیں کہ کوئی بھی دیکھنے والا سمجھے گا کہ یہ چکی کے تابع ہے چکی اس کے تابع نہیں ہے۔ اس سے جتلانا مقصود ہے کہ تم میرے دین کے تابع ہو جاؤ دین کو اپنے تابع مت کرو، جیسے چکی کے تابع ہو جاتی ہے عورت، اسی وجہ سے چکی چلتی ہے اسی طرح دین کے تابع ہو جاؤ دین کو اپنے تابع مت کرو، اپنی خواہش کے مطابق دین میں کوئی چیز پیدا مت کرو۔

دین کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جیسے چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے، کوئی گوشہ خالی نہیں ہوتا ہے، ایسے ہی میرا دین زندگی کے ہر شعبہ کے لئے مکمل ہے، اس میں کوئی تشنگی نہیں ہے کہ فلاں شعبہ خالی رہ گیا اب وہاں کیا حکم ہوگا؟ فلاں چیز کی کوئی تعلیم ہمیں معلوم نہیں اس کا کیا حکم ہوگا؟ چکی کا آٹا چاروں طرف گرتا ہے ایسے ہی دین کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے، اب اس میں کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہی۔ بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر قوموں کے ساتھ مشابہت سے سخت طریقے سے منع کیا ہے، قرآن میں بھی حدیث میں بھی بہت اچھی مثال ہے، اس کو میں طویل کرنا بھی نہیں چاہتا ہوں خلاصہ کے طور پر بس یہ عرض کرنا ہے۔

تین وقتوں میں نماز مکروہ ہونے کی وجہ

میں نے ابھی حدیث پیش کی عقبہ ابن عامرؓ کی کہ تین اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے سے منع کیا، اس کی کیا وجہ؟ حدیث کی کتابوں میں اس کی وجہ لکھی ہے کہ اس موقع پر لوگ شیطان کی پوجا کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، یعنی بعض لوگ سورج کی پرستش کرتے ہیں سورج نکلتے وقت اور ڈوبتے وقت[1] اب اگر ہم بھی اس وقت نماز پڑھیں

ہے تو اس سورج پرستوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے گی۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے اس موقع پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ دیکھئے نماز عبادت ہے لیکن غیر قوموں کی عبادت کے ساتھ مشابہت کا وقت ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ بہرحال عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ دین اسلام تو ایک مکمل دین ہے، مکمل دستور حیات ہے، مکمل قانون ہے۔ اس میں کسی کی پالش کی ضرورت نہیں۔

شیطان کا انسانوں کو گمراہ کرنے کا طریقہ

لیکن شیطان اور وہ لوگ جو شیطان کے پیروکار اور متبعین ہوا ہیں ان حضرات نے پھر بھی دین کے اندر بہت ساری چیزوں کو پیدا کر دیا۔ دیکھو شیطان کھلم کھلا یہ نہیں کرتا کہ انسان کی شکل میں آجاوے اور کسی مسلمان کو کہے کہ چل اللہ تعالیٰ کا انکار کر، حضور ﷺ کو گالی دے، قرآن شریف کو نجاست میں ڈال، کیونکہ جو بھی مسلمان ہو گا دینی اعتبار سے وہ اس کو مارنے دوڑے گا اور اس کو دو چار طمانچے رسید کر دے گا، اسلئے یہ نہیں کیا کرتا ہے۔ بلکہ شیطان جو ہے انسان کو گمراہ اس طریقہ سے کرتا ہے جیسے نجاست کے اوپر کوئی سونے یا چاندی کا ورق لپیٹ کر دے دے، اندر نجاست ہے لیکن کوئی سمجھے گا یہ تو بھئی سونے چاندی کا خوبصورت پیالہ ہے مٹھائی ہے، حالانکہ اندر تو نجاست ہے۔ ایسے ہی اندر گمراہی ہوتی ہے لیکن ظاہر میں شیطان جو ہے ان کے اعمال کو اور گمراہیوں کو مزین کر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس وجہ سے لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور شیطان کے نقش قدم پر چل کر اپنے ایمان کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔

... عن عمرو بن عبسة قال قدم النبي ﷺ المدينة فقدمت المدينة فدخلت عليه فقلت اخبرني عن الصلوة فقال صل صلوة الصبح ثم اقصر عن الصلوة حين تطلع الشمس حتى ترتفع فانها تطلع حين تطلع بين قرني الشيطان وحينئذ يسجد لها الكفار الخ. (مسلم شريف، باب اوقات الصلوة الخمس، ج ۱، ص ۲۷۲)

محرم الحرام احترام والا مہینہ

اس وقت مجھے خاص بات یہ عرض کرنی ہے کہ ہمارا محرم الحرام کا مہینہ شروع ہونے
محرم کو حق ہے قابل احترام، حرمت و عزت والا مہینہ۔ ہم لوگ عام طور سے یہ سمجھتے ہیں اور
یہ بات لوگوں میں مشہور ہے کہ محرم کا مہینہ اس لئے احترام والا ہے یا اتنی عظمت والا ہے کہ اس
میں حضرت حسینؓ[1] کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے
جب سے دنیا بنائی اور انسانوں کو آباد کیا اسی وقت سے سالوں کا اور مہینوں کا نظام چل رہا
ہے۔ اس لئے محرم کا مہینہ آج سے نہیں بہت قدیم زمانہ سے یہ مہینے چل رہے ہیں۔
محرم، صفر، ربیع الاول جو بھی مہینہ آتا ہے یہ پہلے سے ہے۔ اب محرم الحرام زمانۂ جاہلیت
میں بھی لوگوں کے درمیان قابل احترام تھا قرآن پاک میں خود فرمایا گیا یہ چار مہینے جو ہیں
وہ حرمت والے احترام والے ہیں۔ ان میں سے ایک مہینہ یہی ہے اور تین ساتھ میں
گذرتے ہیں ذی القعدہ، ذی الحجہ اور محرم الحرام اور ایک مہینہ رجب کا۔ یہ چار مہینے احترام
والے ہیں۔ وہ مشرکین اور کافر باوجودیکہ شرک و کفر میں بھی تھے لیکن ان مہینوں کا احترام
کرتے تھے وہاں میں لڑائی اور قتل و قتال بند کر دیتے تھے، اتنا احترام کرتے تھے۔ معلوم ہوا
کہ یہ مہینہ پہلے ہی سے احترام والا ہے۔

---

[1] حضرت امام حسینؓ: جنت کے نوجوانوں کے سردار، رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور حضرت علیؓ و فاطمہؓ
کے لال ہے۔ حضرت حسین بن علی کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ ۵ شعبان ۴ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ ۵۸ سال کی عمر
پا کر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ کو جمعہ کے روز عراق کے کربلا میں شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھ اس وقت آپ
کے خاندان کے ۲۳ افراد کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ اور آپ کے بیٹے زین العابدین اور آپ کی دو
بیٹیاں فاطمہ و سکینہ آپ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

محرم کی وجہ سے شہادت حسینؓ کا درجہ بڑھ گیا

حضرت حسینؓ کو شہادت کا جو عظیم مقام ملا وہ اس حرمت والے مہینے میں ملا اس سے اور زیادہ شہادت کا مقام اونچا ہو گیا۔ شہادت خود ایک اونچا مقام ہے اور پھر اس حرمت والے مہینہ میں شہادت ہوئی تو اور زیادہ اونچے درجات، ثواب اور ترقیات آخرت میں جنت میں اللہ تعالیٰ بڑھائیں گے۔ تو حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے کیا ہوا یہ ماننا غلط ہے۔ اس وقت دو تین باتیں فقط عرض کرنی ہیں کہ اس مہینہ میں کیا سنت ہے اور کیا بدعت؟

عاشوراء کا روزہ مسنون ہونے کی وجہ

سنت سے تو ایک ہی چیز ثابت ہے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہ دسویں محرم کو جس کو ہم عاشورہ کہتے ہیں اس دن روزہ رکھنا۔ اس دن دیکھئے اللہ کے رسول ﷺ نے روزہ کا حکم دیا لیکن یہودیوں کی مخالفت کا بھی حکم دیا۔ ان کے طریقے کے مطابق روزہ رکھنا نہیں ہے۔ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی لوگ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ لوگ کیوں روزہ رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس دن حضرت موسیٰ کو اور ان کی قوم یعنی بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی اور اس دن فرعون غرق ہو گیا، حضرت موسیٰ اور ان کی قوم بنی اسرائیل آزاد ہو گئے اس فرعون کی قوم اور وہ سب دریا میں ڈوب کر غرق ہو گئے، پھر آج بھی اس کی لاش کو اللہ نے باقی رکھی عبرت کے لئے، اس کے شکریہ میں یہودی عاشورہ کو روزہ رکھتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: موسیٰ سے زیادہ تو ہم قریب ہیں اس لئے ہمیں بھی روزہ رکھنا چاہئے۔

عاشوراء کے روزے میں یہود کی مخالفت

لیکن فرمایا کہ یہودی لوگ بھی چونکہ اس دن روزہ رکھتے ہیں اس لئے فرمایا کہ اگر

آئندہ سال میں زندہ رہا تو ایک روزہ اس میں اور ملاؤں گا۔[1] تو یہاں بھی روزے کا حکم دیا لیکن ان کے طریقے سے ہٹ کر کہ تم دو روزے رکھو ۹،اور ۱۰، علماء لکھتے ہیں کہ ۹ کا نہ رکھ سکیں تو دس اور گیارہ کا رکھ لیں، لیکن ایک ہی روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے خلاف اولی ہے۔ ایک ہی چیز حدیث سے ثابت ہے کہ عاشورہ کا روزہ رکھا جائے۔

عاشوراء کے روزے کی فضیلت

اس روزے کی فضیلت حدیث کی کتابوں میں بتلائی گئی، اللہ کے رسول حضور ﷺ کا ارشاد ہے: مجھے امید ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنے سے گذشتہ ایک سال کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے[2] اب ایک سال کے گناہ سے کیا مراد ہے؟ کہا چھوٹے چھوٹے گناہ، صغیرہ گناہ معاف ہوں گے اور بڑے گناہ جو کبیرہ گناہ ہیں ان کے لئے توبہ کرنا یعنی ان پر ندامت کرنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا یہ ضروری ہے تب ہی جا کر وہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔ ایک سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے،ایک چیز تو یہ ہے۔

عاشوراء کے دن اہل وعیال پر رزق میں وسعت کرو

اور دوسری چیز ہے اس دن اپنے اہل وعیال پر عام دنوں کے مقابلے میں کچھ کھانے پینے میں زیادہ وسعت کرنا اور کچھ زیادہ کھلانے پلانے کا اہتمام کرنا۔ لیکن یہ بھی

---

[1] عن عبد اللہ بن عباس یقول حین صام رسول اللہ ﷺ یوم عاشوراء وأمر بصیامہ قالوا یا رسول اللہ إنہ یوم تعظمہ الیہود والنصاری فقال رسول اللہ ﷺ فإذا کان العام المقبل إن شاء اللہ صمنا الیوم التاسع قال فلم یأت العام المقبل حتی توفی رسول اللہ ﷺ . (مسلم شریف، باب صوم یوم عاشوراء، ج ۱، ص ۳۵۷)

[2] عن أبی قتادۃ أن النبی ﷺ قال: صیام یوم عاشوراء إنی أحتسب علی اللہ أن یکفر السنۃ التی قبلہ. (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الحث علی صوم یوم عاشوراء، ج ۱، ص ۱۵۸)

اس لئے نہیں ہے کہ زیادہ کھلانے پلانے کو کوئی عبادت کہا گیا حدیث میں، بلکہ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ جو ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی روزی سال بھر تک وسیع فرمادیں گے۔[۱]

حضرت سفیان ثوریؒ[۲] فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس دن اگر کھانے پینے میں وسعت کی بھی جائے تو اس میں ثواب اور عبادت کی نیت نہ کرے۔ اگر ثواب اور عبادت کی نیت کرے گا تو یہ کھلانا پلانا بھی کسی طریقے پر درست نہیں ہوگا کیونکہ یہاں تو کھلانے پلانے پر کوئی ثواب نہیں ہے۔ حدیث میں فقط اتنا ہے کہ اللہ نے جو ذمہ داری رکھی ماں باپ پر بال بچوں کے کھلانے پلانے کی اس پر ثواب ملتا ہے جو ملتا رہتا ہے۔ پھر اس دن کھلانے پلانے پر کوئی زیادہ ثواب کی فضیلت نہیں ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ سال بھر روزی میں اللہ تعالیٰ وسعت فرمائیں گے۔ اس کو ضروری سمجھ کر، سنت سمجھ کر اور ثواب سمجھ کر نہیں کرنا ہے۔ بس یہ دو بات ثابت ہے۔

محرم کی خرافات اور ان کی حُرمت

اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہمارے معاشرے میں خصوصاً ہمارے ان مشرقی علاقے میں ایشیا کے ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں وہ ساری حرام اور بدعت ہے۔ تعزیہ بنانا اور اس کے سامنے مرادیں مانگنا اور منتیں مانگنا، ماتم کرنا اور اس کے علاوہ جو بھی خرافات ہیں وہ سب کے سب حرام ہیں ناجائز ہیں۔ تو یہ خرافات ہمارے اندر کہاں سے آگئی یہ بتلانے

---

(۱) من وسع على نفسه وأهله يوم عاشوراء وسع الله تعالى عليه سائر سنة. (كنز العمال، ج ۸، ص ۲۶۳، بحوالہ الاستذكار لابن عبد البر)

(۲) حضرت سفیان ثوریؒ: امام المسلمین، مجتہد مطلق، علم حدیث کے زبردست امام، زہد و تقویٰ کے پیکر ابو سفیان بن سعید ثوری کوفہ کے رہنے والے تھے۔ سلیمان بن عبد الملک کے عہد میں ۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ سے جلیل القدر تابعین اور محدثین نے روایت کی ہے۔ ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات ہوئی۔

ہے کہ محرم کے دنوں میں ماتم کرنا شیعہ اور روافض کا طریقہ ہے اہل سنت والجماعت کا طریقہ نہیں ہے۔ اور اگر کوئی اس محرم کو حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی اس وجہ سے ماتم کرتا ہے تو ان سے زیادہ حقدار تو آپ کے نانا اللہ کے رسول ﷺ ہیں کہ آپ کی وفات پیر کے دن ہوئی تو ربیع الاول میں پیر کے دن نو یا بارہ تاریخ جو بھی اقوال ہیں اس دن کو ماتم منایا جائے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق[۱] اس کے لائق ہیں کہ ان کا دن سوگ منایا جائے اور ماتم کیا جائے۔ لیکن کوئی بھی اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے دن ماتم نہیں کرتا اور حضرت حسینؓ کی شہادت پر کیوں ماتم کرتے ہیں؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ان کے ماننے والوں سے شکایت کی کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ لیکن بعض لوگ اندھے ہیں، یہ سمجھتے ہی نہیں کہ قرآن وحدیث اور اللہ والوں نے کیا کہا۔

محرم کی خرافات بریلوی علماء کے یہاں بھی حرام ہیں

بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ یہ تعزیہ اور اس میں جو ساری چیزیں ہیں یہ خاص طور پر دعوت وتبلیغ سے تعلق رکھنے والے اور علمائے دیوبند ان چیزوں سے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ ارے اس سے تو قرآن وحدیث نے منع کیا ہے، یہ کوئی پاگل تو نہیں ہو گئے کہ اپنی طرف سے کوئی منع کریں۔ پہلی بات تو یہ کہ اصل میں قرآن و

[۱] حضرت ابوبکر صدیقؓ: انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں سب سے زیادہ افضل شخص، جن کو جنت کے دروازے سے اپنی طرف بلائیں گے، وہ ابوبکر کا نام عبداللہ بن عثمان ابوقحافہ تھا، آپ قریشی تھے۔ مردوں میں سب سے پہلا اسلام لانے والے ہیں۔ ہجرت میں حضور ﷺ کے خاص ساتھی رفیق تھے آپ کے وزیر اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ تھے۔ حضور ﷺ کے ڈھائی سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے، دو سال خلافت ۳ ماہ رہی۔ حضور ﷺ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہؓ کے والد ہوتے ہیں۔ ۲۲ جمادی الآخری ۱۳ھ کو مغرب وعشاء کے درمیان وفات پائی۔ حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ سے بہت سے صحابہ وتابعین نے روایت حدیث کی ہے۔

حدیث نے منع کیا لیکن جن علماء کے متعلق یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے یہاں یہ جائز اور باعث ثواب ہے ان کے یہاں بھی فتاویٰ اور کتابوں میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ

مولانا احمد رضا خاں بریلوی [1] کا ایک رسالہ ہے اس کا نام ہی ہے "رسالہ محرم وتعزیہ داری" اس کے صفحہ ۵۹ پر مولانا احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ تعزیہ بنانا حرام ہے۔ دوسری بات فرمائی کہ تعزیہ سے منتیں مانگنا یہ زنانہ فعل ہے، عورتوں کا فعل ہے اور حماقت اور بے وقوفی کی بات ہے۔ ان کی دوسری کتاب ہے "عرفان شریعت" اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ اگر تعزیہ راستے سے گذرے تو اس سے اعراض کر لینا چاہئے منہ موڑ لینا چاہئے اس کی طرف دیکھنا بھی جائز نہیں۔

اب بتائیے کہ جن حضرات کے متعلق یہ گمان کرتے ہیں انہوں نے تو خود اس کو حرام قرار دیا اس کو حماقت اور عورتوں کا ایک فعل قرار دیا کہ ایسی چیزیں تم کیوں کرتے ہو جو بے وقوفوں کی بات ہے۔ اور انسان معمولی سی عقل سے بھی سوچیں کہ واقعہ یہ ہے کہ کاغذ لکڑی کی چیزیں جو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی اور آج سمجھتے ہیں کہ یہی میری مراد پوری کرے گا، یہی ہماری منت پوری کرے گا۔ یہ حرام ہے ناجائز ہے۔ شریعت میں کوئی گنجائش نہیں اور سخت بدعت ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ یہ کفر اور شرک تک پہنچا دیتی ہیں۔

---

[1] مولانا احمد رضا خاں بریلوی: بریلوی مشرب کے روح رواں، بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں۔ نام احمد رضا، ان کی کنیت نعمتی تھا، ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ کو بریلی میں ہوئی۔ ۱۵ سال کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ ہو کر زیارت حرمین شریف کے لئے گئے۔ وہاں کے علماء سے بھی علم حاصل کر کے ہندوستان آ کر تصنیف، فتویٰ اور اثبات حق کا اپنا مشغلہ بنایا۔ ان کی اکثر تصانیف اہل حق کے رد میں ہے۔ تفسیر حدیث وغیرہ خصوصاً تفسیر، ویسے کا چیز العقائد کی تھی۔ ان کی تفسیر میں کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی کتابوں میں فتاویٰ رضویہ، حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ مع الفیوض الملکیہ مشہور ہیں۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو وفات ہوئی۔

شیطان کا ایک مؤثر ہتھیار "بدعت"

دیکھو شیطان یہ نہیں کہتا ہے کہ تم ایمان چھوڑ دو، اللہ کی عبادت چھوڑ دو، نماز چھوڑ دو، وہ نماز کے ساتھ ہی ان چیزوں کو ملا دیتا ہے۔ ماشاء اللہ داڑھی بھی ہے نماز بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے، اب ذرا یہ بھی تو کرلو تعزیہ بھی بنالو، اس سے منتیں بھی مانگ لو۔ کفار مکہ نے اللہ کا انکار نہیں کیا ہے، دیکھو اللہ تعالیٰ کو تو وہ مانتے تھے لیکن شیطان نے ان کو یہی سمجھایا کہ یہ جو بت ہے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ سے تم کو قریب کرنے والے ہیں، تمہارا مرتبہ ان کے ذریعہ بڑھ جائے گا۔ قرآن نے صاف کہا: ﴿ولئن سالتهم من خلق السموات والأرض ليقولن الله﴾ [سورة العنكبوت، آیت ۶۱، پارہ ۲۱] "آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا کون ہے تو وہ ضرور بالضرور کہیں گے کہ اللہ ہے۔" مانتے تھے تو وہ موقع بموقع قسم کھاتے تھے کلا ورب الکعبة کہ کعبہ کے رب کی قسم، اگر یہ اللہ کو مانتے نہیں تھے تو پھر قسم کیوں کھاتے تھے؟ ضرور مانتے تھے لیکن ان کے اندر بھی شرک کی بیماری تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ کو تو ہم مانتے ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بڑے بڑے کنٹراک فلاں فلاں بتوں کو دے رکھے ہیں۔ کوئی بیمار ہوتا ہے تو اللہ نے شفا کا کنٹراک فلاں بت کو دے دیا ہے، اور بارش برسانے کا کنٹراک فلاں بت کو دے دیا ہے، بچے اور اولاد دینے کا جو کنٹراک ہے فلاں بت کو دے دیا ہے۔ تو کفار مکہ یہ کہتے بھی تھے اور اللہ کو مانتے بھی تھے تو بھی وہ ایمان والے ہوئے؟ تو جو مسلمان تعزیہ سے مرادیں مانگے، منتیں مانگے، اس کو خدا کا درجہ دیوے، اس کی عبادت کرے تو بتلایئے اس کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟ کیا نماز پڑھنا، اللہ کو ماننا وہ اس کے ایمان کو باقی رکھے گا؟ لیکن پتہ نہیں شیطان نے بڑا جال اور بڑا فریب میں ڈال دیا ہے کہ لوگ اس سے نکلنا ہی نہیں چاہتے۔ حقیقت میں یہ بدعات ہمارے ملکوں میں کہاں سی آئی؟

یہ خرافات عرب ممالک میں نہیں ہیں

وہ ممالک کہ جہاں پر قرآن و حدیث اتری، قرآن و حدیث پر تحقیق ہوتی رہی ہے، دیکھ لیجئے وہاں یہ خرافات نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ایک عرب اتفاق سے محرم کے دنوں میں ہندوستان آئے ہوئے تھے، پڑھے لکھے نامور آدمی تھے، انہوں نے دیکھا کہ ماتم ہو رہا ہے وہ پیٹ کوٹ رہے ہیں تعزیے نکالے ہوئے ہیں، کہا: یہ کیا ہے؟ بتلایا گیا: حضرت حسینؓ کی شہادت کی وجہ سے یہ سوگ اور ماتم منا رہے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ اچھا حضرت حسینؓ کی شہادت کو تو تیرہ سو سال گذر گئے، ایسا معلوم ہوتا ہے تیرہ سو سال کے بعد ہندوستان میں آج خبر پہنچی ہوگی ماتم منا رہے ہیں۔ وہ یہی سمجھے یہاں کے لوگوں نے یہ کبھی دیکھا نہیں۔ وہ یہ سمجھے کہ تیرہ سو سال کے بعد آج یہ خبر پہنچی اس لئے ماتم منا رہے ہیں۔ بہرحال یہ چیزیں جو ہیں اصل میں ایک طویل زمانے سے ہمارے یہاں شیعہ اور روافض سے اختلاط کی وجہ سے آگئی ہیں۔

شیعہ اور روافض ایمان والے نہیں ہیں

شیعہ اور روافض اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں ہیں بلکہ ان کے عقائد جو ان کی کتابوں میں لکھے ہیں اس کے اعتبار سے دائرۂ ایمان میں بھی داخل نہیں، جو ان چیزوں کا حامل ہے ان عقیدوں کے اعتبار سے ان کا ایمان نہیں ہوگا۔ جو ان کی کتابوں میں لکھا ہے وہ چار باتیں ان میں سے عرض کر دوں تو اندازہ ہوگا کہ ایمان اور اسلام کو کس طریقے سے انہوں نے نقصان پہنچایا۔ ان کی جو مشہور کتابیں ہیں ان میں "اصول کافی" بہت مشہور کتاب ہے اور بھی بہت ساری کتابیں ہیں۔

روافض کا عقیدۂ تقیہ

سب سے پہلے تو یہ بات سمجھئے کہ روافض اور شیعہ حضرات کے یہاں ایک چیز ہے جس کو تقیہ کہتے ہیں اور ان کے یہاں یہ ایمان کا جز ہے اور اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ تقیہ کا مطلب یہ ہے کہ اصل بات کو چھپانا اور دوسری بات کو ظاہر کرنا، اس کو دوسرے الفاظ میں ہم نفاق کہتے ہیں۔ دل میں ایک بات چھپاؤ اور جو دل میں ہو اس کے علاوہ دوسری بات کہو اس کو تقیہ کہتے ہیں۔ ایسی باتیں کرنا ان کے یہاں ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ لوگوں کے سامنے جو بات ظاہر کرتے ہیں وہ حقیقت کے خلاف ہے اسی بنا پر ان کی کتابیں بھی بہت گندی ہیں۔ پہلے ہمارے علماء کو موصول نہیں ہوئی تھی بعد میں پھر بہت ساری کتابیں ہمارے بزرگوں اور علماء کے ہاتھ آئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ ان میں سے فقط دو چار باتیں بتلاتا ہوں۔

شیعہ حضرات کا قرآن پر ایمان نہیں

ان کی ''اصول کافی'' وغیرہ کتب میں لکھا ہے کہ یہ جو موجودہ قرآن پاک ہے اس میں سے بہت سارا حصہ ضائع ہو گیا، برباد ہو گیا ہے۔ اصل جو قرآن پاک ہے ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ دیکھئے جب یہ لوگ اس قرآن پاک کو اصلی قرآن ہی نہ مانیں تو ان کے ایمان کا کیا حال ہوگا؟ ایک روایت ان کی کتابوں میں لکھی ہے کہ وہ قرآن پاک جو اصل میں اترا تھا اس قرآن پاک میں سترہ ہزار آیتیں تھیں سترہ ہزار آیتیں۔ ہم جو قرآن پاک پڑھتے ہیں سب جانتے ہیں کہ ۶۶۶۶ آیتیں قرآن پاک میں ہیں کوئی کمی بیشی نہیں ۶۶۶۶ آیتیں۔ اس اعتبار سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک دو حصے قرآن کے غائب ہو گئے، برباد ہو گئے، اب فقط ایک حصہ باقی ہے قرآن کا۔ اس کے بارے میں ان کی

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ[1] کا صحیفہ ہمارے پاس پہونچا تھا اس میں سے دو تہائی حصہ تو برباد ہوگیا ضائع ہوگیا، اب ایک حصہ باقی ہے۔ یہ موجودہ قرآن جو ہے اس میں ضائع شدہ دو حصوں کا ایک لفظ اور ایک حرف بھی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ جو پورا قرآن ہے یہ بنایا ہوا ہے زائد ہے وہ جو دو حصے ضائع ہوگئے اصل وہی تھا۔ اس کی کوئی باتیں قرآن کے اندر ہیں ہی نہیں۔ یہ ان کا عقیدہ ہے قرآن کے متعلق۔

شیعوں کی باری تعالیٰ کے متعلق گستاخی

دوسرا ایک خطرناک عقیدہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے غلطی ہوسکتی ہے، اور آج تک اللہ تعالیٰ سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب میں روایت لکھی ہے کہ اس عقیدے پر ایمان رکھنا ضروری ہے، جو آدمی اس پر عقیدہ نہیں رکھے گا ایمان والا نہیں ہوگا۔ وہ کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ جو بھی نبی دنیا میں اتارا گیا وہ دو چیزیں لے کر آیا ایک شراب کو اس نے حرام کہا اور دوسرے یہ کہا اللہ کے متعلق عقیدہ رکھو کہ اللہ سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ یہ بات اس بنیاد پر ان کے یہاں مشہور ہے ایک جملہ ہے اس کو بھی سن لیجئے۔

شیعوں کا عقیدہ جبرئیل سے خطا ہوگئی ہے

اب قرآن کس پر اترا؟ ساری دنیا کے مسلمان جو اہل سنت والجماعت ہیں اس پر

---

[1] حضرت فاطمہؓ: حضور ﷺ کی لاڈلی اور چہیتی بیٹی اور تمام عورتوں کی سردار۔ حضرت فاطمہؓ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے حضور ﷺ کی بیٹی ہیں۔ رمضان ۲ھ میں حضرت علیؓ سے نکاح ہوا اور ذوالحجہ میں رخصتی ہوئی۔ ان دونوں کی اولاد میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، زینبؓ، ام کلثومؓ، رقیہؓ ہیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے ٹھیک چھ ماہ بعد ۲۸ سال کی مختصر عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے بعد حضرت فاطمہؓ سے زیادہ سچا کسی کو نہیں دیکھا۔

سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر اترا ہے۔ ان کی کتابوں میں یہ عبارت لکھی ہے "مقصود علی بود جبرئیل خطا کرد" قرآن اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے قرآن کو اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ[1] کے پاس بھیجنا چاہتے تھے "مقصود علی بود" کہا کہ حضرت علیؓ کو قرآن پہنچایا جائے "جبرئیل خطا کرد" جبرئیل نے غلطی کر دی۔ حضرت علیؓ کو پہنچانے کے بجائے انہوں نے محمد ﷺ کو پہنچا دیا۔ دوسرا تعجب ہی ختم ہو گیا۔ رہ ہی کیا اس میں۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا جبرئیل نے غلطی کر دی۔ محمد ﷺ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ میرے پاس غلطی سے قرآن آ گیا۔ حضرت علیؓ کو پتہ بھی نہیں چلا کہ میرا قرآن حضور ﷺ کے پاس چلا گیا۔ اب یہ شیعہ روافض تھے جن کو اب پتہ چلا کہ اللہ میاں سے بھی غلطی ہو گئی، جبرئیل امین سے بھی، حضرت علیؓ سے بھی اور حضور ﷺ سے بھی نعوذ باللہ من ذلک۔ تو اس طرح کے ان کے عقائد ہیں۔

ایک شیعہ سے میرا مکالمہ

ایک دفعہ میں بیرونی ایک جگہ سفر میں گیا، پشاور سے ہوائی سفر کرتے جانا تھا۔ اتفاق سے رمضان کا پہلا ہی روزہ تھا میں سفر میں ہو گیا اور میں نے روزہ رکھا۔ میرے ساتھ ایک ہمارے اور شاگرد بھی تھے تو ہم ایئرپورٹ پر بیٹھے تھے جہاز کے انتظار میں، تو قریب میں ایک شخص تھا، تھوڑی سی داڑھی ترشی ہوئی تھی، میں تو یہ سمجھا کہ یہ ماشاء اللہ مسلمان

[1] حضرت علیؓ: خلیفہ رابع امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب حضور ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ کنیت ابوالحسن و ابوتراب تھی۔ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ غزوہ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں حضور ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ میں خلیفہ مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو مسند خلافت پر بیٹھے۔ زمانہ خلافت ۴ سال ۹ مہینے ہے۔ عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی نے آپ پر ۱۷ رمضان کو کوفہ کی جامع مسجد میں تلوار سے حملہ کیا جس کے تین دن بعد شہادت نصیب ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے بیٹے حضرت حسنؓ نے پڑھائی۔ عمر مبارک ۶۳ سال ہوئی اور آپ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔

وہ سیدھے راستہ پر نہیں۔ اس آیت کو مانتے ہو تو تمہارا عقیدہ حضرت معاویہؓ کے بارے میں یہ نہیں۔ تم تو یہ کہتے ہو کہ تین چار صحابہ فقط مسلمان تھے ایک حضرت علیؓ ایک حضرت صہیب رومی[1] حضرت بلال حبشیؓ[2] اور سلمان فارسیؓ[3] بس یہ ایمان والے ہیں باقی سب صحابہ تو حضور ﷺ کے بعد کافر ہو گئے مرتد ہو گئے نعوذ باللہ۔ تمہاری کتاب میں ہے یا نہیں لکھا ہوا؟ اس کا جواب بھی کیا دیتا۔ دبے دبے الفاظ میں کہنے لگا: میں نے کہا کہ پوری دنیا میں

---

(۱) حضرت صہیب رومیؓ: حضرت صہیب رومی وہ صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر سب سے زیادہ تکلیف برداشت کی اپنا سارا مال اس کے لئے قربان کر دیا اور ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آیت اتاری ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله۔ آپ کی کنیت ابو یحییٰ تھی آپ اصلاً عراق کے موصل شہر کے ہیں۔ رومیوں نے وہاں حملہ کر کے آپ کو قید کر لیا تھا۔ بڑے ہو کر مکہ آئے اور پھر عبداللہ بن جدعان کے ہاتھ فروخت ہو گئے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اور آپ دونوں ساتھ میں اسلام لائے۔ ۳۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی ۷۰ سال عمر ہوئی تھی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(۲) حضرت بلال حبشیؓ: اسلام کے سب سے پہلے مؤذن اور حضور ﷺ کے مؤذن حضرت بلال بن رباحؓ نے اسلام لانے پر وہ تکلیفیں برداشت کیں کہ قلم میں سب سے پہلے آپ کا اسلام ظاہر ہوا۔ پہلے امیہ بن خلف کے غلام تھے اس نے سخت تکلیفیں دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ ہجرت اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر سیدنا واعتق سیدنا یعنی ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد شام ہجرت کر گئے تھے ۶۳ سال کی عمر پا کر ۲۰ھ میں دمشق میں وفات پائی وہیں مدفون ہیں۔

(۳) حضرت سلمان فارسیؓ: وہ صحابی ہیں جن کے لئے جنت مشتاق ہے۔ اصلاً فارس (ایران کے اصفہان) کے رہنے والے تھے۔ آپ دین حق کی تلاش میں نکلے تو اول نصرانی ہوئے اور بہت کی مشقتیں برداشت کیں۔ کچھ لوگوں نے آپ کو عرب میں مدینے کے یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا وہاں غلامی میں اسلام قبول کیا۔ آپ ہی نے جنگ احزاب کے موقع پر خندق کا مشورہ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدل کتابت کی ادائیگی میں مدد فرمائی۔ حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا: سلمان منا من اهل البيت سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔ ۲۵۰ سال کی عمر پائی۔ حضور ﷺ نے بہت سی احادیث میں آپ کی تعریف کی ہے۔ ۳۵ھ میں مدائن میں وفات پائی۔ آپ سے حضرت انسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔

اسلام ان صحابہؓ کے ذریعہ پھیلا، قرآن نے خود کہا انہیں لوگوں کا ایمان قبول ہوگا جو صحابہؓ کی طرح ایمان لائیں، تم تو سب ہی صحابہؓ کو کافر مانتے ہو تو تم ایمان والے ہوئے کہاں سے؟ تمہاری فلاں کتاب میں یہ جملہ لکھا ہے کہ نہیں " جبرئیل خطا کرد مقصود علی بود" جبرئیل نے غلطی کردی وحی لانے میں، مقصود تو علیؓ کو پہونچانا تھا۔ جب تم قرآن کو نہیں مانتے ہو، حضور ﷺ کو نہیں مانتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ حضرت علیؓ پر وحی آنی چاہئے تھی محمد ﷺ پر آگئی تو تم نے محمد ﷺ کو مانا ہی نہیں تو تم ایمان والے کیسے ہوئے؟

وہ بیچارہ کہنے لگا کہ مولانا صاحب! مجھے یہ بات بتلاؤ کہ اگر میں اس عقیدہ پر مرگیا تو میں جہنم میں جاؤں گا؟ میں نے کہا: ہاں یقیناً تم جہنم میں جاؤگے، پھر اس نے میرا ایڈریس لیا اور کہا کہ آپ کی ضرور ملاقات کروں گا۔ میں مہینہ بھر وہاں رہا لیکن پھر وہ مجھ سے ملاقات کرنے نہیں آیا۔ لیکن اس کو یہ ضرور اثر ہوا کہ واقعی یہ باتیں بالکل بیہودہ ہیں جو ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ جو محرم اور تعزیہ داری اور ماتم اور سارے خرافات ہیں، انہیں رافضیوں کا طریقہ ہے جو ہمارے اندر آگیا ہے۔ اب بتلائیں کہ اگر ہم ان چیزوں کو اپنائیں، ثواب سمجھیں اور عبادت سمجھیں تو اس سے ہمارے ایمان کو کتنی ٹھیس پہونچے گی۔

شیعوں کے یہاں متعہ جائز اور ثواب ہے

میں ایک اور بات بتلاؤں کہ ان کے عقائد میں ایک عقیدہ ہے کہ متعہ جائز ہے۔ متعہ کس کو کہتے ہیں؟ نکاح کو تو سب جانتے ہیں کہ دو گواہوں کے سامنے عوام الناس یعنی مسلمانوں کی جماعت کے سامنے باقاعدہ نکاح ہو اور اسی کا حکم قرآن وحدیث کے اندر ہے۔ اس کے بالکل بالمقابل متعہ ہے۔ متعہ کا مطلب ہے کسی بھی عورت کو تھوڑی دیر، تھوڑے دنوں کے لئے کچھ روپیہ پیسہ دے کر اس کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنا، یہ ناجائز ہے۔ وہ

کہتے ہیں کہ متعہ کرنا ایمان کا اہم جزو ہے، کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ متعہ نہ کرے، یعنی جب تک زنا نہ کرے مومن نہیں ہو سکتا نعوذ باللہ من ذلک۔

متعہ کی فضیلت پر موضوع روایت

اور اس سے بھی خطرناک عجیب بات کہی ہے اور اس کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کی ہے، حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے۔ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے فلیتبوأ مقعدہ من النار [1] اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جس نے وہ بات نہیں کی میری طرف وہ بات منسوب کرے من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار بخاری و مسلم کی روایت ہے اور علماء نے اسے متواتر میں سے شمار کیا ہے۔ وہ لوگ ایک روایت کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں، میں نہیں کہہ رہا ہوں وہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی شخص ایک مرتبہ متعہ کرتا ہے تو وہ حضرت حسینؓ کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے اور دو مرتبہ میں مرتبہ حسنؓ [2] کو پہنچ جاتا ہے اور تیسری مرتبہ کرتا ہے تو حضرت علیؓ کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اور چوتھی مرتبہ میں میرے درجہ پر پہنچ جاتا ہے یعنی حضور ﷺ کے درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ زنا ایسا ہے کہ اس کو دیگر مذاہب کے لوگ بھی برا مانتے ہیں اس کی بھی فضیلتیں ان لوگوں کے یہاں بیان کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کی بات انہوں نے نقل کی کہ حضور ﷺ معراج

---

[1] عن ابی هريرة عن النبي ﷺ قال من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار. (بخاری شریف، باب اثم من كذب على النبي ﷺ، ج ۱، ص ۲۱)

[2] حضرت امام حسن بن علیؓ [illegible] حضور ﷺ کے [illegible] بن علی کی کنیت ابو محمد تھی [illegible] حضرت علیؓ کے بعد [illegible] اور [illegible] جب حضرت علیؓ [illegible] تو آپ نے [illegible] خلافت [illegible] آپ [illegible] حضرت امیر معاویہؓ [illegible] بقیع میں مدفون ہیں۔

پر گئے نعوذ باللہ وہ کہتے ہیں کہ وہاں سے جو تحفہ لائے ہیں وہ متعہ ہے کہ وہاں سے مجھے پیغام ملا کہ آپ کی امت میں جو بھی متعہ کرے گا میں اس کی مغفرت کر دوں گا۔ یعنی اس طرح کے خرافات والا بیہودہ مذہب ہے۔ اصل میں یہ باتیں وہ ظاہر کرتے ہی نہیں۔ ابھی میں نے پہلے ہی بنیادی بات کہی کہ ان کا مذہب ہے کہ اصلی مذہب کی باتیں ظاہر نہ کرو، دوسری باتیں ظاہر کرو۔ اس لئے میرے بھائیو! عرض کرنے کی بات یہ ہے کہ ایسی بیہودہ باتیں ہمارے معاشرہ میں پھیل گئی ان شیعوں کے ساتھ رہنے سے۔

شیعہ لوگ ماتم کیوں کرتے ہیں؟

تعزیہ ان کا طریقہ ہے اور ماتم یہ کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ بھی سن لیجئے۔ یہ حضرات ماتم کیوں کرتے ہیں؟ ان کے نزدیک شہادت کا جو مقام انسان کو ملتا ہے جس کو قرآن پاک نے تو کہا کہ ﴿ولا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات بل احياء عند ربهم يرزقون﴾ (سورة البقرة، پارہ ۲، آیت ۱۵۴) "جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو تم مردہ مت کہو وہ تو اللہ کے یہاں زندہ ہیں اور ان کو رزق دیا جاتا ہے۔" دیکھو یہ فضیلت کہ وہ تو زندہ ہیں اللہ کے یہاں۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ شہید کا خون زمین پر گرنے سے پہلے پہلے سارے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔ اور قیامت کے دن اپنی قبر سے اٹھے گا تو اسی طرح اٹھے گا کہ خون کے فوارے نکلتے ہوں گے اور اس سے مشک کی خوشبو پھیلتی ہوگی۔ (۱) بڑے فضائل ہیں اس کے۔ لیکن ان کے یہاں شہادت بہت نحوست والی چیز ہے اور چونکہ حضرت حسینؓ شہید ہو گئے تو وہ ایک منحوس چیز ان

(۱) عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال والذي نفسي بيده لا يكلم احد في سبيل الله والله اعلم بمن يكلم في سبيل الله الا جاء يوم القيامة واللون لون الدم والريح ريح المسك (بخاري شريف، باب من يجرح في سبيل الله، ج ۱، ص ۳۹۲)

کے مقدر میں ہوتی اس لئے یہ روتے ہیں پیٹتے ہیں ماتم کرتے ہیں تعزیہ بناتے ہیں۔ اور ہم الحمد للہ اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کو اللہ نے مقام شہادت عطا کیا۔ ان کے ساتھ جن دشمنوں نے جو کام کیا وہ بہت برا کیا اس کی سزا وہ سب بھگتیں گے۔ لیکن حضرت حسینؓ کو اس سے جو مقام ملا وہ سیدا شباب اھل الجنة کہ حسنؓ و حسینؓ اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو وہاں جو انعام دیں گے ابھی اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ تو اس وجہ سے وہ اس دن ماتم کرتے ہیں۔ ہمارے لوگ بھی ماتم کرتے ہیں تعزیے بناتے ہیں اور اس میں مشغول ہو جاتے ہیں، تو کیا ہم بھی شہادت کو منحوس سمجھتے ہیں؟ اگر شہادت منحوس ہے تو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ جو شہید ہوئے اور غزوہ احد میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہوئے، حضرت حمزہؓ [1] جو سید الشہداء کہلائے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ کیا یہ سب منحوس ہیں۔ لیکن ان کا یہ باطل عقیدہ ہے۔ اس لئے یہ روتے ہیں اور پیٹتے ہیں اور اپنے آپ کو ماتم میں مشغول کرتے ہیں۔ بہر حال ضرورت ہے کہ ان خرافات سے اپنے آپ کو بچائیں۔

اہل بیت کی شان میں گستاخی شیعوں کی جانب سے

دوسری ایک روایت یاد آگئی، ان کی کتابوں میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت حسینؓ کا نطفہ جب حضرت فاطمہؓ کے پیٹ میں برقرار ہو گیا تو جبرئیل امین حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور یوں فرمایا کہ یہ تمہارا لڑکا پیدا ہوگا لیکن تمہاری امت اس کو قتل کردے

---

(1) حضرت امیر حمزہؓ سید الشہداء، ابو عمارہ حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب حضور ﷺ کے چچا اور رضاعی بھائی ہوتے ہیں۔ عمر میں حضور ﷺ سے دو سال بڑے تھے۔ ۶ نبوی میں اسلام لائے ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی۔ غزوۂ بدر میں شریک ہوکر نمایاں کردار ادا کیا۔ اور غزوۂ احد میں کافی دشمنوں کو جہنم رسید کرتے ہوئے وحشی بن حرب کے ہاتھ شہید ہوئے۔ جو بعد میں اسلام لے آئے تھے۔ آپ سے حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت زید بن حارثہؓ وغیرہ روایت حدیث کرتے ہیں۔

گی۔ حضور ﷺ بہت ناراض ہوئے کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے۔ دوبارہ پھر بشارت دینے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہیے۔ پھر سہ بارہ آئے تو پھر کہا: اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اس لڑکے کو تمہاری امت قتل کردے گی لیکن یہ اخیر تک امامت اور ولایت کے منصب پر فائز رہے گا، امام رہے گا۔ تو کہا: چلو اب مجھے یہ لڑکا قبول ہے۔ اس کے بعد وہ دوسری روایت میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو اس کی خبر دی کہ ایسا ایسا ہونے والا ہے تو حضرت فاطمہؓ نے بھی انکار کردیا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے۔ کہا: چونکہ حضرت فاطمہ نے انکار کیا کہ مجھے ایسا لڑکا نہیں چاہئے لیکن پھر وہی امامت اور ولایت کی بات آئی تو حضرت فاطمہ راضی ہوگئی لیکن پھر بھی شروع میں ناراض رہی تھی۔ تو حسینؓ نے اپنی ماں فاطمہ کو یہ بدلہ دیا کہ کبھی ان کا دودھ نہیں پیا کہ تو میرے پیدا ہونے سے ناراض تھی تیرا دودھ نہیں پیتا۔ اور پھر بعد میں یہ بھی کہا کہ یہ حضرت حسینؓ کے متعلق حضرت فاطمہؓ بار بار ناراض رہتی تھی کبھی اس کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتی تھی۔

تو اس طرح کی خرافات اور بیہودہ باتیں ہیں، اس لئے مجھے عرض کرنی پڑی کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ اس میں کیا ہے؟ یہ ساری چیزیں اس بنیاد پر انہوں نے کی کہ حضرت حسینؓ کے ساتھ جو معاملہ ہوا یہ ایک منحوس بات ان کے مقدر میں آگئی اس لئے ہم روتے ہیں پیٹتے ہیں، انہیں کے لئے تعزیہ بناتے ہیں، انہیں کے لئے ماتم کرتے ہیں۔ بہر حال یہ سب باتیں عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اس موقع پر ہی نہیں کہ فقط محرم میں ہم خرافات سے نہیں بلکہ ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو دیکھئے کتنے خرافات مسلمان کرتے ہیں۔ کون سی حدیث میں ہے اور قرآن کی کس آیت میں ہے کہ عید میلاد النبی منایا جائے۔ اور جو یہ ہم کرتے ہیں کہیں کتاب میں لکھا ہے کوئی اس کا ثبوت بتلا دیں۔ لیکن بس کچھ لوگ ہیں جو کچھ لوگوں کو بہکاتے ہیں، انہیں کی باتوں میں آکر اپنے ایمان بھی لوگ خراب کرتے ہیں۔

خلاصہ

ہم نے چند باتیں عرض کی، پوری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم الحمدللہ ثم الحمدللہ! اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت والجماعت ان لوگوں کو کہتے ہیں جو قرآن پاک اور سنت رسول اللہ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اہل بدعت ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اس سے ہٹ کر کوئی طریقہ ایجاد کرتے ہیں۔ اس لئے اس موقع پر ہم خود بھی اور اپنے اہل تعلق کو بھی محبت اور نرمی سے سمجھا بجھا کر ان خرافات سے بچائیں، سنت کا اہتمام اپنے اندر زندہ رکھیں۔ نویں دسویں تاریخ کو یا دسویں گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھ لیا جائے یہی ثابت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس کہنے سننے کو قبول فرمائے، امت کی گمراہی سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے، ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر چلنا اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ابیات در تضمین ذکر نفی و اثبات

یاد رہے یا رب تو میرا اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت، خلق سے میں بیزار رہوں

ہر دم ذکر و فکر میں تیرے مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا تیرا مگر ہوشیار رہوں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

تیرے سوا معبودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

تیرے سوا موجودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہودِ حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیرِ نگیں
جن و انس و حور و ملائک عرش و کرسی چرخ و زمیں

کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو ہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

سب بندے ہیں کوئی نبی ہو یا ہو ولی یا شہنشاہ
باغِ دو عالم بھی ہے تری قدرت کے حضور اک برگِ کاہ
کیوں نہ میں قائل ہوں کہ ہزاروں تیری خدائی کے ہیں گواہ
خار و گل و افلاک و کواکب کوہ و دریا مہر و ماہ

اب تو ہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

تیرا گدا بن کر میں کسی کا دستِ نگر اے شاہ نہ ہوں
بندۂ مال و زر نہ ہوں میں طالبِ عز و جاہ نہ ہوں
راہ پہ تیری چلوں قیامت تک میں کبھی بے راہ نہ ہوں
چین نہ لوں میں جب تک رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں

اب تو ہے بس تا دمِ آخر وردِ زباں اے میرے اللہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لٹا دوں خانۂ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تا دمِ آخر ورد زبان اے میرے اللہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

سب سے میں ہو جاؤں مستغنی فضل ہو جیسا نظر تیرا
اب تو رہوں میں اے میرے داتا بس اک دستِ نگر تیرا
توڑ کے پاؤں پڑ جاؤں چھوڑوں نہ کبھی اب در تیرا
عشق نہ جانے رگ رگ میں دل میں میرے گھر تیرا

اب تو رہے بس تا دمِ آخر ورد زبان اے میرے اللہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

نفس و شیطان دونوں نے مل کر ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ
اے میرے مولا! میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ
مجھ سا خلق میں کوئی نہیں گو بدکردار و نامہ سیاہ
تو بھی تو غفار ہے یارب بخش دے میرے سارے گناہ

اب تو رہے بس تا دمِ آخر ورد زبان اے میرے اللہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنا دے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے مرے ہر بن مُو سے ذکر ترا اے میرے خدا
اب تو کبھی چھوڑے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

جب تک قلب رہے پہلو میں جب تک تن میں جان رہے
لب پہ تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے
جذب میں چاہے ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے
لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے

اب تو رہے بس تا دم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ، لا الٰہ الا اللہ

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

[سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲]
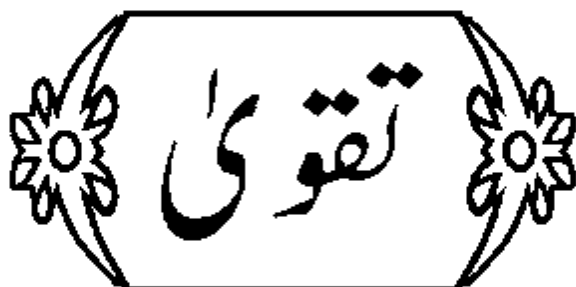
مقامِ بیان: لاجپور، سورت

تاریخ: جنوری ۲۰۱۰ء

باسمہ تعالیٰ

اَمَّا بعد، فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ﴿یٰاَیُّھا الانسان ما غرّک بربّک الکریم ○ الذی خلقک فسوّٰک فعدلک ○ فی ایّ صورۃ مّا شآء رکّبک ○ کلّا بل تکذّبون بالدّین ○ واِنّ علیکم لحٰفظین ○ کرامًا کاتبین ○ یعلمون ما تفعلون﴾ [سورۃ انفطار، آیت ۶-۱۲] وقال تعالیٰ: ﴿یٰاَیُّھا الذین اٰمنوا اتّقوا اللّٰہ حقّ تُقٰتِہٖ ولا تموتنّ الّا وانتم مّسلمون﴾ [سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲]۔

وعن ابی ذرٍّ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال قلت یا رسول اللّٰہ اوصنی قال اوصیک بتقوی اللّٰہ فانّہ ازین لامرک کلّہ قلت زدنی قال علیک بتلاوۃ القرآن وذکر اللّٰہ فانّہ ذکر لک فی السّمآء ونورٌ لک فی الارض.[1] او کما قال ﷺ.

ایمان کی فضیلت

بزرگانِ محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ایمان کی ایک عظیم دولت سے مالا مال فرمایا ہے، یہ دولت جس کو مل گئی وہ ہی حقیقت میں کامیاب ہے اور جس کے پاس ایمان نہیں ہے وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ناکام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿والعصر ○ انّ الانسان لفی خسر ○ الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق ○ وتواصوا بالصبر ○﴾ [سورۃ العصر، پارہ ۳۰] اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی قسم کھا کر فرمایا، زمانہ کی قسم سارے انسان نقصان اور خسارے میں پڑے ہوئے

---

(۱) مشکوۃ شریف، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم، ص ۴۱۵

ہیں، ہر ہر انسان نقصان اور خسارے میں ہے مگر نقصان اور خسارے سے وہ لوگ بچے ہوئے ہیں جو ایمان والے ہیں۔ ایمان کتنی بڑی دولت ہے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک حدیث[1] میں فرمایا گیا کہ ایک شخص جس نے دنیا کے اندر اس طرح زندگی گذاری کہ کبھی اس کے سر میں درد نہیں ہوا، اس کے پیر میں کبھی کانٹا نہیں چبھا، کوئی مشقت اور تکلیف نہیں اٹھائی بلکہ ہمیشہ عیش و عشرت اور راحت میں زندگی گذاری، دنیا میں جتنے اسباب راحت تھے سب اس کو میسر ہوئے اور ہر چھوٹی بڑی دنیا کی نعمت سے اس نے فائدہ اٹھایا، لیکن اس کے پاس ایمان کی دولت نہیں تھی، اللہ تعالیٰ کا، اس کے رسول کا، آخرت کا منکر تھا، جب وہ اس دنیا سے جائے گا تو جہنم کے قریب اس کو لے جایا جائے گا تو جہنم کی تپش اور گرمی کا اثر اس کو اتنا پہنچے گا کہ وہ بھول جائے گا کہ دنیا میں اس نے راحت، عیش اور عشرت کی زندگی گذاری تھی۔ سارے مزے اور لذتیں اول وہلہ میں ختم ہو جائے گی۔ اس کے برعکس ایک وہ شخص ہے جس نے ہمیشہ دنیا میں تکلیفیں اٹھائیں، مشقتیں اٹھائیں، راحت و عشرت کا اس کے ساتھ دور سے بھی واسطہ نہیں تھا، ہمیشہ تنگ دستیوں میں، فقر و فاقہ میں، امراض میں مبتلا رہا، لیکن اللہ کو ماننے والا تھا، آخرت پر یقین رکھنے والا تھا، ایمان کی دولت اس کو میسر تھی، جب اس کو جنت کے قریب سے لے جایا جائے گا تو اس کے دل و دماغ سے ساری تکلیفیں اور مشقتیں اول قدم میں ختم ہو جائیں گی، اس کو یاد بھی نہیں ہوگا کہ اس نے دنیا میں تکلیف سے دن گذارے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت نام ہے ایسی جگہ کا جہاں کوئی تکلیف کا احساس بھی انسان کو باقی نہیں رہے گا۔ اسلئے جو تکلیفیں دنیا میں اٹھائیں ان کا خیال بھی نہیں آئے گا۔ دنیا میں تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی ابتداء میں کچھ تکلیف اٹھاتا ہے، بعد میں راحت کے دن نصیب ہوتے ہیں تو بھی کبھی ان دنوں کو یاد کر کے اس کے دل

---

[1] مسلم شریف، کتاب صفات المنافقین، باب فی الکفار، ج ۲، ص ۳۷۳

میں درد پیدا ہوتا ہے کہ مجھے کسی دن مجھے کسی قسم کی تکلیف اٹھائی۔ جنت میں تو اس کو یہ یاد بھی نہیں رہے گا اس لئے کہ اگر وہ یاد کرے گا تو وہاں بھی اس کو تکلیف ہوگی اور جنت تکلیف کی جگہ ہے ہی نہیں اس لئے وہاں دنیا کی ساری تکلیفوں کو بھول جائے گا۔ تو اللہ کا بہت بڑا فضل اور کرم ہے کہ اپنے ماننے والوں میں بنایا اور ایمان کی دولت نصیب فرمائی۔

متقین اللہ کے دوست ہیں

ان اہل ایمان کو حق تعالیٰ نے اپنا دوست اور ولی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے۔ جب انسان اللہ کو مانتا ہے تو اللہ سے اس کو قرب اور اللہ سے اس کو نزدیکی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہر ایمان والا اللہ کا اس کے رسول ﷺ کا دوست ہے اور اللہ بھی اور اس کے رسول ﷺ بھی اس سے محبت رکھنے والے ہیں۔ لیکن دنیا میں جب دیکھتے ہیں کہ کسی سے محبت ہو کسی سے تعلق ہو تو محبت کے الگ الگ مراتب ہوتے ہیں۔ کسی سے بس سرسری ملاقات کا تعلق ہے، کسی سے زیادہ کسی سے اور زیادہ کسی سے دل کی گہرائیوں تک محبت ہوتی ہے۔ اسی طرح ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دوستی اور تعلق اور قرب کو مضبوط کرنا اس کی ہمیں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ ویسے تو ہر ایمان والا اللہ سے تعلق رکھتا ہے لیکن سب سے زیادہ اللہ کا قرب اور اس کے حبیب ﷺ سے سب سے زیادہ قرب اور بہت گہری دوستی اور تعلق کن لوگوں کو حاصل ہوگا؟ متقین کو۔

اللہ و رسول کا قرب تقویٰ میں

اس لئے حق تعالیٰ نے ایمان والوں کو جگہ جگہ قرآن پاک میں حکم دیا ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ﴾ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تو جو ایمان والا اپنی زندگی

لگے اس موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ اے معاذ! اب میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے، اس کے بعد میری قبر ہی کی زیارت ہوگی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اللہ کے سچے پکے عاشق اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت رکھنے والے تھے، جب انہوں نے یہ جملہ سنا تو زار و قطار رونے لگے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو اطمینان دلایا اور تسلی دی اور پھر فرمایا: اے معاذ! جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اپنی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو، دور دراز کہیں بھی چلا جائے اور کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والا ہو، کوئی خاندان کی قید نہیں، ایمان والا ہے اور اللہ سے ڈرنے والا ہے تو دنیا کے کسی بھی کونے میں ہو اور کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والا ہو وہ مجھ سے قریب ہے، اس لئے دوری بھی ہو جائے تو کوئی فکر کی بات نہیں ہے۔ میرا روحانی تعلق و رشتہ اس سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے اس کے ساتھ جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ تو نبی اکرم ﷺ کی نزدیکی اُسی کو حاصل ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہو۔

تقویٰ کس کو کہتے ہیں؟

قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے اہل ایمان کو بار بار تاکید کی کہ مجھ سے تعلق بڑھاؤ کم مت کرو۔ اور یہ تعلق کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے سے۔ لیکن اللہ سے ڈرنے کا کیا مطلب ہے؟ بار بار ہم تقویٰ تقویٰ کا لفظ سنتے ہیں، اس کی آسان سی تعریف یہ ہے کہ ایک تو ڈر ہوتا ہے کسی کی تکلیف اور اس کے ضرر سے بچنے کے لئے، جیسے کوئی درندہ ہے کوئی اژدھا ہے کوئی شیر ہے کوئی دشمن ہے اس سے بھی آدمی ڈرتا ہے اس لئے کہ کہیں وہ نقصان نہ پہنچا دے۔ اور کبھی انسان ڈرتا ہے کسی کی عظمت، بزرگی کی وجہ سے، جیسے اپنے ماں باپ سے انسان ڈرتا ہے، اپنے استاذ سے ڈرتا ہے، اپنے بڑے سے ڈرتا ہے۔ یہ ڈر جو ہے ان کی عظمت و بزرگی کا دھیان اس کے دل میں ہوتا ہے اس کی وجہ سے ڈر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس

کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ کہ اپنے ماں باپ، اپنے استاذ، اپنے بڑوں کا ڈر اور خوف جب دل میں ہے تو آدمی کوئی بھی ناشائستہ حرکت اور بے ادبی کا کام ان کے سامنے نہیں کرتا ہے۔ بس تقویٰ کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت و بزرگی اور بڑائی کا دھیان انسان اپنے دل میں رکھے اور ہر ناجائز کام چاہے چھوٹا گناہ ہو یا بڑا گناہ ہو ان سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، اس تصور سے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے، اسی کا نام تقویٰ ہے۔

ہر وقت دھیان اللہ کی طرف ہو

ہمارے شہروں میں پانی کی وہ تکلیف نہیں ہوتی جو چھوٹے گاؤں میں ہوتی ہے۔ دیکھا ہوگا بعض دفعہ پانی کی تکلیف ہوتی ہے تو بہت سی مائیں بہنیں ہماری خواتین پانی کیلئے جاتی ہیں کنوؤں پر، بورنگ پر، اب وہ دس بارہ ساتھ چلتی ہیں، ایک مٹکا اپنی کمر کے اندر دبا لیتی ہے ایک اپنے سر پر رکھتی ہے۔ اب وہ بات چیت کرتے ہوئے ایک کلومیٹر دو کلومیٹر کا راستہ طے کرتی ہیں لیکن سر کے اوپر کوئی زیادہ ہاتھ نہیں رکھتی ہیں۔ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے ہنسی مذاق کرتے ہوئے بالکل صحیح سالم مٹکا ان کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ شاذ و نادر کسی کا مٹکا گرا ہو ورنہ وہ مٹکا گرتا نہیں ہے، محفوظ رہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ عورتیں بات چیت بھی کر رہی ہیں ہنسی مذاق بھی کر رہی ہیں، چل رہی ہیں لیکن پورا پورا دل ان کا اور پورے دل کی توجہ اس کی طرف ہوتی ہے اسی لئے وہ گرنے سے محفوظ ہے۔ یہی حال تقویٰ کا ہے کہ انسان تجارت بھی کرے، زراعت بھی کرے، ملازمت بھی کرے، گھر میں رہے، بازار میں رہے، ہر وقت اس کے دل کا دھیان اللہ کی طرف رہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے تو اس کو میں کیسے ناراض کروں؟ اس کے خلاف میں کیسے قدم اٹھاؤں؟ بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔

ایک شیطانی دھوکہ

تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے تقویٰ کا حکم جگہ جگہ دیا ہے لیکن ہمیں اپنے نفس نے اور شیطان نے بہت بڑے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، ایک بہت بڑا فریب دے دیا ہے۔ عام طور پر ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ تقویٰ اور اللہ سے ڈرنا اور گناہوں سے بچنا اور اپنی زندگی صاف ستھری بنانا یہ تو چند لوگوں کا کام ہے جن کو اللہ والے اور بزرگ کہا کرتے ہیں کہ وہ لوگ تقویٰ والے بنے۔ امت میں چند لوگ ایسے ہوں جو گناہوں سے بچیں اور متقی بنیں، باقی ہم عام مسلمانوں کو تو سب جائز ہے سب کر سکتے ہیں۔ ہم نے کلمہ پڑھ لیا، نماز پڑھ لی تو بہت ہو گیا، باقی سب ہمارے لئے اجازت ہے، میدان کھلا ہے جو چاہے کرو۔ یہ بہت بڑا شیطانی دھوکہ ہے۔

ایک آدمی کا واقعہ

حضرت مولانا رومؒ[1] نے بڑی عجیب مثال دی ہے کہ ایک گاؤں کے اندر ایک شخص اعلان کر رہا تھا کہ جس کو تصویر گندوانی ہو تصویر گندوالے۔ غیر مسلم بھائیوں کے یہاں اس کا رواج بھی ہے، اپنے ہاتھ پر اور بدن کے بعض حصوں پر وہ تصویر بناتے ہیں۔ ایک خاص طریقے سے وہ تصویر بنائی جاتی ہے، اس میں سوئی چبھونی پڑتی ہے، اس سوئی کے ساتھ

---

(۱) مولانا رومؒ: مثنوی شریف کے مصنف، مشہور شاعر و بزرگ مولانا رومؒ کا نام محمد، اور لقب جلال الدین تھا۔ ۶۰۴ھ کو بلخ میں پیدا ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ ۲۵ سال کی عمر میں علم کلام، علم فقہ، فلسفہ و حکمت میں امتیازی مہارت حاصل کر کے تدریس میں لگ گئے۔ پھر شیخ شمس تبریزیؒ کی صحبت سے مولانا کی زندگی میں انقلاب آگیا اور مولانا عشق حق کی آگ میں دم بھرنے لگے۔ فرماتے ہیں "مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد" ۵ رجمادی الثانی ۶۷۲ھ میں وفات ہوئی۔ مولانا کے تصنیفی کارناموں میں آپ کے ملفوظات فیہ۔ فیہ اور مثنوی روم انتہائی شہرت و برکت کی حامل ہیں۔

روشنائی داخل کی جاتی ہے۔ سوئی چمڑی میں پیوست ہوتی تو تصویر بنتی ہے ورنہ نہیں بنتی۔ تو ایک شخص نے اس کو کہا کہ میرے ہاتھ میں شیر کی تصویر بنادو۔ اب اس نے تصویر بنانے کے لئے سوئی چبھوئی تو اس کو تکلیف ہوئی، دو چار دفعہ سوئی چبھوئی تو اس نے کہا کہ کیا بناتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ شیر کا پیر بنانا شروع کر رہا ہوں، تو اس نے کہا بہت تکلیف ہوتی ہے، تو ایسا کرو کہ لنگڑا شیر بھی تو ہوا کرتا ہے تو ایک پیر رہنے دو، تین پیر سے بھی کام چل جائے گا۔ تو اس نے کہا: ٹھیک ہے، مجھے کیا اعتراض ہے۔ پھر اس نے دوسری سوئی چبھوئی تو اس نے پوچھا اب کیا ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ ایک پیر تو نہیں تو اب دوسرا پیر ہو تو ان یا نہیں؟ تو اس نے کہا کہ اس میں بھی بہت تکلیف ہوتی ہے تو ذرا ایسا کرو کہ دو پیر والا بھی شیر ہو سکتا ہے۔ تو جب بھی وہ سوئی چبھوتا تو یہ کہتا کہ یہ عضو رہنے دو، یہ ہاتھ رہنے دو، وہ پیر رہنے دو، تو اس نے کہا کہ تو بڑا بے وقوف آدمی ہے، جب نہ پیر بنے گا اور نہ دم بنے گی اور نہ پیٹ بنے گا تو تیرے ہاتھ پر اس کی تصویر آئے گی کہاں سے؟ مولانا روم فرماتے ہیں کہ:

شیر بے دم و سر و اشکم کہ دید — ایں چنیں شیرے خدا ہم نافرید

چوں نداری طاقت سوزن زدن — از چنیں شیر ژیاں پس دم مزن

اے برادر صبر کن بر درد نیش — تا رہی از نیش نفس گبر خویش

گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز — ہستئ ہمچوں شب خود را بسوز

یہی حال آج مسلمانوں کا ہو چکا ہے کہ انہوں نے کلمہ پڑھ لیا تو کہتے ہیں کہ ہم نماز نہ پڑھیں تو بھی ہم مسلمان، روزہ نہ رکھیں تو بھی مسلمان، زکوٰۃ نہ دیں تو بھی مسلمان، سود کھائیں تو بھی مسلمان، رشوت کھائیں تو بھی مسلمان، جھوٹ بولے، غیبت کرے، برے کام کرے، جو کرتا ہو کرے اور کہتا ہے کہ میں تو مسلمان ہوں۔ جیسے وہ آدمی چاہتا تھا کہ کچھ نہ کرے اور شیر بن جائے ایسے ہی ہم چاہتے ہیں کہ کچھ نہ کریں اور سچے پکے مسلمان

بن جائیں۔ فرمایا کہ:

"ایں خیال است و محال است و جنون"

یہ محض ایک دیوانہ پن ہے اور خیال ہی خیال ہے

ہمارا حال

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے اپنے سے ڈرنے کا اور یہ غلط فہمی ہو رہی ہوئی ہے کہ تقویٰ ہے اور نفس و شیطان نے ہمیں اس طرح بہکا رکھا ہے کہ تقویٰ طہارت اور گناہوں سے بچنا یہ ہمارا کام نہیں ہے، چند بزرگوں کا کام ہے۔ جب اس سے آگے ہیں تو یہ سمجھتا ہوں کہ لوگ آج بزرگ اسی کو کہتے ہیں جو لوگوں کو خوب ان کی کہانیاں پڑھ کے ورغلاتے ہیں۔ جو ان کو صحیح تعلیم دے، آخرت کی طرف ان کو توجہ دلائے، اللہ سے تعلق جوڑنے کی بات کرے اس کو تو لوگ ایسا کہتے ہیں کہ یہ تو کوئی پہنچے ہوئے آدمی نہیں ہیں۔ جو ان کو لمبی فہرست دیوے کہ تم کو فلاں جن کا اثر ہے، جادو کا اثر ہے، فلاں سے ذرا بچ کے رہیں۔ یہ فلاں نے فلاں لا کے خوب ڈرائے تو ایسے کو کہتے ہیں کہ یہ بڑے پہنچے ہوئے مولوی صاحب ہیں۔ اور اگر ان کو ایسا کہا جائے کہ قرآن پڑھو، نماز پڑھو، ذکر کرو، گناہوں سے بچو تو کہتے ہیں کہ یہ سب ہم سے ہونے والا نہیں ہے۔ بہرحال عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ یہ نفس اور شیطان کا دھوکہ ہے۔

تقویٰ اختیار کرنا فرض ہے

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جن جن چیزوں کا ہمیں حکم دیا ہے، یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا ہمیں حکم دیا ہے اس کا بجا لانا بندوں پر فرض ہے۔ کوئی بڑا آدمی چھوٹے کو کوئی حکم کرے اس کا بجا لانا اس کے اوپر فرض ہوتا ہے، جیسے اللہ

تعالیٰ نے ہمیں نماز کا حکم دیا ہے، مسلمان نماز کیوں فرض سمجھتا ہے؟ کہ اللہ نے اس کا حکم دیا ﴿اقیموا الصلوٰۃ﴾ (نماز قائم کرو) اس لئے ہم فرض سمجھ رہے ہیں ﴿واٰتوا الزکوٰۃ﴾ (زکوٰۃ ادا کرو) اس لئے ہم اس کو فرض سمجھ رہے ہیں۔ تو جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا تو نماز ہم پر فرض ہوئی، زکوٰۃ کا حکم دیا تو زکوٰۃ فرض ہوئی، روزے کا حکم دیا تو روزہ بھی فرض ہو گیا، حج کا حکم دیا تو حج فرض ہو گیا، تو کیا اللہ نے ہمیں تقویٰ کا حکم دیا تو ہم پر تقویٰ فرض نہیں ہوگا؟ جیسے اللہ کے حکم سے ہر چیز فرض ہو جاتی ہے ایسے ہی تقویٰ ان آیتوں کی وجہ سے ہم پر فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیدا ○ یُصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم، ومن یطع اللّٰہ ورسولہٗ فقد فاز فوزًا عظیمًا ○﴾ (سورۃ الاحزاب، آیت ۷۰-۷۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ حق تُقٰتہ ولا تموتنّ الّا وانتم مسلمون ○﴾ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۰۲) اللہ سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ تو ہمیں یہ غلطی دور کرنی چاہئے اور ہر مومن کو اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ ایمان کے بعد ہم پر فرض اور ضروری ہے کہ جو چھوٹے بڑے گناہ ہیں ان کو چھوڑنے کی کوشش کرے۔ معاشرے کے اندر، گھر کے اندر، سماج کے اندر بے شمار برائیاں پھیلی ہوئی ہیں، ان سب کو دور کرنا یہ ہمارا فرض ہے، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی۔

تقویٰ کی برکات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تقویٰ کی عجیب عجیب برکات بتلائی ہیں۔ ایک بڑی برکت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور قرب انسان کو نصیب ہوتا ہے۔ دوسری دولت یہ ہے کہ انسان کو نبی اکرم ﷺ کی نزدیکی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور تیسری دولت یہ ہے جس کے لئے

آج سب پریشان ہیں، ہر ایک آدمی روزی روٹی کے لئے پریشان رہتا ہے، ہر ایک آدمی تنگی کی شکایت کرتا ہے کہ کاروبار میں مندی ہے اور برکت نہیں ہے اور کاروبار ٹھپ پڑے ہوئے ہیں، تنگی میں لوگ نظر آتے ہیں، جن کو دیکھتے ہیں وہ تنگی میں نظر آتا ہے، اگر تو پوچھیں ہو سکے یعنی تنگی زیادہ ہوتی ہے، تو ان سب کا علاج تقویٰ میں ہے، اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ پھر دیکھو انشاء اللہ تمہیں سکون والی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب[1] جلال آبادی فرماتے ہیں کہ تقویٰ کو اختیار کرو خوب کرو، اللہ میاں تمہاری زندگی کو عذاب نہیں ہونے دے گا تو پھر دیکھئے اس لئے جو آدمی جتنا زیادہ گناہوں میں مبتلا ہوگا اتنا اس کے دل میں تنگی ہوگی اور اس کو سکون نہیں آئے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝﴾ (سورۃ الطلاق، آیت ۲-۳) جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے ان کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا ان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس تنگی سے نکلنے کا راستہ عطا فرما دیتے ہیں، تو جو پریشانیاں، تنگیاں اور تنگی ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ کے ڈر کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دو۔

---

[1] مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی: اپنے وقت کے صوفی و شیخ [illegible] عارف باللہ حضرت تھانوی کے مجاز خلیفہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادی کی ولادت [illegible]ھ مطابق [illegible]ء میں [illegible] میں ہوئی، [illegible] ۱۳۴۸ھ میں دارالعلوم [illegible] سے فارغ ہو کر [illegible] حاصل کی، ۱۳۵۱ھ میں حضرت تھانوی [illegible] ۱۳۵۷ھ میں جلال آباد [illegible] اور ساری زندگی اسی میں صرف کر دی، آپ نے [illegible] اصلاح و تربیت [illegible] ۱۹۹۲ء مطابق ۱۴۱۲ھ میں [illegible] وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

ہمارے معاشرہ کا حال

ہمارا یہ معاشرہ پورا گناہوں میں مبتلا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ انسان گناہ کرتا تو گھر سے باہر چھپ چھپ کر گناہ کرنا پڑتا، اب تو انسان گھر میں بیٹھے ہوئے، راستے پر بیٹھے ہوئے، اپنی گاڑی میں بیٹھے ہوئے گناہوں میں مبتلا ہے۔ یہ موبائل نے، کمپیوٹر نے، انٹرنیٹ نے ہمارے معاشرہ کو بالکل خراب کر کے رکھ دیا ہے۔ جہاں دیکھو نوجوان کیا بوڑھے بھی قبر میں پیر لٹکے ہوئے ہیں اور وہ فلمیں دیکھ رہے ہیں، اور وہ بھی گندی فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ نوجوانوں کا تو عام ماحول ہو گیا، جہاں دیکھو موبائل پر ان کے سامنے تصویریں، فلمیں، گانے ہوتے ہیں، ہر وقت وہ گناہوں میں مبتلا ہیں۔

جن اعضاء کے لئے گناہ ہو رہے ہیں وہی دشمن بنیں گے

آج ہم اپنی آنکھوں کے ذریعہ ذرا لطف حاصل کر لیتے ہیں بدنگاہی کر کے، اجنبیات اور نامحرمات کو دیکھ کر کے۔ اور گناہ کر کر کے اپنے اعضاء اور ہاتھوں سے ذرا مزہ اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن کبھی ہم سوچتے نہیں ہیں کہ بدن کے جن اعضاء سے ہم گناہ کر رہے ہیں وہ تو سب ہمارے لئے قیامت کے دن دشمن بن جائیں گے۔ جن جن جگہوں پر جن اعضاء سے ہم نے گناہ کیا ہے وہ زمین کا حصہ بھی گناہوں کی گواہی دے گا اور وہ اعضاء بھی گناہوں کی گواہی دیں گے۔ جس جگہ پر انسان نماز پڑھتا ہے وہ زمین بھی نماز کی گواہی دے گی اور جس جگہ پر بیٹھ کر گناہ کیا ہے وہ زمین کا حصہ بھی گناہ کی گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا o وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا o وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا o يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا o بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا o﴾ [سورۃ الزلزال۔ پارہ ۳۰] اس دن یہ زمین اپنے اندر کی ساری خبروں کو اگل کر رکھ دے گی،

پوچھا جائے گا کہ اس کو کیا ہوگیا کہ اس کو اس کے رب کا حکم ہے کہ سارے بھیدوں کو کھول کر رکھ دے۔ آج تو انسان تنہائی میں گناہ کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بڑا متقی اور پرہیزگار بتاتا ہے لیکن وہاں بھید کھل جائے گا کہ زمین کا وہ حصہ گواہی دے گا جہاں اس نے گناہ کیا ہے۔

سائنسی ایجادات سے ایمان کی پختگی

کبھی ہم سوچتے ہیں کہ یہ زمین تو کیسی بولنے والی ہے؟ اب بولنے لگی، آج بھی بول رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پہلے ایسی چیزیں لوگوں کے ذریعہ ایجاد کروا دیں کہ جن سے اہل ایمان کے ایمان میں مضبوطی آجائے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ[1] فرماتے ہیں کہ سائنس والے جتنی ترقی کریں گے اتنا ہمارا ایمان بڑھتا ہی رہے گا۔ آج دیکھئے جتنی بھی نئی ایجادات ہیں انٹرنیٹ، کمپیوٹر، موبائل، ان میں جو اصل مرکزی پرزے

---

[1] علامہ انور شاہ کشمیریؒ: محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ معروف بہ علامہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین و شیخ الحدیث اور حضرت تھانویؒ کے خلیفہ تھے۔ آپ کی ولادت ۲۷ شوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو اپنے ننھیال وادی لولاب کشمیر میں ہوئی۔ نام انور اور عرف شاہ ہے۔ آپ کے والد بڑے ہی بزرگ عالم دین اور علاقے کے پیر و مرشد تھے۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کر کے ہزارہ کے دارالعلوم میں مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ مزید علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے ۱۳۰۷ھ دارالعلوم تشریف لے گئے اور چار سال یہاں کے مشائخ وقت سے ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ ۱۳۱۰ھ میں دارالعلوم سے فارغ ہو کر حضرت گنگوہیؒ سے تعلق و ارادت رکھ کر خلافت کا شرف حاصل کیا۔ ابتدائی تدریس مدرسہ امینیہ دہلی میں اور پھر کشمیر میں فیض عام کے نام سے مدرسہ قائم کر کے وہیں رہے۔ ۱۳۲۷ھ میں دارالعلوم تشریف لائے تو حضرت شیخ الہندؒ نے روک لیا اور بوقت ہجرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنا نائب بنایا۔ ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم میں قیام نہ ہو سکنے کی وجہ سے جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل تشریف لے گئے اور یہاں آخر پانچ سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے شاگردوں میں بہت سے محدثین، فقہاء، مفسرین اور مصنفین پیدا ہوئے۔ وفات ۳ صفر ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء کو تقریباً ۶۰ سال کی عمر میں ہوئی اور دیوبند میں مدفون ہیں۔ تصنیفی کارناموں میں فیض الباری، انوار المحمود، العرف الشذی، ... جو ترمذی کی بہت مقبول شرح ہے۔

ہوتے ہیں وہ سب لوہا، تانبا، پیتل کے ہوتے ہیں اور یہ لوہا، تانبا، پیتل یہ زمین ہی کے اجزاء ہیں، زمین ہی کے حصے ہیں۔ انسان نے تھوڑی محنت کرلی تو ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہوگئی کہ ہماری ساری تصاویر اور عکس کو وہ اخذ کرلیتا ہے، کہاں کی چیز کہاں ہم دیکھتے ہوتے ہیں۔ جو ہم نے آواز نکالی وہ محفوظ ہوگئی۔ انسان سوتا ہے، چلتا ہے پھرتا ہے، بولتا ہے، ہر نقل و حرکت اس کی اس کے اندر محفوظ ہورہی ہے۔ یہ زمین ہے جو بول رہی ہے، یہ زمین ہے جو ہماری تصویریں اتار رہی ہے، یہی زمین قیامت کے دن بولے گی کہ اس جگہ پہ اس نے یہ گناہ کیا تھا۔ بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ وہاں انسان اللہ کے سامنے انکار بھی کرے گا بعض دفعہ کہ میں نے یہ گناہ نہیں کیا تو اس وقت وہ زمین کا خاص خطہ اس کے پورے گناہ کے نقشے کے ساتھ سامنے کردیا جائے گا، کہا جائے گا دیکھو تو نے فلاں وقت گناہ کیا تھا، اب اس وقت انکار نہیں کرسکے گا۔ چنانچہ زمین کا حصہ گواہی دے گا، ساتھ ساتھ جس سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں یہ اعضاء بھی گناہوں کی گواہی دیں گے۔

سورہ یٰسین کی اس آیت میں غور کرو

سورہ یٰسین ہم روزانہ پڑھتے ہیں کبھی اس آیت پہ پہنچیں تو اس مضمون کو دل میں بٹھانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿الیوم نختم علی افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ۝﴾ (سورۃ یٰس، آیت ۶۵) وہاں انسان اپنے گناہوں کے بارے میں انکار کرے گا اللہ تعالیٰ زبان کو حکم دیں گے کہ خاموش ہوجا، زبان خاموش ہوجائے گی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کریں گے، ہاتھ بولیں گے اور پیر بولیں گے ان گناہوں کے بارے میں جو دنیا میں وہ کیا کرتے تھے۔ یہ قرآن پاک کی آیت ہے اس پہ یقین رکھو۔ مولانا رومؒ نے اسی آیت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا:

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام
لب بگوید من چنیں بوسیدم دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

یہ زبان تو نہیں بولے گی لیکن آنکھیں کہیں گی کہ اے اللہ! اس نے فلاں ناجائز جگہ دیکھنے پر مجھے مجبور کیا تھا۔ اور کان کہیں گے کہ اے اللہ! اسی نے مجھے فلاں ناجائز سننے پر مجبور کیا تھا۔ اور ہونٹ کہیں گے: اے اللہ! اسی نے مجھے فلاں ناجائز جگہ پر بوسہ لینے پر مجبور کیا تھا۔ اور ہاتھ کہیں گے: اسی نے مجھے فلاں ناجائز جگہ پر چوری کرنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ سارے اعضاء وہاں دشمن بن جائیں گے۔ تو اس دھوکہ میں پڑنے کی کیا ضرورت کہ جن کے خاطر ہم گناہ کر رہے ہیں وہ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ اس لئے تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ ہم ہر چھوٹے بڑے گناہوں کو، خصوصاً آج کل جو فلم بازی اور اس کا دیکھنے کا موبائلوں کے ذریعہ سے سلسلہ چل پڑا ہے، گانے اور میوزک سننے کا سلسلہ، نامحرموں سے اختلاط اور میل جول، یہ سارے ایسے گناہ ہیں کہ انسان کے ایمان کو دیمک کی طرح کھا جاتے ہیں، جیسے دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے اسی طرح ایمان کو یہ چیزیں اور یہ گناہ کھا جاتے ہیں۔

تقویٰ کی برکت سے تمام کاموں کا عمدہ اور مزین ہونا

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت ہی اہم فائدہ تقویٰ کا بتایا۔ ایک تو یہ کہ تقویٰ سے انسان کی پریشانیاں دور ہوں گی اور رزق و روزی میں برکت ہوگی۔ اسی کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ ایک اہم فائدہ بتاتے ہیں کہ جس کے ہم سب محتاج ہیں، سارے اس وقت محتاج ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری[1] فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے کوئی وصیت فرمائیں، کوئی تاکیدی حکم فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] حضرت ابوذر غفاریؓ: حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام جندب بن جنادہ تھا۔ پانچویں نمبر پر اسلام لائے۔ بڑے زاہد و عابد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی عبادتیں کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں ...

کریں گے۔ گھر یلو زندگی جنت کا نمونہ اس وقت بنے گی جب انسان کے دل میں فکر ہو اور اس کی وجہ سے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام ہو۔

بہترین آدمی وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا معاملہ کرے

اسی وجہ سے دیکھو رسول اللہ ﷺ نے باہر کی زندگی پر انسان کی تعریف نہیں کی۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان باہر بڑے اچھے اخلاق برتتا ہے، لوگوں میں مشہور ہے کہ بڑا با اخلاق آدمی ہے، بڑی اچھی نرم باتیں کرتا ہے اور مزاج میں بڑی اخلاق مندی کی باتیں ہیں۔ لیکن گھر میں جاتا ہے تو بیچاری بیوی کانپتی ہے کہ پتہ نہیں اب آئے گا تو روٹی ادھر اور بوٹی اُدھر کر دے گا۔ اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ خیرکم خیرکم لاھلہ[1] (تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہو)۔ ابتداء وہاں سے کی۔ باہر اپنے اخلاق بعد میں برتو پہلے اپنے گھر میں اخلاق برتاؤ۔ کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا ہے کہ جس میں طلاق کا مسئلہ پوچھنے والا نہ آیا ہو، روزانہ مسئلہ پوچھنے والے آتے ہیں۔ کبھی کبھی ایک دو دن کا فاصلہ ہو جاتا ہے۔ جہاں دیکھو ہر دن یہ مسئلہ آتا ہے کہ اس نے تین طلاق دے دی ہے اپنی بیوی کو۔ اس کو معلوم ہی نہیں کہ بیوی کے کیا حق ہیں؟ معمولی معمولی باتوں پر طلاق دے دیتا ہے۔ کل ہی چند لوگ آئے اور کہنے لگے کہ طلاق تو دے دی ہے اور دو سال سے ساتھ میں رہتے ہیں۔ اب کچھ خیال آیا کہ مسئلہ پوچھنا چاہئے، بہت اصرار سے مجھے کہا کہ کوئی صورت نکالو۔ میں نے کہا: اپنے باوا کی شریعت تھوڑی ہے کہ کوئی صورت نکالیں گے، یہ تو اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ تین

---

[1] عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ (سنن ترمذی، ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل ازواج النبی ﷺ، ج ۲، ص ۲۲۸)

طلاق دے دی تو بات ختم ہوگئی، سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔ بہر حال چونکہ اللہ کا ڈر اور خوف نہیں اس لئے ہمارے معاشرہ میں یہ خرابیاں ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے کس کی تعریف کی؟ کہ جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے وہ سب سے اچھا آدمی ہے۔

شوہر کی اطاعت بیوی پر

اور اللہ کے رسول ﷺ نے بیوی کو بھی یہی تاکید کی۔ کتنا حق بتلایا؟ فرمایا کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کے سامنے سجدہ کرے۔[1] گویا اللہ تعالیٰ کے بعد اس پر شوہر کی اطاعت ضروری ہے۔ اتنا اس کا مرتبہ ہے ورنہ سجدہ کی اجازت کسی کو نہیں ہے۔ اگر بالفرض اجازت ہوتی تو شوہر کے لئے حکم ہوتا کہ بیوی اس کے سامنے سجدہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا اور حضور ﷺ کا ہم پر بڑا احسان ہے کہ یہ حکم ہم کو آپ نے دیا نہیں ہے، ویسے بھی ہم کون سے احکام بجالاتے ہیں، ورنہ اگر یہ حکم ہوتا کہ روزانہ بیوی شوہر کو سجدہ کرے تو کیا حال ہوتا؟ شوہر روزانہ صبح دس بجے اٹھتا اور نماز قضا کرکے بیوی کہتا کہ پہلے مجھے سجدہ کر بعد میں دوسرے کام کر۔ اور بیوی بھی جاوے اسکی جیسی۔ وہ بھی جواب دیتی کہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتی ہوں تو تجھے کہاں میں سجدہ کروں گی۔ اچھا ہوا کہ اللہ میاں نے یہ حکم نہیں دیا ورنہ جس طرح دوسرے احکام ٹوٹتے ہیں یہ بھی ٹوٹ جاتا۔ بتلانا یہ ہے کہ انسان کی زندگی کی خوبی کا مدار اللہ کے ڈر اور تقویٰ پر ہے۔ گھریلو زندگی بھی ہماری اسی وقت اچھی ہوگی۔

---

[1] عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال لو كنت آمرا احدا أن يسجد لأحد لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها. (سنن ترمذی ابواب الرضاع باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة، ج ۱، ص ۲۱۹)

حق میراث میں کوتاہی پر وعید

آج ماں باپ اولاد سے پریشان ہیں، بہت سی اولاد ماں باپ سے پریشان ہیں۔ آئے دن مسائل آتے ہیں ماں باپ کے، اولاد کے، میرے والد نے فلاں چھوٹے لڑکے کو پوری ملکت دے دی مجھے محروم کردیا چھوٹی سی بات پر۔ بڑے بیٹے کے ہاتھ میں آیا وہ قابض ہوگیا اور دوسرے کو کچھ نہیں دیا۔ روزانہ کے مسائل ہیں کیونکہ اللہ کا ڈر نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو آدمی کسی وارث کی میراث کو قطع کردے، ختم کردے یعنی نہ دے یا کوئی ایسا معاملہ کرے کہ ایک کو ہی ملے تو اسے جنت سے محروم کردیا جائے گا۔ جیسے ہمارے معاشرہ میں ہے کہ بھائیوں کو تو کچھ مل جاتا ہے جب انہوں نے لے لیا اور باپ کا انتقال ہوگیا تو بہنوں کو کوئی دیتا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی شادی کردی کہ نہیں؟ حالانکہ ان کا بھی حق اس میں رکھا ہے۔

میراث کی اہمیت

قرآن پاک میں نماز جیسی اہم عبادت کے بارے میں ایک ہی جملہ میں حکم دیا ﴿اقیموا الصلوٰۃ﴾ کہ نماز قائم کرو، بس ختم ہوگیا۔ کتنی پڑھے کس طرح پڑھے وہ حضور ﷺ نے حدیث میں ساری تفصیل بتائی۔ لیکن میراث کا معاملہ اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پوری پوری تفصیل رکوع دو رکوع میں بیان کی۔ بیٹے کا کتنا حق، بیٹی کا کتنا حق، شوہر کا کتنا حق، بیوی کا کتنا حق، سارے حقوق بتلائے۔ اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی وارث کی میراث کو ختم کردے، نہ دے تو اللہ تعالیٰ جنت سے اس کی میراث کو ختم فرما دیتے ہیں۔ [1] آج میرے

---

(1) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ من قطع میراث وارثہ (من فر من میراث وارثہ) قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیامۃ. (سنن ابن ماجہ، ابواب الوصایا باب الحیف فی الوصیۃ، ص ۱۹۴)

بھائیو! ہمارے معاشرے میں یہ گناہ ہے کہ نہیں؟ لیکن اس کو کون گناہ سمجھتا ہے۔ بس ہمارا ماحول ہی یہ ہوگیا کہ جو بھی آئے وہ ہڑپ۔ ہمارا پیٹ اتنا بڑا ہے کہ سب ہضم ہو جاتا ہے۔ حرام، حلال، حق، ناحق، سب اس میں ہضم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن مرنے سے پہلے ایسی وصیت کر جاتے ہیں کہ جس سے بعض وارث محروم ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل نہیں فرمائے گا۔[۱] کہاں گئی وہ ساٹھ سال کی عبادت؟ ہم نے سمجھ لیا کہ بس کلمہ پڑھ لیا اور دن میں کبھی دو چار رکعت نماز پڑھ لی تو پکے مسلمان ہو گئے، اب جنت کے حقدار ہو گئے، اب ہمیں کوئی نہیں روک سکتا۔ تو یہاں ہمارے معاملات صحیح نہیں ہیں، اخلاق درست نہیں ہے، گھریلو زندگی درست نہیں ہے تقویٰ نہ ہونے کی وجہ سے۔

اسلامی معاشرہ کی بنیاد تقویٰ

لیکن اللہ کے ڈر کی وجہ سے سارے حالات انسان کے درست ہو جاتے ہیں۔ اللہ کا ڈر ہوگا تو انسان اپنی اجتماعی زندگی، معاشرت، اخلاق، معاملات سب کچھ صحیح کریگا۔ معاملات آج ہمارے دیکھئے کہ خرید وفروخت میں حلال وحرام کی بہت کم تمیز کرتے ہیں۔ سودی کاروبار کتنا بڑھا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو سودی کاروبار میں مبتلا ہیں۔ حدیث پاک میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سود کا ایک درہم اپنی ماں کے ساتھ ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی بدتر ہے۔[۲] کتنے لوگ ایسے ہیں جو سود کو اور سودی معاملات

---

[۱] عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضرھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار (سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب فی کراھیۃ الاضرار فی الوصیۃ، ص ۳۹۶)

[۲] عن عبد اللہ بن حنظلۃ غسیل الملائکۃ قال قال رسول اللہ ﷺ درھم ربوا یاکلہ الرجل وھو یعلم اشد من ستۃ وثلاثین زنیۃ رواہ احمد والدارقطنی. (مشکوۃ شریف، باب الربوا، ص ۲۴۵)

گویا تکلف کرتے ہیں، کوئی ان کو جھجک نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بار بار حکم دیا کہ اللہ سے ڈرنے والے بنو، گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرو۔ تو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔

تقویٰ کیسے حاصل ہوگا؟

اب یہ تقویٰ ہمیں کیسے حاصل ہوگا؟ اللہ کا ڈر ہمارے دلوں میں کیسے پیدا ہوگا؟ اس کیلئے ایک علاج ہمارے بزرگان دین بیان فرماتے ہیں کہ بار بار ہم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اور اللہ تعالیٰ کی طاقتوں پر غور کریں۔ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور نعمت دو چیزیں ہیں۔ اللہ نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں مثلاً پانی کی نعمت، کھانے کی نعمت، مکان کی نعمت، لباس کی نعمت، انسان سوچے کہ یہ نعمتیں کہاں سے آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ نعمتیں دے رہا ہے تو اس کا شکر ادا کرے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور غضب پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی بڑی قوموں کو ہلاک کر دیا۔ اور اس کے نمونے دنیا کے مختلف علاقوں میں ہمیں ہر زمانے میں نظر آتے ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ سیلاب بھیج دیتے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ زلزلے کی شکل میں بندوں کو متنبہ کرتے ہیں، کبھی پانی کی قلت کے ذریعے، کبھی کثرت کے ذریعے، کبھی بیماریوں کے ذریعے، تو انسان سوچے کہ آخر یہ چیزیں کہاں سے آتی ہیں؟ معلوم ہوا یہ ایک اللہ کی قدرت اور طاقت ہے جو انسانوں کو بار بار جھنجھوڑتی ہے کہ اپنے رب کو پہچانو، اس کی طرف رجوع کرو، گناہوں سے توبہ کرو، اللہ سے معافیاں مانگو ورنہ اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اس کے عذاب کا ایک جھٹکا ایسا ہوتا ہے کہ بڑی بڑی بستیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ رات دن ہم اخبارات میں، میڈیا میں پڑھتے اور دیکھتے رہتے ہیں لیکن کبھی اس سے ہمیں عبرت حاصل نہیں ہوتی ہے۔

موت کا استحضار تقویٰ پیدا کرتا ہے

اور دوسری چیز یہ ہے کہ بار بار انسان موت کا تصور کرے کہ مجھے مرنا بھی ہے اور مرنے کے بعد مجھے دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اس کا تصور زیادہ کرے۔ بلکہ روزانہ سوتے وقت اس کا تھوڑا مراقبہ کرے۔ مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ گردن جھکا کر ذرا سوچے کہ موت آ رہی ہے، میں مر رہا ہوں۔ ابھی تو لوگ موت کے نام سے ہی ڈرتے ہیں تو مراقبہ کیا کریں گے۔

ایک صاحب تھے جو کبھی کسی جنازے میں شریک نہیں ہوتے تھے، کبھی قبرستان میں گئے ہی نہیں تھے اور کوئی ان کو کہتا کہ مرنا ہے تو وہ کہتے کہ میرے سامنے موت کا لفظ مت نکالو۔ پھر بھی آخر وہ مر ہی گئے اور سب کو مرنا ہے۔ لیکن انسان موت کو مراقبہ کرے تو اس سے اللہ کا دھیان، اللہ کا ڈر، خوف پیدا ہوگا کہ موت آ رہی ہے، اللہ کے یہاں موت کے بعد جواب دینا ہے، حساب و کتاب مجھے دینا ہے۔ اس تصور سے انسان کے دل کے اندر ایک اثر ہوگا۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن[1] مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جہاں تک سے عبرت کے ہر سو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے
جو آباد تھے وہ محل اب ہیں سونے

---

[1] خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ: حضرت تھانویؒ کے عاشق، مجذوبی شان کے حامل، تقویٰ و طہارت کے پیکر، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب کی ولادت ۱۲، جون ۱۸۸۴ء کو ہوئی۔ علی گڑھ کالج سے بی اے کر کے ڈپٹی کلکٹر بنے۔ ۱۳۳۱ھ میں حضرت تھانوی کے الہ آباد تشریف لانے پر وہاں حضرت سے تعلق قائم کیا اور پھر حضرت تھانوی کی خدمت میں حاضری دی۔ کلکٹر کے عہدے کو چھوڑ کر انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر فائز ہوئے۔ حضرت تھانوی سے تعلق بے پناہ عقیدت کی حد تک تھا۔ آپ نے حضرت تھانوی کی سوانح چار جلدوں میں "اشرف السوانح" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ ۱۷ اگست ۱۹۴۴ء کو حضرت تھانوی کا یہ عاشق دار فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گیا۔ آپ کی تالیفات میں "کشکول مجذوب" اور "ملفوظات مجذوب" قابل قدر ہیں۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے
ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے
مکیں ہو گئے لا مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی نوجواں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تو انسان موت کو یاد کریں، سوچیں بڑے بڑے بنگلے، محلات پر ایک وقت میں کیسے آباد تھے کیسی ان کی شان و شوکت تھی آج وہ بالکل سونے پڑے ہیں، کوئی ان کو دیکھنے والا نہیں ہے۔ وہ قبریں وہ اصحاب قبور جن کا دنیا میں ایک دبدبہ اور ایک جلال تھا ان کی قبروں کو جانور روندتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ اس لئے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ "اے نوجوان تو زمین پر کیا اترا اترا کر اور مٹک مٹک کر چلتا ہے، تجھے کیا معلوم بازار میں تیرا کفن بھی آچکا ہے۔" ہر ایک کو موت آنی ہے، کب آنی ہے یہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔ اس لئے اس سے پہلے انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچالے، اللہ سے توبہ، استغفار، معافی کا اہتمام کرتا رہے تا کہ دنیا سے پاک اور صاف ہو کر جائے۔

جو گناہوں سے پاک ہو جائے وہ کامیاب ہے

جو لوگ پاک صاف ہو کر جائیں، گناہوں سے توبہ کر کے جائیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کامیابی کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قد افلح من تزکّٰی O وذکر اسم ربه فصلّٰی O﴾ (سورۃ الاعلیٰ، آیت ۱۴-۱۵) (بے شک کامیاب ہو گیا وہ شخص جس

نے اپنے آپ کو پاک اور صاف رکھا اور نمازوں کا اہتمام کرتا رہا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا) تین چیزیں جس کی زندگی میں ہوں ایک یہ کہ گناہوں سے بچا کر اپنے آپ کو پاک کر لینا، دوسرا نماز کا اہتمام اور تیسرا ذکر اللہ کا اہتمام، اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کامیاب ہو گئے اور جو کامیاب ہو گیا اس کے لئے جنت رکھی ہے اور جنت ہی حقیقی کامیابی کی جگہ ہے۔

تو یہ بات بتلائی جا رہی تھی کہ تقویٰ کے لئے ایک تو آدمی اللہ کی نعمتوں کا دھیان کرے اور اللہ کی طاقتوں پر آدمی غور کرے۔ اور تیسرا یہ ہے کہ انسان موت کا دھیان رکھے موت کا تصور کرے جس کے نتیجے میں اس کو بار بار خوف ہوگا کہ مرنے کے بعد اللہ کے یہاں حساب کتاب دینا ہے۔ اب آدمی گناہ کرنے چلا ہے تو گناہ کرتے وقت خاص طور پر موت کا دھیان کرلے کہ پتہ نہیں اس وقت میری موت آجائے تو میرا کیا ہوگا؟

تڑپا دینے والی ایک حدیث

بڑی تڑپا دینے والی حضور ﷺ کی حدیث ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: تم جس طرح زندگی گذارو گے تمہاری اسی طرح موت آئے گی، نیک اعمال کرتے ہوئے اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذاریں گے تو امید ہے کہ موت اسی حالت میں یعنی اچھی حالت میں آئے گی۔ اور اگر برائیوں کے ساتھ گناہوں کے ساتھ اور اللہ کے احکام کو توڑنے کے ساتھ زندگی گذاری تو ہو سکتا ہے کہ موت بھی اسی حالت میں آئے گی۔ اور جس حالت میں تمہاری موت آئے گی اسی حالت میں قبروں سے تم کو اٹھایا جائے گا۔ یبعث کل عبد علی ما مات علیہ [1] جس حالت میں تمہاری موت آئے گی اسی حالت میں

---

[1] عن جابر قال: سمعت النبی ﷺ یقول: یبعث کل عبد علی ما مات علیہ. (مسلم شریف، کتاب الجنة وصفة نعیمها، باب الأمر بحسن الظن باللہ عند الموت، ج ۲، ص ۳۶۷)

قبروں سے محشر کو اٹھایا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ غزوۂ احد کے موقع پر جو حضرات شہید ہوئے تھے آپ نے فرمایا: ان کو ان کے زخموں کے ساتھ اور ان کے کپڑوں کے ساتھ ہی دفن کردو، ان کو غسل مت دو اور ان کے کپڑوں کو مت نکالو۔[1] اور ایک روایت میں ہے کہ شہداء قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھیں گے کہ ان کے بدنوں سے خون کے فوارے اٹھیں گے، لیکن اس خون کے اندر سے مشک کی بو آئے گی۔[2] گویا ساری مخلوق دیکھے گی کہ یہ اللہ کے راستے میں شہید ہوئے تھے۔

ایک صحابی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ سفرِ عمرہ میں تھے اور ان کی سواری نے ان کو گرا دیا جس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔[3] موت واقع ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو اسی احرام کی دو چادروں اور دو کپڑوں کے ساتھ دفن دو اور ان کے سر پر بھی کپڑا مت رکھو کیونکہ حج کا احرام باندھا ہوا ہے۔ کیونکہ مردوں کیلئے احرام کی حالت میں سر چھپانا منع ہے اور خوشبو بھی مت لگاؤ کیونکہ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا منع ہے۔ یہ اس کے لئے جب وہ اپنی قبر سے اٹھیں گے تو لبیک اللّٰھم لبیک کہتے ہوئے اٹھیں گے۔

---

(۱) عن جابر بن عبد اللّٰہ أن رسول اللّٰہ ﷺ کان یجمع بین الرجلین من قتلی أحد فی ثوب واحد ۔ ۔ ۔ وقال أنا شہید علی ھؤلاء یوم القیامۃ وأمر بدفنھم بدمائھم ولم یصل علیھم ولم یغسلوا. (صحیح بخاری شریف، کتاب المغازی، باب من قتل من المسلمین من أحد، ج ۲، ص ۵۸۴)

(۲) عن أبی ھریرۃ أن رسول اللّٰہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لا یکلم أحد فی سبیل اللّٰہ واللّٰہ أعلم بمن یکلم فی سبیل اللّٰہ إلا جاء یوم القیامۃ واللون لون الدم والریح ریح المسک. (بخاری شریف، باب من یجرح فی سبیل اللّٰہ، رقم الحدیث ۲۰۲۷)

(۳) عن ابن عباسؓ أن رجلا مع النبی ﷺ فوقصتہ ناقتہ وھو محرم فمات فقال رسول اللّٰہ ﷺ اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا رأسہ فإنہ یبعث یوم القیامۃ ملبیا. (صحیح بخاری شریف، ابواب العمرۃ، باب سنۃ المحرم إذا مات، ج ۱، ص ۲۳۹)

جیسی زندگی ویسی موت

معلوم ہوا جس حالت میں انسان کی موت ہوتی ہے اسی حالت میں اس کو اٹھایا جائے گا۔ گناہ کرنے بیٹھے ہیں، گناہ کر رہے ہیں اس وقت موت کا دھیان ہو کہ اگر اپنی موت آجائے تو اسی گناہ کی حالت میں مجھے اللہ کے یہاں اٹھنا ہوگا۔ سارے انبیاء دیکھیں گے، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، دوست و احباب سب دیکھیں گے فلاں گناہ کرتے کرتے اٹھا۔ موت کے دھیان سے انسان کو اللہ کا ڈر بھی پیدا ہوگا اور گناہوں کو چھوڑنے کی عادت اس کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے میرے بھائیو! یہ ایک علاج ہے کہ موت کا خوب استحضار ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو دیکھئے کیا نصیحت کی؟ کہ میں اللہ سے ڈرنے کی آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ خاص طور پر ہمارے زمانے میں جو ماحول ہو چکا ہے کہ گانے سننا، میوزک سننا، فلمیں دیکھنا اور بدنگاہی، بدنظری اور آپس میں مردوں عورتوں کا اختلاط، میل جول، ایسی حالت میں تو تقویٰ کی خوب ضرورت ہے۔

حضور ﷺ کی پیشن گوئی

حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے جو پیشن گوئی دی ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گی کہ قیامت سے پہلے پہلے ایسی عورتیں ہوں گی کہ **نساءٌ کاسیات عاریات**[1] بہت سی ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑا پہننے کے باوجود برہنہ ہوں گی۔ شارحین حدیث نے اس کی تین طریقے سے تشریح کی ہے کہ کپڑا ہو اور پھر بھی برہنہ ہو۔ ایک تو یہ کہ اتنا کم کپڑا ہوگا کہ آدھا

---

(1) عن أبی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ صنفان من أہل النار لم أرہما قوم معہم سیاط کأذناب البقر یضربون بہا الناس ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسہن کأسنمۃ البخت المائلۃ لا یدخلن الجنۃ ولا یجدون ریحہا الخ۔ (مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۰۵)

بدن جیسا کھلا ہوگا اور آدھا بدن ڈھکا ہوا ہوگا، آج یہ صورت بھی پیش آچکی۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنا باریک اور اتنا پتلا کپڑا ہوگا کہ چاہے کپڑا پہنا ہوا ہوگا لیکن بدن اندر سے سب نظر آتا ہوگا تو یہ بھی ایسا ہوا جیسا برہنہ ہے۔ اور تیسرا مطلب یہ بیان فرمایا کہ عورتیں اتنا چست اور تنگ کپڑا پہنیں گی کہ ان کے بدن کا نشیب وفراز سب نظر آئے گا تو یہ بھی ایسا ہی ہے گویا اس نے کچھ پہنا ہی نہیں ہے۔ یہ تین وجوہات علماء نے بیان کی ہیں اور تینوں کا وجود آج ہو چکا ہے۔ تو یہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے ایک ایمان والا اور اللہ سے ڈرنے والا اس بات کی اس کو ضرورت ہے کہ اپنی نگاہوں کی حفاظت کرے۔ ایسے ماحول سے اپنے آپ کو بچائے۔

Marriage Love نہیں Love Marriage

آج کا ماحول ایسا ہوگیا کہ ہمارا نوجوان لو میرج (Love Marriage) میں مبتلا ہے کہ پہلے محبت اور عشق کا سلسلہ چلتا ہے پھر شادی کرتے ہیں۔ ارے شریعت نے لو میرج کی تعلیم نہیں دی ہے میرج لو کی تعلیم دی ہے کہ پہلے نکاح کرو پھر اس سے محبت سے رہو۔ یہاں تو پہلے خوب محبتیں جتلاتے ہیں پھر اس سے شادی کرتے ہیں اور بعد میں خوب ناچتے ہیں اور پھر لڑائی جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔ تو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ پہلے نکاح کرو پھر محبت کا برتاؤ اس سے کرو۔ لیکن ہمارا معاملہ الٹا ہے۔

ایک واقعہ سے عبرت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک ایمان والے کے سامنے ہر وقت اللہ ہو، اللہ کے علاوہ اس کی کسی کی طرف نظر نہ ہو۔

مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایک نوجوان خاتون راستے سے جا رہی تھی تو ایک مَن

چلا نوجوان اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ میرا پیچھا کر رہا ہے، پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پوچھا کہ کیوں میرے پیچھے پیچھے آرہا ہے؟ تو اس نوجوان نے کہا کہ مجھ کو آپ سے محبت ہوگئی ہے، تو اس نوجوان خاتون نے کہا کہ کس بات پر آپ کو مجھ سے محبت ہوگئی؟ تو اس نے کہا کہ آپ کا حسن و جمال اور خوبصورتی، اس کی وجہ سے میں تم پر فریفتہ ہوگیا۔ تو اس نوجوان عورت نے کہا کہ میری خوبصورتی کو کیا دیکھتے ہو، میرے پیچھے مجھ سے بھی زیادہ حسین وجمیل ایک لڑکی آرہی ہے۔ اس نے پیچھے چہرہ پھرا کر دیکھا تو ایک زوردار طمانچہ رسید کیا اور کہا کہ شرم نہیں آتی، دعویٰ تو مجھ سے محبت کا کرتا ہے اور دوسری کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو سوچنا چاہئے کہ ہم اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہماری نگاہوں میں، دل و دماغ میں ساری نامحرموں کی تصویریں آرہی ہیں۔ اللہ سے محبت کا دعویٰ اور اس لڑکی کو دیکھتے ہیں، اس کو دیکھتے ہیں، فلاں چیز دیکھتے ہیں، تو پھر اللہ کی محبت دل میں کہاں سے ہوگی؟ جس کے دل میں اللہ کی محبت ہوگی وہ غیر کی طرف اور دوسروں کی طرف اپنی نگاہوں کو اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔

بیان اور وعظ کا مقصد

اصل اس چیز کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بیان کا، وعظ کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ کچھ ہماری زندگی میں انقلاب آئے۔ کوئی اس لئے بیان سننا درست نہیں ہے کہ بیان کرنے والے کی بھی واہ واہ ہو جائے اور آپ حضرات بھی ذرا جھوم جائیں اور جلسہ ہو گیا اور پھر بات ختم۔ کوئی بھی وعظ ہم سنیں تو کچھ نہ کچھ ہم سے کر جائیں۔ ہماری زندگی میں انقلاب پیدا ہو یہی اس کا حاصل ہے۔ اس لئے تقویٰ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ہر ایمان والا یہ بات لے کر جائے کہ اللہ نے ہمیں ایمان دیا ہے تو ایمان کے ساتھ تقویٰ کی بھی تعلیم دی

ہے تقویٰ کا بھی حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری کو حکم دیا کہ اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس لئے کہ یہ تقویٰ جو ہے وہ تمہارے سارے امور کو اچھا اور عمدہ بنادے گا۔ گھریلو زندگی، باہر کی زندگی، تجارت انسان کی، زراعت انسان کی عمدہ ہو جانے کی اللہ کے ڈر کی وجہ سے۔

تقویٰ میں عزت ہے

جیسے دیکھو ایک آدمی تجارت کرتا ہے سچائی کے ساتھ، امانت داری کے ساتھ وہ تجارت کرتا ہے تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو عزت عطا فرماتے ہیں۔ لوگوں میں مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ تاجر بڑا امانت دار ہے، سچا ہے، اس کے ساتھ معاملہ کرو۔ اللہ نے اس تقویٰ کی برکت سے اس کو عزت دی۔ اور جو آدمی خیانت کرتا ہے اور لوگوں کو دھوکہ دیتا ہے تو لوگ بھی ڈرتے ہیں کہ اس کی باتوں میں آنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ تو چالاکیاں کرتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے تقویٰ کو چھوڑ دیا اور اللہ کا ڈر نہ ہونے کی وجہ سے خیانت کرتا ہے۔

سچے تاجر کی فضیلت

اس لئے تاجروں کے حق میں اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں کہ

التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء [1] جو آدمی سچی تجارت کرتا ہے جھوٹ نہیں بولتا ہے، خیانت نہیں کرتا ہے، دھوکہ نہیں دیتا ہے، معاملہ بالکل صاف رکھتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں ان لوگوں کے ساتھ اٹھائیں گے؟ انبیاء کے ساتھ، صدیقین کے ساتھ، شہیدوں کے ساتھ۔ تو تجارت والا پیٹ بھرنے کے

---

[1] عن أبي سعيد عن النبي ﷺ قال التاجر الصدوق الأمين مع النبيين والصديقين والشهداء. (سنن ترمذي، ابواب البيوع، باب ما جاء في التجار، ج ١، ص ٢٢٩)

لئے کر رہا ہے، اپنے بال بچوں کے لئے، لیکن چونکہ سچائی اور امانت داری کے ساتھ اس نے تجارت کی تو انبیاء اور شہداء اور صالحین کے ساتھ حشر ہوگا۔

چار عذابات

اور اس کے برعکس اللہ کے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں کے لئے جو بعض گناہوں میں مبتلا ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جھوٹ بول کر تجارت کرے، جھوٹی قسمیں کھا کر تجارت کرتا ہے اس کے بارے میں بڑی سخت وعیدیں بتائی۔ مسلم شریف میں ہے کہ ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر إلیهم، ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم. [1] (تین آدمی ایسے ہیں جن کو چار عذاب ہوں گے (۱) پہلا عذاب اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن بات نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ غصے میں ہوں گے کہ جاؤ بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کسی دن بیوی ناراض ہو جاتی ہے تو بیچارہ پریشان ہو جاتا ہے، دوڑتا ہوا آتا ہے کہ مولوی صاحب ذرا تعویذ دے دو کہ جلدی راضی ہو جائے۔ اور وہاں اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے اور بات کی اجازت نہیں دیں گے۔ (۲) دوسرا اللہ تعالیٰ اس کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھیں گے بھی نہیں۔ (۳) تیسرا عذاب ولا یزکیهم کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ قبر کے عذاب سے دھل جاتے ہیں کہ حشر کے میدان میں تھوڑی تکلیف دی گئی اس سے دھل گیا تو جنت میں داخلہ ہو جائے گا۔ کچھ گناہ ایسے ہیں کہ جن کا اس حدیث میں تذکرہ ہے کہ قبر کے عذاب سے اور حشر کے عذاب سے بھی وہ گناہ دور نہیں ہوں

---

[1] عن أبي ذر عن النبي ﷺ قال ثلاثة لا یکلمهم الله یوم القیامة ولا ینظر إلیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب ألیم .. قال أبو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنّان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب. (صحیح مسلم شریف، کتاب الإیمان، باب بیان غلظ تحریم اسبال الازار الخ، ج ۱، ص ۷۱)

گے، اس کے آپریشن کے لئے جنرل ہسپتال General Hospital میں یعنی جہنم میں بھیج دیا جائے گا، اس کا علاج یہ ہے کہ وہاں سے پاک صاف ہو کر آؤ پھر وہاں سے جنت میں جانے کو ملے گا۔ ولا یزکیھم یعنی حشر کے میدان میں بھی وہ پاک نہیں ہوگا۔ (۴) چوتھا عذاب کہ جہنم میں جا کر بھی بڑا دردناک عذاب ہوگا۔ یہ چار عذاب ہیں، صحابہؓ تو ان جیسی چیزیں سنتے تو تڑپ جاتے تھے۔

چار قسم کے عذاب تین شخصوں کے لئے

اس لئے حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا: من ھم یا رسول اللّٰہ خابوا وخسروا؟ یا رسول اللہ (ﷺ) کون ہیں وہ جن کو یہ چار عذاب ہوں گے؟ وہ تو ناکام اور خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتنا بڑا خسارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری طرف دیکھیں گے بھی نہیں اور ہمارے ساتھ بات بھی نہیں کریں گے، دردناک عذاب ہو تو ایسے لوگ ناکام اور خسارے میں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے تین لوگوں کو بتلایا جو اس عذاب میں مبتلا ہوں گے اور آج یہ گناہ بھی ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلا وہ آدمی جو اپنی ازار کو ٹخنے سے نیچے رکھنے والا ہے۔ آج ہمارا نوجوان طبقہ اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتا ہے بلکہ فخر سے ایسا لباس پہنتے ہیں جو ہمیشہ ٹخنوں سے نیچے چلا جاتا ہے، ایسی پینٹ اور ایسی ازار نکلی ہے کہ جان بوجھ کر آدمی اس گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے حالانکہ آپ نے سن لیا مسلم شریف کی روایت ہے کہ اتنا دردناک عذاب ہے۔ تو (۱) المسبل إزارہ جو اپنی ازار کو ٹخنوں سے نیچے رکھتا ہو۔ (۲) دوسرے نمبر پر وہ شخص جو جھوٹی قسمیں کھا کر کے اپنے سامان بیچتا ہو اس کے لئے بھی یہ چار عذاب ہیں۔ (۳) اور تیسرا وہ آدمی جو کسی کے اوپر احسان کرے تو احسان کرنے کے بعد احسان جتلاتا رہتا ہو کہ لوگوں کو بتلاتا رہے کہ میں نے فلاں کے

ساتھ یہ کام کیا، خود اس کو بول بول کر کے تکلیف دے۔ تو احسان کرنے کے بعد احسان جتلانے والا بھی اتنا ناپسندیدہ ہے کہ اس کے لئے بھی یہ چار عذاب رکھے۔ بہرحال عرض کرنے کا منشاء یہ ہے کہ اگر تجارت میں سچائی ہوگی اور اللہ کا ڈر ہوگا تو انبیاء، شہداء، صدیقین کے ساتھ حشر ہوگا۔ اور جس نے خیانت کی، جھوٹ بولا اور لوگوں کو دھوکہ دے کر سامان بیچا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ چار عذاب رکھے ہیں۔ تو معلوم ہوا تقویٰ کی برکت سے اس کی تجارت بھی صحیح، زراعت بھی صحیح، ملازمت بھی صحیح، سب کچھ صحیح ہو جائے گا۔

تلاوت وذکر کی کثرت

دوسری نصیحت اللہ کے رسول ﷺ سے حضرت ابوذر غفاریؓ نے طلب کی اور عرض کیا کہ اور اضافہ کیجئے۔ وہ مال ودولت میں اضافہ طلب نہیں کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو چیزوں کا میں تمہیں حکم کرتا ہوں، کثرت سے قرآن کی تلاوت کرو اور اللہ کا ذکر کرو، یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی وجہ سے آسمانوں میں آپ کا تذکرہ ہوگا۔ **فانہ ذکر لک فی السماء** کہ کہاں انسان اور کہاں اس کا ذکر آسمان میں۔ اللہ کا نام اور اس کے کلام کو پڑھنے کا اللہ نے ہمیں حکم دیا اور کتنا ہمیں انعام سے نوازا۔ اگر ہم غور کریں کہ ہماری یہ ناپاک زبانیں اور گندی زبانیں، حق تو یہ تھا کہ اللہ میاں یہ فرما دیتے کہ تم تو بہت ناپاک لوگ ہو، اسی زبان سے غیبت کرتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، برائیاں بھی کرتے ہو، میرا نام بھی اس زبان سے مت لینا۔ لیکن اللہ کا فضل ہے کہ اتنی سب ہماری ناپاکیوں کے باوجود اللہ نے اپنے ذکر کا، قرآن کی تلاوت کا ہمیں بار بار حکم دیا۔ اس لئے شاعر نے کہا:

هزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

کیا اگر آپ اپنے اس منہ کو اور اس زبان کو مشک اور عنبر سے بھی دھو ڈالیں تب بھی اے اللہ تعالیٰ تیرا نام لینا تو میرے لئے بے ادبی ہے لیکن تیرا فضل و کرم ہے کہ تو نے ہمیں تیرا نام لینے کا حکم دیا۔

ذکر و تلاوت کا انعام

فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں گے، تلاوت کریں گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا آسمان میں تذکرہ کریں گے، فرشتوں کے سامنے تذکرہ ہوگا۔ اور دنیا میں ایسے لوگوں کو ایک قسم کا خاص نور عطا ہوگا۔ دل کے اندر نور آئیگا تو کثرت تلاوت اور کثرت ذکر کی وجہ سے گناہوں سے بچنے کا اس کو اہتمام نصیب ہو جاتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کی بڑی تاکید کی اور فرمایا کہ اتنا اللہ کو یاد کرو، اتنا اللہ کو یاد کرو کہ لوگ تمہیں دیوانے کہنے لگیں۔[1] اور ذکر کرنا بہت آسان ہے، آپ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، لیٹے ہوئے، کاروبار کرتے وقت اللہ کا ذکر کرو۔

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کے والد کا کثرت ذکر

کیسے کیسے اللہ والے گذرے ہیں، اللہ والے بھی ہیں اور بظاہر دنیادار بھی لیکن اللہ کے ذکر کا کتنا اہتمام کرتے تھے کہ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ[2] بہت بڑے بزرگ

---

[1] عن أبي سعيد الخدري أن رسول الله ﷺ قال: أكثروا ذكر الله حتى يقولوا مجنون، رواه أحمد وأبو يعلى وابن حبان والحاكم في صحيحه، وقال: صحيح الإسناد. (فضائل ذكر للشيخ زكريا الكاندهلوي، ص ۳۷)

[2] حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ: ہندوستان کے جلیل القدر عالم دین، نامور محدث، خوش بیان مناظر اور شیخ طریقت حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ کی ولادت بدایوں (یوپی) میں ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم الٰہ آباد کے انگریزی اسکول میں پائی۔ پھر حضرت تھانویؒ کا ایک وعظ سن کر دینی علوم حاصل کرنے کا شوق ہوا تو والد صاحب نے ۱۳۳۱ھ میں آپ کو مظاہر علوم سہارنپور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی خدمت میں بھیج دیا۔ آٹھ سال یہاں پڑھ کر یہیں مدرس ہو گئے۔ پھر مزید علم کے لئے دار العلوم...

گذرے ہیں، کسی زمانے میں وہ ڈابھیل میں پڑھاتے تھے، ان کے والد بڑے پولیس انسپکٹر تھے یا کسی بڑے عہدے پر فائز تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی میری اولاد کے پیٹ میں حرام کا لقمہ نہیں ڈالا ہے اس لئے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا عالم بنائے گا۔ چنانچہ وہ اتنے بڑے عالم ہے کہ بخاری شریف کی شرح مولانا بدر عالم میرٹھی نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے جو درس ہیں انہوں نے اس کو جمع کر کے پوری پوری بخاری کی شرح لکھی۔ بہت بلند پایے کے آدمی تھی، ایک تو حلال کمائی کا اہتمام دوسرا یہ ہے کہ پولس آفیسر ہونے کے باوجود روزانہ ۹۰۰۰۰ مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔ آج ہم پڑھنے پڑھانے والے بھی اتنا ہم سے ذکر کا اہتمام نہیں ہوتا ہے۔ ایسے ایسے لوگ گذرے ہیں۔ بہر حال ضرورت ہے کہ ہم چلتے پھرتے، ہماری مائیں بہنیں بھی اپنے بچوں کو کلمہ طیبہ کا اہتمام کرائیں اور تیسرا کلمہ پڑھیں چوتھا کلمہ پڑھیں، درود شریف کا اہتمام کریں۔ اللہ کا ذکر کرنے سے دل کے اندر اللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے اور آسمانوں میں اللہ تعالیٰ ہمارا تذکرہ فرماتے ہیں۔

ذکر کی عجیب تاثیر

ذکر اللہ کی عجیب تاثیر ہے۔ ایک کتاب ہے اس کے اندر بہت سارے جنات کے حالات لکھے ہیں۔ اس میں ایک بات لکھی ہے کہ جب انسان کثرت سے ذکر کرتا ہے تو

تشریف لائے اور حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ سے خصوصی طور پر اجازت حدیث حاصل کی۔ دارالعلوم سے فارغ ہو کر دوبارہ ۱۳۴۵ھ میں بحیثیت استاذ تقرر ہوا، پھر ۱۳۴۶ھ میں شاہ صاحب کی معیت میں ڈابھیل تشریف لائے اور عرصہ دراز تک یہاں خدمات جلیلہ انجام دی۔ آخر میں دہلی اور کراچی میں تصنیفی خدمات انجام دے کر مدینہ منورہ ہجرت فرما گئے۔ قاری محمد اسحاق صاحب میرٹھی سے خلافت حاصل تھی۔ تصنیفی کارناموں میں فیض الباری کی ضبط و تحریر اور ترجمان السنہ آپ کی مشہور یادگار ہیں۔ ۳ رجب ۱۳۸۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر جنت البقیع میں آسودۂ خواب ہوئے۔

﴿وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ
وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت ١٣٣)

مقامِ بیان: مسجد انوار، نشاط سوسائٹی، اڈاجن، سورت

شب جمعہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للّٰہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ. امّا بعد،
فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ﴿وسارعوا الٰی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوات والأرض أعدت للمتقین﴾ صدق اللّٰہ مولانا العظیم.

تمہید

بزرگانِ محترم! اس بات سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے یہ مبارک مہینہ ہم کو عطاء فرمایا تھا، مغفرت ورحمت اور جہنم سے خلاصی والا مہینہ حق تعالیٰ نے عطاء فرمایا تھا۔ ہم اپنے اپنے اعمال پر غور کریں تو ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی ایسا عمل نہیں ہے، کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہم رحمت اور مغفرت کے مستحق ہوسکیں۔ لیکن ایک مومن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، اس کی رحمت سے وہ پوری پوری امید رکھے۔ اس لئے ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے امید تو رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ ہم تمام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہوگا۔

قرآن وحدیث کی مجلس کا اثر

یہ مبارک مہینہ گزرا، اس کے آخری عشرہ میں اللہ کی توفیق سے دین کی نسبت پر کچھ باتیں ہم نے کہی سنی۔ اللہ کی کتاب اور جناب رسالت مآب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات جب سنتے اور سناتے ہیں تو اس میں ایک اثر ضرور ہوتا ہے کہ انسان کی طبیعت میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آتی ہے۔ آدمی کچھ نہ کچھ ارادہ کرتا ہے کہ جن گناہوں میں ہم مبتلا ہیں

ان کو چھوڑ دینا چاہئے، جن نیکیوں کو ہم چھوڑے ہوئے ہیں ان کو کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔ تو کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کو سننے سے یہ جذبہ اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں اور یہ اس کی کتاب اور حضور ﷺ کے ارشادات کی برکت ہے، اور یہ امید ہے کہ جو مسلمان جس نے جس طریقے سے شب قدر منائی ہو تو اس کے دل میں ارادہ ہوا ہوگا کہ جو کوتاہیاں ہمارے معاشرے میں ہیں اور جن برائیوں میں ہم مبتلا ہیں ان کو چھوڑنا چاہئے۔

اچھا ارادہ اللہ کا مہمان ہے، اس کا اکرام کرو

یہ جو ارادہ ہے یاد رہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آنے والا ایک مہمان ہے۔ نیکی کرنے کا ارادہ ہونا، گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ ہونا، یہ جو ہمارے اندر تبدیلی آئی ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مہمان ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ اگر کوئی مہمان ہمارے گھر پر آتا ہے اگر ہم اس کا اکرام کریں اس کی قدر کریں تو وہ مہمان بڑا خوش ہوتا ہے تو دوبارہ بھی پھر وہ ہمارے یہاں آنے کا، دوبارہ بھی آئے گا۔ لیکن اگر اس مہمان کی ناقدری کی جائے، اس کو اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دیا جائے، اس کے ساتھ بداخلاقی کا معاملہ کیا جائے تو وہ مہمان دوبارہ آنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ واقعتاً ہمیں اپنی زندگی میں تبدیلی لاکر اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا چاہئے تو جب یہ خیال دل میں آ گیا اس خیال کی قدر اور اس خیال کا اکرام یہ ہے کہ جن گناہوں میں ہم مبتلا ہیں اور ان کو چھوڑنے کا ہم نے ارادہ بھی کیا ہے ابھی سے ان کو چھوڑ دیں۔ اور جن نیکیوں کے کرنے کا ارادہ ہم نے کیا ہے خوب جم کر ہم ان کو کرنا شروع کر دیں۔

شیطانی وسوسے

اب جب رمضان گذر گیا، عید کا چاند نظر آ گیا، نفس تو ہمارے ساتھ لگا ہی ہے،

رمضان کے بعد تو شیطان بھی چھوٹ جاتے ہیں اس لئے اب شیطان پھر وسوسہ ڈالتا ہے۔ شیطان ہم سے یہ نہیں کہے گا کہ تم نے جو نیکی کا ارادہ کیا ہے یہ برا ارادہ ہے، ایسا وسوسہ نہیں ڈالے گا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایمان والا تو نیک کام کو اچھا ہی سمجھتا ہے برا نہیں سمجھتا۔ اس لئے وہ عجیب وغریب چالاکی سے مکر کھیلتا ہے اور جہاں عید کا چاند نظر آتا ہے وہیں سے اس کے وسوسے شروع ہو جاتے ہیں کہ ابھی تو بہت زندگی باقی ہے، ابھی کتنے رمضان تم کو دیکھنے ہیں، اتنی جلدی ہم نیک بن کر کیا کریں گے، اس لئے ابھی تھوڑے اور مزے کر لیں زندگی میں، اور اپنی خواہشات کو پوری کر لیں۔ ابھی اپنی زندگی میں جو کچھ کام ہے وہ نمٹا لیں پھر دیکھئے نے ایک رمضان تو آئے گا ہی، اس وقت اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کر لیں گے۔ اور رمضان میں تو مغفرت ہو ہی جاتی ہے، اللہ معاف کر دے گا۔ یہ وسوسے شیطان ابھی سے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اس لئے جب بھی ایسے وسوسے آئیں فوراً اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگو، اللہ سے دعا کرو کہ اے اللہ! ہم نے جو ارادے کئے ہیں اور تو نے جو ارادے دیئے ہیں ان پر تو ہی ہم کو ثابت قدم رکھ اور شیطان کے اس وسوسے سے ہمیں بچا۔

حضرت جلال آبادیؒ کا ملفوظ: شیطانی وسوسوں کا مقابلہ

حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ فرماتے تھے کہ نیکی کا خیال اللہ کا مہمان ہے، تم نے نیکی کا خیال کیا اس کی قدر یہ ہے کہ اسی وقت اس نیکی کو کرنے میں مشغول اور مصروف ہو جاؤ، اگر تم نے اس کو چھوڑ دیا تو پتہ نہیں آئندہ زندگی بھر یہ تمہیں ملتا ہے یا نہیں۔ جس نیکی کا اس وقت خیال آیا ہے ہو سکتا ہے زندگی میں اس نیکی کو کرنے کا پھر موقع ہی نہ ملے۔ یا ہو سکتا ہے کہ زندگی ہی نہ ملے یا یہ کہ زندگی تو ملے لیکن کاروبار میں ایسے مصروف ہو جائیں، ایسی مشغولیت آ جائے اب چاہنے کے باوجود بھی ہم نیکی کا وہ کام

ذکر نیکیں۔ اس لئے جو موقع ہے، جس وقت ہمارے دل میں خیال آئے اسی وقت سے ان برے کاموں کو چھوڑنا شروع کردیں اور جن نیکیوں کے کرنے کا ارادہ کیا ہے ان کو کرنا شروع کردیں تو پھر شیطان ہمارا مقابلہ نہیں کرپائے گا۔ اگر یہ خیال ہو کہ ابھی کریں گے دیکھا جائے گا تو پھر معلوم ہوا کہ ہم شیطان کے سامنے عاجز ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا جو آیت ابھی خطبے میں تلاوت کی گئی اس میں فرماتے ہیں ﴿وسارعوا الٰی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوات والارض﴾ "اللہ کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھو اور ایسی جنت کی طرف دوڑو کہ جس کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کی چوڑائی سے بھی زیادہ ہے۔" اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیوں دیا؟ شیطان بھی وسوسہ ڈالتا ہے نیکیوں سے ہمیں دور رکھنے کے لئے کہ کریں گے ابھی تو بہت سارا وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی بات میں مت آؤ ایک دوسرے سے نیکیوں کے کام میں سبقت کرنے لگو۔

دینی معاملہ میں اپنے سے اوپر والوں اور دنیوی معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو

حدیث پاک کا مضمون ہے[1] کہ دنیا کی چیزوں کے اندر اور دنیا کے معاملہ میں آدمی ہمیشہ اپنے سے نیچے طبقے والوں کو دیکھے اور نیکی کے کام میں ہمیشہ اپنے سے اوپر والوں کو دیکھے۔ جہاں دنیا کا اور دنیا کی چیزوں کا خیال آئے اور اس کا ارادہ ہو کہ میں دنیا میں مشغول رہوں اور میں اپنے کاروبار کو بڑھاؤں اور میں اپنی تجارتوں کو فروغ دوں، یہ

---

(۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انظروا الٰی من ھو اسفل منکم ولا تنظروا الٰی من ھو فوقکم فھو اجدر ان لا تزدروا نعمۃ اللہ. (صحیح مسلم شریف۔ کتاب الزھد، ج ۲، ص ۴۰۷)

چاہتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان اسی کے اندر مشغول ہو کر کے اللہ ہی سے غافل ہو جائے۔ اس لئے جب دنیا کا ارادہ کرے تو اس کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس میری دولت کا میرے مال کا، میرے کاروبار کا دسواں حصہ بھی نہیں ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو صبح کماتے ہیں شام کو کھاتے ہیں، شام کو جو کما لیتے ہیں صبح کو کھاتے ہیں۔ یہ سوچیں گے تو شکر پیدا ہوگا کہ اللہ نے مجھے بہت دیا ہے اس لئے اب اس کا ارادہ بھی ہوگا کہ میں دنیا میں زیادہ نہ پڑوں۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کے پاس میرے اعتبار سے بھی کم مال و دولت نہیں ہے، سونا چاندی نہیں۔ لیکن نیکیوں کے معاملہ میں حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اپنے سے بڑے کو دیکھو، صحابہ کرامؓ کے حالات پڑھو، اولیائے عظام کے حالات پڑھو کہ ان لوگوں نے اللہ کی عبادت کس طرح کی، اللہ کو راضی کرنے کیلئے کیسے مجاہدات کئے۔ اگر آدمی ان کے مجاہدوں کو دیکھے گا تو اپنی دو چار رکعتیں اس کو حقیر معلوم ہوں گی کہ میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ چالیس چالیس سال انہوں نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ اب انسان غور کرے گا تو اس کو اندازہ ہوگا کہ میں نے ایک رات بھی ایسی نہیں گزاری کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہو، ایک رات بھی ہماری ایسی نہیں گزری۔ جب آدمی ان لوگوں کے حالات اور واقعات سنے گا تو اس کے اندر نیکیوں کا جذبہ پیدا ہوگا کہ میں بھی نیکیوں میں آگے بڑھنا چاہئے۔ لیکن اگر آدمی دنیا کے اعتبار سے اپنے سے بڑوں کو دیکھے گا تو سوچے گا کہ اس کی ایک بلڈنگ ہے اور اس کے پاس دو بنگلے ہیں تو میں بھی بناؤں، اس کے پاس تین ہے تو میں چار بناؤں۔ اسی طرح انسان حرص کرتے کرتے تباہی میں آگے بڑھتا جائے گا اور ظاہری بات ہے کہ دنیا کی چیزیں انسان کے پاس جتنی بھی بڑھیں گی اتنی ہی آخرت سے بے فکری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قناعت فرمائے اور مال و دولت ہوتے ہوئے

اپنی محبت وتعلق زیادہ سے زیادہ نصیب فرمائے۔ تو یہ اس کا فضل ہے ورنہ دنیا کا عام معمول تو یہی ہے کہ جتنی زیادہ دنیا اور دنیا کے اسباب انسان کے پاس آتے ہیں آخرت کی فکر اتنی ہی کم ہوتی جاتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا زہد

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ[1] حضور اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں اور بہت مالدار صحابی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو خوب مال ودولت دی تھی، حضور ﷺ کی دعاؤں سے ان کے مال میں ان کے مال میں خوب برکت تھی۔ چنانچہ اتنی دولت ان کے پاس تھی کہ ان کے گھروں میں دینار ودرہم جو سونا چاندی کے روپے ہوتے ہیں اس کے ڈھیر لگائے جاتے تھے، جیسے پہلے بڑے گھروں میں اناج کے ڈھیر لگائے جاتے تھے اس طریقہ پر ان کے یہاں دینار ودرہم کے ڈھیر لگائے جاتے تھے۔ اور روزانہ ان کے یہاں بڑا لمبا چوڑا دسترخوان لگتا تھا، ہزاروں لوگ ان کے یہاں کھانا کھاتے تھے۔ لیکن ان کے دل کا حال یہ تھا کہ بہت سی مرتبہ وہ دسترخوان پر آتے اور یہ کہتے: یا اللہ! کہیں ایسا نہ ہو کہ آخرت کی نعمتوں کو تو یہیں مجھے دے دے اور آخرت میں محروم ہو جاؤں، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہاں میں محروم ہونے والوں میں سے ہوں۔ پھر فرماتے کہ اے اللہ! وہ وقت کیا تھا کہ جب حضور اکرم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا انتقال ہوا تو ان کے پاس اتنا بھی مال نہ تھا، اتنی بھی دولت

---

[1] حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ: عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ نام عبدالرحمٰن اور کنیت ابو محمد تھی۔ ابتداء ہی میں حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے۔ حبشہ کی دونوں ہجرت میں شریک رہے ہیں اور حضور ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں پیش پیش رہے۔ واقعہ فیل کے دس سال بعد پیدا ہوئے اور وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ کل عمر ۷۲ سال کی عمر پائی۔ آپ کی خصوصیت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ آپ سے روایت کرتے ہیں۔

نہ تھی کہ کفن کا پورا پورا کپڑا خریدا جائے۔ ایک کپڑا تھا وہ بھی جب ان کے سر پر کھینچا جاتا تھا تو پیر کھلے رہ جاتے تھے، پیر پر کھینچا جاتا تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ اس لئے ایسا کیا گیا کہ سر پر کپڑا رکھا گیا اور پیر پر گھاس ڈال دیا گیا۔ یہ ان لوگوں کا حال تھا اور آج اے اللہ! تو نے کتنی دولتیں مجھ کو دے دی۔ ایسا کہتے جاتے اور روتے جاتے تھے یہاں تک کہ پورا مجمع رونے لگتا تھا اور پورا ان کا دستر خوان ایسا ہی پڑا رہ جاتا تھا۔ ان صحابہ کرامؓ کو بھی اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ کا تعلق، اللہ کے ساتھ عشق و محبت کا یہ حال تھا۔ اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے کمتر لوگوں پر غور کرو اور نیکیوں کے معاملہ میں اپنے سے بڑوں کو دیکھو، اولیائے عظام کو، صحابہ کرامؓ کو، کہ انہوں نے کیسی کیسی مشقتیں اللہ کو راضی کرنے کے لئے اٹھائی، اپنے نفس کو انہوں نے کیسا مارا۔

حضرت ابوبکرؓ کی قربانی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ اکثر نیکیوں کے کاموں میں آگے بڑھتے تھے۔ غزوۂ تبوک کے موقع کا اس سے پہلے حضرت کعب بن مالکؓ [1] کا واقعہ عرض کر چکا ہوں۔ غزوۂ تبوک کے وقت سخت گرمیوں کا زمانہ تھا، کھجوروں کے پکنے کا وقت تھا، سال بھر کی آمدنی کا مدار کھجوروں پر ہی تھا، لوگوں کے پاس اس وقت کوئی مال و دولت جمع نہیں تھا۔ حضور ﷺ کا اعلان ہوا کہ تبوک ایک مقام ہے وہاں پر جہاد کرنے جانا ہے لہٰذا اس وقت جو آدمی جتنی قربانی پیش کر سکتا ہے وہ اپنا مال و اسباب یہاں لا کر حاضر

---

[1] حضرت کعب بن مالکؓ: کعب بن مالک انصاری صحابی ہیں۔ عہد عقبہ ثانیہ میں شریک تھے، غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں بھی شریک رہے ہیں۔ ایک قول کے مطابق غزوۂ تبوک میں حاضر نہیں ہوئے تھے جن کے متعلق وعلی الثلاثة الذین خلفوا آیت نازل ہوئی ہے۔ حضور ﷺ کے شعراء میں شمار ہوتا ہے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی، ۷۷ سال کی عمر پا کر ۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

کر دے اللہ کے واسطے جتنا جس سے ہو سکے اس موقع پر قربان کرے۔ حضور ﷺ نے
فرمایا: جو اس وقت اپنی مالی قربانی پیش کرے گا، جانی قربانی تو سب دیتے ہی تھے کہ حاضر
رہتے تھے لیکن یہ غزوہ بڑی تنگی کا غزوہ تھا اس لئے فرمایا: جو اپنی مالی قربانی دے گا
میں اس کے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں، میں ذمہ داری لیتا ہوں کہ وہ جنتی ہے۔ سب صحابہ
کرام سب تیار ہو گئے اور ہر ایک اپنے اپنے گھر سے جس کے پاس جتنا مال تھا، جیسی بھی
جس کی جتنی حیثیت تھی لاتے رہے۔ حضرت عمرؓ اپنے گھر گئے اور گھر میں جتنا مال تھا اس
کے دو حصے کر دیئے، ایک حصہ گھر والوں کو چھوڑ دیا اور ایک حصہ لے کر آدھا مال حضور ﷺ
کی خدمت میں لے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور دل میں یہ سوچنے لگے کہ آج تو میں
حضرت ابوبکرؓ سے ضرور بڑھ جاؤں گا، کیونکہ عمرؓ کے پاس مال بہت تھا اور ابوبکرؓ کے پاس
تھوڑا سا مال تھا۔ اس لئے حضرت عمرؓ سوچ رہے تھے کہ اس وقت تو میرے پاس زیادہ مال
ہے اس میں سے آدھا لے جا رہا ہوں، اس لئے اس وقت حضرت ابوبکرؓ سے اس نیکی کے کام
میں بڑھ جاؤں گا۔ یہ جذبہ تھا ان میں نیکی کے کاموں میں آگے بڑھنے کا۔ حضور ﷺ کی
خدمت میں آئے اور آدھا مال لا کر رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے ان کو دعا بھی دی اور پوچھا کہ
گھر پہ کتنا مال چھوڑ آئے؟ یعنی پوچھا کہ کتنا لائے ہو۔ عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آدھا
مال گھر پہ چھوڑ آیا اور آدھا مال لایا ہوں۔ فرمایا: بہت اچھی بات ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ
تشریف لائے تھوڑا سا مال لے کر، وہ تھوڑا سا مال حضرت عمرؓ کے مال کے مقابلہ میں کوئی
حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ ان سے حضور ﷺ نے پوچھا کہ ابوبکر گھر میں کیا چھوڑ آئے؟ تو
حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کر آیا ہوں،
میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی، جو کچھ تھا جھاڑو تک بھی خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لئے
لے آیا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ آج ان سے آگے بڑھ جاؤں گا لیکن

تم ہم کو آگے جانے دینے والے نہیں ہو۔ ان لوگوں میں جو جذبہ تھا نیکیوں میں آگے بڑھنے کا، مغفرت کے کاموں میں آگے بڑھنے کا، جنت کے حصول کے جو طریقے ہیں ان میں آگے بڑھنے کا، خدا کرے وہ ہم میں بھی پیدا ہو جائے۔

حضرت عمرؓ کی اعمال میں سبقت

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا: اے ابوبکر! ایک بات میں تم سے عرض کرتا ہوں، ایک درخواست کرتا ہوں کہ میری زندگی بھر کی جتنی عبادتیں ہیں، میری جتنی نیکیاں ہیں وہ سب میں آپ کو دے دیتا ہوں اور آپ کی زندگی بھر کی جتنی عبادتیں ہیں۔ جتنی نیکیاں ہیں ان میں سے آپ کی زندگی کی فقط ایک نیکی آپ مجھ کو دے دیں۔ وہ کون سی نیکی؟ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ جس وقت کفار مکہ نے حضور علیہ السلام کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا اور آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کر کے غار ثور میں مقیم تھے، حضور علیہ السلام کو ساتھ لے کر آپ غار ثور میں چھپے ہوئے تھے اس رات کی نیکی اور اس رات کا قیام۔ جو آپ کا حضور علیہ السلام کے ساتھ گزرا تھا وہ آپ مجھے دے دو اور میری زندگی بھر کی نیکی لے لو۔ بہرحال تو اس نیکی کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ ایسے موقعہ پر حضور علیہ السلام کے ساتھ چلنا اور رہنا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ تو یہ حضرت عمرؓ کا جذبہ تھا کہ ایک نیکی لینے میں اتنے فکرمند ہیں کہ میں آگے بڑھ جاؤں چاہے میری ساری نیکیاں اس میں چلی جائیں۔ تو ہر ایک صحابی کا مزاج یہی تھا کہ وہ ایک دوسرے سے نیکیوں میں، اللہ کو راضی کرنے کے کاموں میں سبقت کرتے۔

ارادوں کو عملی جامہ پہناؤ

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ مبارک مہینہ گزرا اس میں ہمارے خیالات میں

ضرور تبدیلی آئی، کچھ نہ کچھ ہم نے سوچا کہ ہم کہاں ہیں اور ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ یہ جو ارادے ہم نے کئے ہیں ان ارادوں کو ختم نہ کریں۔ شیطان یہ وسوسہ ڈالنا شروع کر دے گا کہ ابھی نہیں کریں گے کل کریں گے۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب[1] نے فرمایا: جب کسی کام کرنے کا آدمی ارادہ کرے تو پہلے اس کو سوچنا پڑتا ہے کہ کون سے وقت میں کروں۔ مثلاً میں ابھی تک کوئی تہجد نہیں پڑھتا تھا اور رمضان کی برکت سے اللہ نے توفیق دی تہجد کی تو اب اس کو جاری رکھے۔ اب اگر آدمی سوچے کہ رمضان تھا تو وقت ملتا تھا بعد میں مجھے وقت ملے گا کیسے؟ تو حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: جب کوئی انسان کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے اور سوچے کہ میں اس کو کس وقت کروں؟ یہ سوچنا اس کا غلط ہے، اس کو وقت تو زندگی بھر میں ملنے والا ہے ہی نہیں، جس طرح ہم دوسرے کام اپنے اپنے وقت میں کرتے ہیں ایک کام کو اس کے اندر گھسا دو درمیان میں تو وقت خود بخود نکل آئے گا، ورنہ مستقل طور پر تجربہ یہ ہوا کہ کچھ وقت ملے گا تو وہ تو خود ہم کو کبھی ملنے والا نہیں۔ جو ارادہ ہم نے کیا جس وقت کے لئے کیا اسی وقت کے اندر کام کو ڈال دو، خود بخود اللہ تعالیٰ اس میں وقت پیدا فرمادے گا۔

تلاوت قرآن میں سبقت

رمضان کی برکت سے اللہ نے توفیق دی کہ ہم نے روزانہ چند پارے تلاوت کرلی تو یہ نہیں کہ آئندہ رمضان تک قرآن بند، اب آئندہ سال رمضان آئے گا تب کھلے

---

[1] حضرت مفتی محمد شفیع صاحب: آپ زمانے کے مفسر قرآن، فقیہ النفس اور محقق علماء میں سے ہیں۔ ولادت ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء کو دیوبند میں ہوئی۔ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہیں مدرس مقرر ہوئے۔ مختلف کتابوں کی تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دے کر ۱۳۶۸ھ میں پاکستان ہجرت کر گئے۔ آپ کے کارناموں میں ۲۰۰ سے زائد کتابیں ہیں جن میں ۹۵ فقہ کے موضوع پر ہیں۔ اور تفسیر معارف القرآن کی عمومی شہرت آپ کے اخلاص کی علامت ہے۔ حضرت تھانوی کے خاص خلیفہ تھے۔ ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء کو کراچی پاکستان میں وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

گا۔ بلکہ اس کے لئے بھی ایک وقت مقرر کر لے، وقت نکلے گا تو نہیں وہ تو نکالنا پڑے گا، فرصت سے ہمارے کتنے اوقات ہوتے ہیں اسے پہچانئے۔ بلکہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر پانچ منٹ پہلے دس منٹ پہلے پہونچ گئے، جماعت کے لئے ابھی وقت ہے تو ہم بیٹھے رہتے ہیں، حالانکہ پانچ منٹ ملے دس منٹ ملے کتنی نیکیاں آدمی کما سکتا ہے۔ ایک لکیر آدمی پڑھتا ہے اسمیں تقریباً تیس حروف ہوتے ہیں، بعض میں کم زیادہ بھی ہوتے ہیں، تیس حروف تقریباً ہوتے ہیں۔ تو اگر ایک ایک لکیر بھی آدمی پڑھے تو تین سو نیکیاں آدمی کما سکتا ہے اور اگر ایک صفحہ پورا پڑھ لیتا ہے، ایک پیج پورا پڑھ لیتا ہے تو تین ہزار نیکیاں دو منٹ میں کما لیتا ہے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ[1] نے اس کا حساب لگایا کہ پورا قرآن پڑھے تو ۳۲ لاکھ نیکیاں ہوتی ہیں تو کوئی آدمی روزانہ کا ایک پارہ پڑھ لے تو روزانہ کی کم وبیش ایک لاکھ نیکیاں اس کو ملتی ہیں۔ اب ایک پارہ پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟ اگر ہمیں زیادہ وقت نہیں ملتا تو اتنا کرے کہ ہر نماز کے وقت مسجد میں اذان ہوتے ہی پہونچ جائے تو پانچوں نمازوں میں پانچ پانچ منٹ ملے گی تو آدمی ۲۰-۲۵ منٹ میں ایک پارہ پڑھ سکتا ہے۔ جب ایک پارہ ایک دن میں پڑھے گا تو ایک لاکھ نیکیاں اس کے اعمال میں لکھی جائیں گی۔ انہیں چیزوں کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری مغفرت کی طرف سبقت کرو اور جنت کی طرف سبقت کرو، ورنہ دنیا کی چیزوں میں تو لوگ سبقت کرتے ہی ہیں۔

---

[1] فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ: آپ کا نام نصر بن محمد بن احمد ہے، ابو اللیث سمرقندی کنیت سے اور اسی سے مشہور ہیں۔ آپ امام الہدیٰ، امام کبیر، فقیہ جلیل القدر، اور محدث وحید العصر تھے۔ ایک لاکھ احادیث اور امام محمد، امام وکیع، عبد اللہ بن مبارکؒ کی کتابیں اور امام ابو یوسف کی کتاب الامالی آپ کو حفظ تھیں۔ امام ابو جعفر ہندوانی کے شاگرد خاص تھے۔ مختلف فنون میں بہت سی کتابیں تھیں جن میں فتاوی النوازل، تنبیہ الغافلین اور خزانۃ الفقہ مشہور ہیں۔ ۱۱ جمادی الثانیہ ۳۷۳ھ کی رات میں بلخ میں وفات پائی۔ سمرقند کے لوگوں نے آپ کی وفات پر ایک ماہ تک بازار نہ کھولے، دوسرے ماہ حاکم نے سمجھا کر کھلوائے۔

نفس کو بہلانے کا طریقہ

ڈاکٹر عبدالحی صاحب[۱] پاکستان میں ہمارے ایک بزرگ گزرے ہیں، وہ تہجد کے تو پہلے سے عادی تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز تہجد کے وقت میری آنکھ کھلی، طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو میرا نفس کہنے لگا کہ بھئی اب تو تو ضعیف ہوگیا کمزور ہوگیا اور بیماری بھی ہے، تہجد فرض اور واجب تو ہے نہیں، اگر اس بیماری کی حالت میں چھوڑ دے تو کیا حرج ہے؟ اللہ کے یہاں کوئی پکڑ بھی نہیں اس لئے سوتے رہے تو اچھا ہے۔ میرے جی میں یہ خیال آیا اور ارادہ بھی ہوا کہ بات تو صحیح ہے کہ بھئی تہجد کی نماز کوئی فرض اور واجب نہیں پھر یہ بڑھاپے کا معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ بھی ناراض نہیں ہوں گے۔ یہ سوچا، تو اٹھے لیکن پھر ارادہ ہوا کہ تہجد کے لئے نہیں اٹھتا ہے تو کم سے کم ایک چھوٹا سا عمل کروں کہ بستر پر سے اٹھ کر ذرا دعا ہی مانگ لوں، دعا تو کسی بھی حالت میں کرسکتے ہے وضو ہو نہ ہو، میں نے سوچا چلو

---

(۱) ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ: حضرت تھانویؒ کے ممتاز خلیفہ اور دارالعلوم کراچی جیسی عظیم دینی درسگاہ کے سرپرست اعلیٰ۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب کی ولادت ۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ مطابق جون ۱۸۹۸ء میں ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم کے بعد ۱۹۰۸ء میں انگریزی اسکول میں داخلہ لیا۔ کانپور اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کرتے ہوئے لکھنؤ یونیورسٹی سے قانون (وکالت) کی ڈگری حاصل کی۔ مین پوری، ہردوئی اور جونپور میں وکالت کی۔ ۱۹۲۳ء میں اپنے خسر ... صاحب کی توجہ سے حضرت تھانویؒ سے تعلق قائم کیا اور پھر خلافت کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۹۳۵ء میں ... وکالت چھوڑ کر ۱۹۳۶ء میں ہومیوپیتھک ڈاکٹری شروع کی۔ جسمانی علاج کے ساتھ ساتھ روحانی معالج بھی تھے۔ مطب میں جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے مریض آتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کے مزاج شناس اور حضرت تھانویؒ کی تعلیمات کے امین تھے۔ ساری زندگی حضرت تھانویؒ کی تعلیمات کی ترجمانی میں صرف کرتے ہوئے "معارف حکیم الامت" "بصائر حکیم الامت" اور "مآثر حکیم الامت" کتابیں لکھیں۔ نیز آپ کی تصنیفات میں "اسوۂ رسول اکرم ﷺ" اور "احکام میت" کی شہرت ... ۱۹۴۸ء میں ہندوستان سے کراچی پاکستان ہجرت فرما گئے۔ شیخ الاسلام مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی تقی عثمانی آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔ ۱۵ رجب ۱۴۰۶ھ کو کراچی میں وفات ہوئی۔

دعاء کرلوں اس لئے میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور دعاء مانگنی شروع کی۔ پھر میں نے اپنے نفس کو بہلانا شروع کیا کہ جب تو اٹھ گیا ہے تو تھوڑا سا دو قدم چل کر وضوء کرلے اور دو رکعت نماز پڑھ لے اس میں کیا بگڑ جائے گا، پھر میں اٹھ گیا استنجاء کیا وضوء کیا پھر تہجد کی نماز پڑھ لی۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے میری اس دن کی تہجد قضاء ہونے سے بچالی۔

آدمی اپنے نفس کا فرمانبردار نہ بنے، نفس کو اپنے تابع کر دے۔ میں نے پہلے بھی بتلایا تھا کہ جو آدمی نفس کا تابع بنتا ہے تو پھر وہ نفس کا اتنا غلام بن جاتا ہے کہ کوئی کام اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ ہم اپنے نفس کو اگر اللہ تعالیٰ کے خاطر، اللہ کی رضاء کے خاطر ناراض کرتے رہیں گے، اس پر تھوڑی مشقت ڈالتے رہیں گے تو پھر وہ عادی ہوتا چلا جائے گا، پھر اس کے لئے نیکی کرنا آسان ہو جائے گا۔ اہل اللہ کے لئے نیکی کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا اور ہمارے لئے مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ ہم ہر وقت اپنے نفس ہی کی مانتے ہیں اور ہر وقت چاہتے ہیں کہ سہولت ملے۔ ہماری طبیعتیں آرام پسند ہو چکی ہیں، دین کے خاطر تکلیف اٹھانے کا جذبہ ہمارے اندر نہیں رہا اس وجہ سے یہ تکلیف آ کھڑی ہوئی کہ نیکیوں کی طرف سبقت نہیں ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ مبارک موقع عطاء فرمایا تھا جتنا جس سے ہوا اتنا اس نے کیا، اب آئندہ محنت جاری رکھیں۔

روزے کا مقصد زندگی میں تقویٰ لانا

رمضان میں حق تعالیٰ نے ہم پر جو روزے فرض کئے تھے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ اس طرح بیان فرماتے ہیں ﴿یٰأیھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ اے ایمان والو! روزہ تم پر اس لئے فرض کیا گیا تاکہ تم اپنی زندگی میں تقویٰ پیدا کرلو۔ تقویٰ کیسے حاصل ہوتا ہے؟ کہ رمضان کے تیس دن گزرے، جو چیزیں حلال تھی جیسے کھانا پینا اور بیوی سے صحبت اس سے دن بھر رُکے رہے

محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے۔ کھانا پینا اور بیوی سے ہمبستری کرنا یہ عام حالات میں تو حلال ہے لیکن اللہ کے ڈر کی وجہ سے روزے کی حالت میں ہم ان چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتے۔ اندھیری کوٹھری کے اندر ہو، تنہا ہو، کوئی دیکھنے والا نہ ہو، ٹھنڈا پانی موجود ہو، قسم قسم کی غذا موجود ہو، سب کچھ اس کے سامنے موجود ہو، لیکن اللہ کا ڈر لگا ہوا ہے جس کی وجہ سے ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتا۔ کھاؤں گا تو میرا رب ناراض ہو جائے گا، کھاؤں گا تو میرا روزہ ٹوٹ جائے گا، اللہ کی ناراضگی ہو جائے گی۔ یہ تقویٰ ہم کو روزہ میں اتنا تو ضرور حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسی تقویٰ کو باقی رکھو تم زندگی بھر۔ بارہ مہینے بھی آدمی اس تقویٰ کو باقی رکھے اور جب ارادہ ہو گناہ کا تو وہ گناہ جس سے روکا گیا ہے اور وہ کام جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے تو وہ خیال اور ڈر جو روزے کی حالت میں ہم کو آتا تھا کہ کھاؤں گا تو اللہ ناراض ہو جائے گا، ان گناہوں کو کرتے وقت ہم کو یہ خیال آنا چاہئے تو ہم کو تقویٰ حاصل ہوا، ورنہ تو رمضان میں ہم فقط کھانے پینے سے تو رکے رہے، اس کے علاوہ ہم نے رمضان کا کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اگر تقویٰ حاصل نہیں کیا تو یہ بڑی فکر کی بات ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں جو غیر رمضان میں حلال ہیں، اس سے تو ہم اللہ کے ڈر کی وجہ سے رک گئے، لیکن جو باتیں اللہ تعالیٰ نے عام حالات میں بھی حرام کر دی ہیں، ہم ان سے نہیں رکتے، ان کے کرتے وقت اللہ کا ڈر پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے روزے کا مقصد یہ ہے کہ زندگی بھر تم تقویٰ والی صفت ہمارے اندر رہے۔

اس کے بعد انسان یہ سوچے کہ یہ رمضان میری زندگی میں انقلاب لانے کا ذریعہ بن جائے۔ اب تک جو زندگی نافرمانیوں میں، کوتاہیوں میں اور گناہوں میں گزری اس کو انسان بدلنے کا ارادہ کرے اور نیکیوں والی زندگی کا ارادہ کرے تو یہ رمضان ضرور ہمارے اندر انقلاب لانے کا ذریعہ بنے گا۔ ورنہ تو رمضان آتے ہی رہتے گزرتے ہی

رہے اور ہم جن گناہوں میں مبتلا ہیں وہ جاری ہی رہے تو پھر یاد رہے کہ رمضان کے مقصد کو ہم نے پایا ہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی توبہ

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ[1] مشہور تابعی اور حضرت امام ابوحنیفہ کے خاص شاگرد ہیں۔ پہلے ان کے یہاں روزانہ گانے بجانے کی محفل ہوتی تھی، شراب نوشی کی مجلس ہوتی تھی، خود بھی گانا بجانا جانتے تھے۔ تو عبداللہ بن مبارکؒ نے ایک دن اپنے گھر والوں کو کہا کہ ہمارا جو فلاں سیب کا باغ ہے آج وہاں مجلس ہوگی۔ چنانچہ سب ان کے دوست وغیرہ وہاں پہنچ گئے اور پھر وہاں شراب و ناچ گانے کی مجلس شروع ہوئی۔ یہ خود بھی بجانے میں مصروف تھے اسی طرح رات گزرتی رہی۔ اتفاق سے ان کی آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ان کا جو باجہ ہے وہ بند ہو چکا اس کی آواز ختم ہوگئی تو عبداللہ بن مبارکؒ نے پھر اس کو شروع کیا لیکن یہ بجتے نہیں بند ہوگیا۔ یہاں تک انہوں نے اس کو کھولا، ریپیر تک بھی کی اور پھر سے اس کو بجانا شروع کیا لیکن اس میں سے کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔ دو تین مرتبہ ایسا کیا، بڑے پریشان ہوگئے کہ بھئی اس کو کیا ہوگیا بجتا کیوں نہیں۔ پھر ایک دفعہ کوشش کی تو اس میں سے آواز آئی لیکن ایسی عجیب و غریب آواز آئی کہ ان کی ساری غفلت ختم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کو ان کو ہدایت دینا مقصود تھا، اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دینا چاہتے تھے تو اس موسیقی کے اندر سے آواز آئی کہ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم

[1] عبداللہ بن مبارکؒ: محدث جلیل، فقیہ عظیم، عالم ربانی عبداللہ بن مبارکؒ کی ولادت ۱۱۸ھ میں ہوئی۔ بہت سے تابعین سے علم حاصل کیا۔ اور آپ کے شاگردوں میں یحییٰ بن معین، یحییٰ بن سعید قطان جیسے محدثین شامل ہیں۔ آپ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد خاص اور آپ کی فقہی جماعت کے رکن تھے۔ بغداد میں آکر درس حدیث دیا ہے۔ سنہ ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔

مغلوب ہو جاتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ درست ہونے کا موقع دے تو اسے ہاتھ سے جانے نہ دینا چاہئے۔ جب اللہ نے ہمیں رمضان میں یہ موقع دیا اور اللہ کے فضل سے کچھ سنا یا اور ہم نے کچھ ارادے بھی کئے تو اب ہم ان ارادوں کو باقی رکھیں، ختم نہ کر دیں، ورنہ تو موت کب آنے والی ہے کچھ پتا نہیں سکتے۔

حضرت حسن بصریؒ کی زندگی میں انقلاب

حضرت حسن بصریؒ[1] کی زندگی میں تبدیلی لانے کا واقعہ جو بعض کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حسن بصریؒ پہلے بڑے تاجر اور بڑے مالدار آدمی تھے، دین سے ان کو کوئی شغف نہیں تھا، دین سے زیادہ تعلق نہیں تھا۔ بڑے تاجر آدمی تھے تو تجارت کے لئے دور دور ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ کسی ملک میں تجارت کے لئے گئے، وہاں کے بڑے بڑے مالداروں سے ملاقات ہوئی۔ ان مالداروں نے کہا کہ آج تو تجارت کے متعلق کوئی بات چیت نہ ہوگی بلکہ آج ہمارے یہاں بہت بڑا اجلاس ہوگا وہاں پر ہم کو جانا ہے۔ حسن بصریؒ اس وقت شاہی مہمان تھے اس لئے ان کا قیام ایک وزیر کے یہاں تھا۔ اس وزیر کے ساتھ اس اجلاس کی جگہ پر گئے جو جنگل میں تھی۔ جنگل کے اندر گئے، وہاں دیکھا کہ ایک بہت بڑا قبہ بنا ہوا ہے، وزیر اور حسن بصریؒ دور کھڑے رہے، انہوں نے دیکھا کہ سب سے پہلے شاہی فوج اس قبہ کے پاس آئی اور وہاں چاروں طرف کھڑے رہ کر وہ اپنی زبان سے

---

[1] حضرت حسن بصریؒ: کبار تابعین میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں ۲۲ھ میں ولادت ہوئی، حضرت عمرؓ نے اپنے مبارک ہاتھ سے تحنیک فرمائی۔ آپ کی والدہ حضرت ام سلمہؓ کی خدمت کرتی تھیں، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بصرہ تشریف لے آئے، حضرت علیؓ سے مدینہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ بڑے ہی عبادت گزار اور ہر فن کے امام تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، انس بن مالکؓ اور ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے تابعین و تبع تابعین کی ایک جماعت روایت کرتی ہے۔ رجب ۱۱۰ھ میں وفات ہوئی۔

کچھ کہنے لگے۔ حسن بصریؒ دور تھے اس لئے ان کو سمجھ میں نہیں آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس ہوگئے اور پھر شاہی بڑے بڑے ڈاکٹر اور طبیب اس قبہ کے پاس آئے، انہوں نے بھی کچھ کہا اور کہہ کر واپس ہوگئے۔ تیسرے نمبر پر شاہی بڑے بڑے علماء، زاہد اور عابد وہاں پہونچے، انہوں نے کچھ کہا اور وہ بھی واپس ہوگئے۔ اس کے بعد پھر چند نوجوان بچے وہاں پہونچے، انہوں نے بھی کچھ کہا اور وہ بھی واپس آگئے۔ اس کے بعد پھر حسین خوبصورت باندیاں پہونچیں، وہ بھی کچھ کہہ کر واپس آگئیں۔ آخر میں پھر بادشاہ گیا اور وہ بہت دیر کھڑا رہ کر وہ بھی واپس آگیا۔ حضرت حسن بصریؒ دیکھ رہے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا چیز؟ اور یہاں یہ کیا کہہ کر واپس جارہے ہیں؟ تو وزیر سے انہوں نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے؟ تو وزیر نے کہا: یہ جو قبہ ہے اس کے اندر بادشاہ کا لڑکا مدفون ہے، اس بادشاہ کا ایک ہی لڑکا تھا اور وہ حد سے زیادہ اس سے محبت کرتا تھا اور اس نے سوچ لیا تھا کہ میرے مرنے کے بعد میرا نائب، میرا قائم مقام یہی لڑکا بنے گا۔ سب کچھ اس کے لئے تیاری کر چکا تھا، اتفاق سے وہ بیمار ہوگیا اور ایسا بیمار ہوا کہ اس کا علاج نہیں ہوسکا اور وہ لڑکا مرگیا۔ تو یہ بادشاہ ہر سال تھوڑے دنوں میں اپنے غم کو تازہ کرنے کے لئے یا اپنے غم کو بھلانے کے لئے اس قبہ پر آتا ہے۔ تو سب سے پہلے شاہی فوج گئی اور انہوں نے یہ کہا: اے شہزادہ! جب تو بیمار ہوگیا اور تیری موت کا وقت قریب آگیا تو ہم نے یہ سوچا کہ تیری جان بچانے کے لئے اگر پوری فوج بھی ہلاک اور برباد ہوجائے تب بھی ہم تیری جان بچانے کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دینے کے لئے تیار تھے، لیکن تو اس ذات کے قبضہ میں چلا گیا کہ وہاں دنیا کی بڑی سے بڑی فوج اور طاقت نہیں چلتی، ہم عاجز آگئے، آخر کار تجھے اس کے قبضے میں اور دست قدرت میں جانا پڑا، اور یہ کہہ کر واپس ہوجاتے ہیں۔ اور جو اطباء اور بڑے بڑے ڈاکٹر ہوتے ہیں وہ جاکر کہتے ہیں: اے شہزادے! ہم تو بہت علم طب اور ڈاکٹری فن

جانتے ہیں، مختلف قسم کی دوائیاں جانتے ہیں، ہم نے تیری جان بچانے کے لئے کوشش کی لیکن تو اسی ذات کے قبضہ میں چلا گیا کہ وہاں کسی کی دوائیاں کچھ مدد نہیں دیتی۔ فارسی میں مقولہ مشہور ہے "چوں قضا آید طبیب ابلہ شود" کہ جب موت آتی ہے تو حکیم بھی بے وقوف بن جاتا ہے اور ایسی دوا کھلاتا ہے جس سے اس کو ری ایکشن ہو جاتا ہے اور کوئی تکلیف بڑھ جاتی ہے اسی میں مر جاتا ہے۔ تیسرے نمبر پر بڑے بڑے زاہد اور عابدوں کی جماعت آئی وہ کہا کرتی ہے کہ اے شہزادے! ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، تیرے لئے ہم نے خوب دعائیں کیں، جتنا ہو سکتا تھا اتنا ہم نے اللہ کے سامنے گڑگڑایا لیکن اللہ کو منظور نہیں تھا تو اس کے قبضہ میں چلا گیا اس لئے ہماری دعاؤں سے تیری جان بچ نہیں سکی۔ اور اس کے بعد پھر وہ چھوٹے چھوٹے بچے اور باندیاں انہوں نے بھی یہی کہا کہ ہم اپنے حسن اور اپنی جوانی کو اپنے بچپن کو تیری خاطر قربان کرنے کے لئے تیار تھے اگر تیری جان بچ جاتی اور ہماری جان چلی جاتی تو اس کے لئے بھی ہم راضی تھے لیکن اللہ کی طاقت کے سامنے کسی کی طاقت نہیں چلتی اس لئے ہم کچھ نہیں کر سکے۔ آخر میں وہ بادشاہ آکر کہتا ہے: اے میرے شہزادے! تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کتنی طاقت دی، کتنی قدرت دی، کتنے اسباب دیئے سب اسباب میں نے تیرے لئے صرف کر دیئے لیکن تو اسی ذات کے قبضے میں چلا گیا کہ وہاں دنیا کے اسباب کچھ کارگر نہیں ہوتے۔ یہ کہہ کر پورا مجمع رو کر چلا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب یہ واقعہ اس نے مجھے سنایا تو فوراً میرا دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے کہ واقعی زندگی کی یہی حقیقت ہے کہ انسان لاکھ چاہے اپنی زندگی کو بچانا موت اس کو چھوڑتی نہیں ہے۔ انسان یہ سوچے کہ میری زندگی باقی ہے میں یہ کروں گا، ابھی بہت وقت باقی ہے، یہ اس کی حماقت ہے۔ ہم رات دن واقعات پڑھتے ہیں کہ فلاں آدمی اس کو بیماری نہیں تھی اچانک مر گیا، ابھی

یہاں سے بات چیت کر کے گیا اور ابھی وہ روانہ ہو گیا۔ ایسے روزانہ کے سیکڑوں واقعات ہم سنتے ہیں اور اخبارات میں پڑھتے ہیں۔ لیکن انسان اپنے بارے میں کیوں سوچتا ہے کہ ابھی تو مجھے بہت جینا ہے، ابھی میرے پاس بہت وقت ہے۔ یہ شیطانی دھوکہ ہے۔ رمضان کی برکت سے جو ارادے ہم نے نیکیوں کے کئے اور جن گناہوں میں مبتلا ہیں ان کو چھوڑنے کے ارادے کئے ان پر ہم برقرار ہو کر گیارہ مہینے گذاریں۔ پھر اللہ دوسرا رمضان دے گا تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ تازگی، نئی روح پیدا ہوگی۔ کم سے کم گیارہ مہینے کا ارادہ کرے کہ گیارہ مہینے اسی حالت میں ہمارے گذریں جیسے ہم نے رمضان گذارا۔

جنت متقیوں کے لئے اور جہنم شہوت پرستوں کے لئے

اس لئے میں نے یہ آیت پیش کی تھی کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ مغفرت کی طرف اور جنت کی طرف دوڑو جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمینوں کی چوڑائی کے برابر ہے۔ اور یہ جنت اللہ تعالیٰ نے کس کے لئے رکھی ہے؟ متقیوں کے لئے، اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے، اللہ کے ڈر سے گناہوں کو چھوڑنے والوں کے لئے، اللہ نے ان کے لئے جنت رکھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ حُجِبَت النار بالشهوات وحُجِبَت الجنة بالمكاره [1] حضرت ابوہریرہؓ [2]

---

[1] بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب حجبت النار بالشہوات ۲/۹۶۰

[2] حضرت ابوہریرہؓ امام الحدیث والفقہ حضرت ابوہریرہؓ کا نام عبداللہ یا عبدالرحمن تھا۔ قبیلۂ دوس کے رہنے والے تھے۔ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ ۷ھ میں اسلام سے مشرف ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے دامن تربیت سے وابستہ ہو کر تین سال تک کثرت سے اکتساب فیض کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کی برکت سے آپ کا حافظہ قوی ہو گیا تھا، حال یہ ہے کہ سب سے زیادہ روایتیں آپ ہی سے مروی ہیں جن کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔ اصحاب افتاء اور اصحاب روایت میں سے ہیں۔ وفات ۵۷ھ یا ۵۸ھ یا ۵۹ھ میں ہوئی۔ ۷۸ سال کی عمر پائی۔

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جہنم ڈھانپ دی گئی ہے شہوتوں اور لذتوں سے اور جنت ڈھانپ دی گئی ہے تکلیفوں اور مشقتوں سے۔“ اگر اپنی ذات کے لئے انسان لذتیں اٹھاتا رہے چاہے اللہ کے احکام توڑیں، تو یہ لذتیں اٹھانے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کہ ان لذتوں کے بعد جہنم رکھی ہے۔ اور اللہ کو راضی کرنے کی خاطر تھوڑی اپنے نفس پر مشقت ڈال دی، تھوڑی تکلیف اٹھائی تو پھر ان تکلیفوں کے بعد حق تعالیٰ نے ہمارے لئے جنت رکھی ہے۔ اس لئے تھوڑی سی لذت کی خاطر، تھوڑے سے مزے کی خاطر ہم جہنم کا اتنا بڑا عذاب کیوں مول لیں؟ جب گناہ کرنے کا ارادہ ہو تو اس وقت آدمی اتنا تو سوچے کہ میں جو گناہ کر رہا ہوں، اس کے لئے اللہ نے جہنم تیار کر رکھی ہے، وہاں کی آگ کیسے برداشت کروں گا؟ نفس اگر کہے کہ بعد میں دیکھا جائے گا، ابھی کہاں ہے جہنم؟ تو ذرا اتنا سوچے کہ ابھی اگر آگ کا ایک انگارہ بلکہ ایک چنگاری اپنے ہاتھ میں رکھ لیں تو وہ کتنی دیر ہم برداشت کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ایک دو منٹ بھی اس کو ہم برداشت نہیں کر سکتے تو جہنم کے ایسے عذاب کو ہم کیسے برداشت کر سکیں گے؟ اللہ نے جہنم کے اندر ایسی وادیاں رکھی ہیں کہ جہنم خود روزانہ چار سو مرتبہ ان سے پناہ چاہتی ہے [1] اور اللہ سے کہتی ہے کہ اے خدا تکلیف والی وادی میرے اندر کیوں رکھی؟ تو جب جہنم بھی ان سے پناہ چاہتی ہے تو ہم گناہ گار گناہ کر کے، اللہ کی نافرمانیاں کر کے ان وادیوں کو کیوں خریدیں؟ اللہ تبارک و

---

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تعوذوا باللہ من جب الحزن، قالوا: یا رسول اللہ، وما جب الحزن؟ قال: واد فی جھنم یتعوذ منہ کل یوم مائۃ مرۃ، قیل یا رسول اللہ ومن یدخلہ؟ قال: القراء المراؤن باعمالھم. (سنن ترمذی شریف، ج ۲، ص ۶۳)

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ: ان فی جھنم لوادیا یقال لہ لملم ان اودیۃ جھنم لتستعیذ باللہ منہ. (مسند عبد اللہ بن المبارک، باب فی جھنم لوادیا یقال لہ لم لم) (کنز العمال، ذکر النار وصفتھا، رقم الحدیث ۳۹۶۹۴، ج ۱۴، ص ۲۲۲)

تعالیٰ نے تو ہماری جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔[1] اس لئے ہم وہی جائیں، اپنا مال اور اپنے اوقات زندگی جو ہیں ان کو اللہ کی مرضی کے اندر گزاریں، اللہ اس کے بدلے ہم کو جنت عطا فرمائے گا۔

دو عام نعمتیں: تندرستی اور فرصت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ[2] کی روایت عرض کر کے اپنی بات ختم کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآب سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں، دو نعمتیں ایسی ہم انسانوں کو ملیں، بعض نعمتیں تو ایسی ہوتی ہیں جو بعض لوگوں کو ملتی ہیں اور کچھ اس سے محروم رہتے ہیں، لیکن دو نعمتیں ایسی ہیں جو دنیا کے ہر انسان کو ملی ہیں، "الصحة والفراغ"[3] تندرستی کا زمانہ اور فرصت کا زمانہ۔ ہم اپنے اپنے دلوں میں ذرا جھانک کر کے دیکھیں کہ اللہ نے یہ دو نعمتیں ہمیں دی یا نہیں؟ کتنی فرصت ملی اور جوانی سے لے کر اب تک فرصت کے کتنے موقعے آئے کہ اس میں ایسے ایسے کام کر سکتے تھے کہ اللہ کی رضا ہم کو حاصل ہو جائے۔ لیکن ہم نے ان فرصت اوران خالی اوقات کو یا تو اللہ کی ناراضگی

---

[1] ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنة. (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۱۱)

[2] حضرت عبداللہ بن عباسؓ: رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس حضورﷺ کے چچازاد بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی۔ آپ کی والدہ لبابہ بنت الحارث حضرت میمونہ کی بہن تھی۔ ہجرت سے ۳ سال قبل ولادت ہوئی۔ حضورﷺ کی وفات کے وقت ۱۳ سال عمر تھی۔ حضورﷺ نے آپ کے لئے حکمت، فقہ اور تاویل کی عام تفہیم کی دعا کی تھی۔ چنانچہ آپ ترجمان القرآن کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور اہم امور میں ان سے مشورہ بھی لیتے۔ آخری عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۶۸ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں طائف میں وفات پائی۔ اے سال کی عمر پائی۔ بے شمار صحابہ و تابعین نے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔ آپ کی روایات کی تعداد ۱۶۶۰ ہے۔

[3] عن ابن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ: نعمتان مغبون فیہما کثیر من الناس الصحة والفراغ. (بخاری شریف، کتاب الرقاق، ج ۲، ص ۹۴۹)

میں صرف کیا یا فضول ضائع کیا، اس میں کوئی نیک کام نہیں کیا۔ اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جو اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں۔

عید کے مبارک دن میں ہماری حالت

اور ہمارے یہاں تو ایک عمومی ماحول ہے کہ جب کبھی فرصت کا وقت ملتا ہے تو آدمی کہتا ہے کہ چلو ذرا پکچر دیکھنے چلے جائیں ٹائم پاس کرنے کے لئے۔ اب شیطان تو چھوٹ گیا کل عید کا شکریہ یہ ادا کریں گے کہ چلو عید کی خوشی میں ذرا ایک فلم دیکھیں، عید کی خوشی میں ناچ گانا کرلیں، کوئی ایسی جگہ پر چلے جائیں جہاں بے پردگی کا عام ماحول ہو، ساتھ میں اپنی اہلیہ کو بھی لے جاتے ہیں۔ گھر میں تو ٹی وی پر پردہ رکھا ہے لیکن بیوی کو باہر بے پردہ لے جاتے ہیں، ہماری عقل بھی عجیب ہوگئی ہے۔ تو عید کا شکریہ ہم اس طرح ادا کر رہے ہیں۔ عام طور پر ہمارے معاشرے میں یہ ہو رہی ہے کہ جب عید ہوتی ہے تو عید کی خوشی میں ایسے پروگرام بناتے ہیں جن میں گناہوں کی کثرت ہوتی ہے۔ یاد رہے کہ اگر ایسے پروگراموں کا ہم نے ارادہ کرلیا تو میں سمجھتا ہوں شاید کوئی مغفرت والا اعلان ہمارے حق میں نہیں ہوا، اگر مغفرت والا اعلان ہمارے حق میں ہوا ہوتا تو ہم اس کا ارادہ نہ کرتے۔ اس لئے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

تندرستی کی قدر کرلو

تو عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں حضور ﷺ نے دو نعمتوں کو ذکر فرمایا، تندرستی کی نعمت اور فرصت کی نعمت۔ اللہ نے ہم کو تندرستی دی ہے، آج ہم دو رکعت پڑھنا چاہیں پڑھ سکتے ہیں، اپنی زبان سے جتنا ذکر کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، قرآن پاک کی جتنی تلاوت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اور جب کبھی یہ نعمت چھین لی جاتی ہے

مثلاً زبان پر لقوی آگیا، اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے، اب ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا چاہیں تو بھی نہیں پڑھ سکتا، ایک دفعہ درود شریف پڑھنا چاہیں تو درود شریف نہیں پڑھ سکتا۔ جس وقت اللہ نے زبان پر تندرستی رکھی تھی لاکھوں مرتبہ اس سے درود شریف پڑھ سکتا تھا، لاکھوں مرتبہ اللہ کے ذکر کے کلمات ادا کرسکتا تھا، تو اس وقت تو ہم نے غفلت برتی، اب بیماری میں ہم کو اس کی قدر ہوئی۔ اس لئے جو تندرستی کا زمانہ ہے، ہمارے ہاتھ، ہمارے پیر، ہماری آنکھیں، زبان، کان، ان سب سے ہم اللہ کو راضی کرنے کا کام کرسکتے ہیں۔ جو موقع اللہ نے ہم کو دیا ہے ہم اس کو غنیمت جانیں۔

ہم بزی ہیں ہمیں فرصت نہیں

اور فرصت بھی ہم سب کو ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان بہت بزی ہو جاتا ہے۔ آج کل جو کوئی بھی ہو، یہی کہتا ہے کہ میں بزی ہوں، کوئی کہتا ہے مجھے ٹینشن ہے، یہ دو کام آج کل زیادہ ہیں، ان دو کاموں نے ہم کو برباد کر دیا۔ دنیا کے کاموں میں بزی ہیں اور اس کا ٹینشن دماغ میں ہے۔ آخرت کا ٹینشن ہمارے اوپر نہیں آتا ہے، آخرت کے لئے ہم بزی نہیں رہتے۔ بہت سے لوگ آتے ہیں، کوئی مسئلہ پوچھتے ہیں، ان کو کہتے ہیں کہ کل دوپہر میں اس کا جواب لے جانا، تو کہتے ہیں کہ نہیں نہیں، ہر وقت میں بزی رہتا ہوں، تو کیا ہم فرصت میں بیٹھے ہیں؟ بھائی تو بزی ہیں تو کیا ہمارا وقت بزی نہیں ہیں، عجیب لوگ ہوتے ہیں۔ راندیر میں ہمارے ایک تعلق والے ہیں، ان کے ایک بھائی بیچارے حادثہ کا شکار ہو گئے۔ ان کے سامنے اپنے بھائی کا انتقال ہو گیا تو ان کو دل پر اتنی وحشت طاری ہو گئی کہ گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ذرا آکر کے دم کر دو یا سمجھا دو، میں نے کہا ٹھیک ہے عصر میں مسجد میں آنا ساتھ چلوں گا ان شاء اللہ۔ تو اس نے کہا کہ میں تو عصر میں

نہیں آسکتا، میرا انتظار مت کرنا، کسی نماز میں میں آپ کو لے جاؤں گا۔ میں نے کہا: عجیب بات ہے بھائی، میں تمہارے لئے آنے کے لئے تیار ہوں اور تم کہتے ہو کہ مجھے کام ہے اس لئے میں نہیں آسکتا۔ تو یہ مزاج ہو گیا ہے لوگوں کا۔

مولانا ابرار احمدؒ کا واقعہ

حضرت مولانا ابرار احمد صاحبؒ دھولیوی[1] ہمارے بزرگ انتقال فرما گئے۔ انگلینڈ میں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو ایک صاحب نے ان سے کہا: مولوی صاحب تم یہیں پر رہو۔ تو حضرت نے کہا کہ مجھے تو بہت کام ہے، تو اس نے کہا: مولوی صاحب تمہے شہ کام ہے؟ (ĖÑlé ×çr »âÑ Aė¬) آپ یہیں رہیں تو اچھا ہے۔ تو انہوں نے برداشت کیا تو وہ صاحب تھوڑی دیر دس منٹ کے قریب بیٹھے، دس منٹ کے بعد وہ اٹھ کر جانے لگے تو حضرت نے کہا: اور تھوڑی منٹ، تو انہوں نے کہا: نہیں نہیں اور تو بیٹھ نہیں سکتا ہوں، مجھے تو بہت کام ہے، تو حضرت نے کہا: بھائی! جب تو دس منٹ نہیں نکال سکتا ہے تو

---

[1] مولانا ابرار احمد دھولیوی: خطیب الامت حضرت مولانا ابرار احمد دھولیوی تواپور ضلع دھولیہ مہاراشٹر کے رہنے والے تھے۔ ولادت ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۴۳ء کو تواپور میں ہوئی۔ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں تعلیم حاصل کر کے ۱۹۶۲ء کو فارغ ہوئے۔ حضرت شاہ وصی اللہ الہ آبادیؒ سے بیعت کا تعلق تھا، ان کی وفات کے بعد حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ سے ارادت کا تعلق کر کے اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ ۱۹۶۹ء کو جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل میں بحیثیت مدرس تقرر ہوا، ڈابھیل میں ترجمہ کلام پاک، مشکوٰۃ شریف، ابوداؤد شریف وغیرہ کتابیں زیر درس رہیں۔ ۱۹۷۴ء کو جامعہ فلاح دارین ترکیسر میں بحیثیت استاذ حدیث تشریف لے گئے جہاں ۲۱ سال نمایاں خدمات انجام دیں، جن میں آخری پانچ سال بخاری شریف جلد ثانی کا بھی درس دیا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۹۵ء کو وفات ہوئی اور دھولیہ کے "[illegible]" قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب کے داماد ہونے کا شرف بخشا تھا۔ نیز باری تعالیٰ کی جانب سے عجیب و غریب قوت گویائی نصیب ہوئی تھی، جس کا نمونہ خطبات ابرار کے نام سے آپ کے بیانات دس جلدوں میں ہیں۔

مجھے کیوں کہتا ہے کہ پوری زندگی کہیں رہ جاؤ۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مولویوں کو فرصت ہے۔ اللہ نے ہم سے بھی کام لئے ہیں، ہم بھی کتابوں کے اندر مشغول رہتے ہیں، قرآن و احادیث کی خدمات میں مشغول رہتے ہیں، بڑوں کی بات میں کہہ رہا ہوں۔ تو لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا جو وقت ہے وہی بڑی ہے باقی سب مولوی لوگ فرصت میں ہیں۔

اللہ والوں کو آخرت کی فکر

بہر حال اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کا بڑی بنا دے، ہر وقت آخرت کی فکر ہم کو نصیب فرمادے۔ حضرت حسن بصریؒ کو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی کیسی فکر نصیب فرمائی تھی۔ حضرت حسن بصریؒ ہمیشہ مغموم رہتے تھے، ان کے چہرے پر فکر اور غم کے آثار ہوتے تھے، جب انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی کہ آج آخرت کا فکر اور غم رکھنے والا انسان دنیا سے رخصت ہوگیا۔ بہت سے اللہ والے ایسے تھے کہ کبھی ان کے چہرے پر ہنسی نہیں آتی تھی، کسی نے پوچھا: حضرت ہنستے کیوں نہیں؟ تو کہا کہ میں کیسے ہنسوں؟ اللہ میاں نے دو طبقے رکھے ہیں، فریق فی الجنة وفریق فی السعیر ایک جماعت جنت میں جائے گی اور ایک جماعت جہنم میں جائے گی، مجھے معلوم نہیں کہ میرا شمار کس میں ہے، اگر جہنمی میں ہوں تو میرے ہنسنے سے کیا فائدہ؟ یہ فکر انسان کو نصیب ہو جائے، آخرت والی فکر، اللہ کو راضی کرنے والی فکر، تو پھر اس کے لئے نیکیاں کرنا آسان ہے، گناہوں سے بچنا بھی آسان ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نیک ہدایت کی قدر کرو

بس مجھے تو یہی درخواست کرنی ہے، آج کوئی خاص بیان کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا مگر ایک درخواست کرنے آیا تھا کہ رمضان میں اللہ تعالیٰ دلوں کو نرم فرما دیتے ہیں اور

انسان کچھ ارادہ کرتا ہے کہ میں کچھ کروں گا۔ اس لئے ہم ارادہ کریں کہ جن نیکیوں کے ارادے ہم کر چکے ہیں ان کو کریں اور جن گناہوں سے توبہ کر چکے ہیں، اب ان کو چھوڑ دیں۔

ایک ہمارے دوست ہیں، ان کا معمول ہے کہ جب رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو داڑھی ان کی شروع ہو جاتی ہے اور عید کی رات میں ان کی داڑھی صاف ہو جاتی ہے۔ اتفاق سے ابھی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ دعاء کرنا، میں نے کہا: دعاء تو کروں گا لیکن اب اس کو صاف مت کرنا، تو کہا کہ اگر اللہ ہدایت دے دے تو صاف نہیں کروں گا، میں نے کہا: اللہ نے ہدایت دی تب ہی تو تو نے رمضان میں داڑھی رکھی، اگر ہدایت نہ دیتا تو تو کیوں رکھتا؟ اب تو اللہ کی ہدایت کو ٹھکرا رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ اللہ ہدایت چھین لے، پھر کبھی داڑھی رکھنے کا موقع نہ ملے۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ بعد میں ہدایت ملی تو کروں گا۔ بھائی! ابھی ہدایت آئی اس کی قدر کیوں نہیں کرتے؟ اگر قدر نہیں کریں گے تو اللہ اپنی نعمت چھین لے گا، اور پھر کبھی موقع دے نہ دے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر ایسا زنگ ڈال دے جس سے انسان کو نیک کام سے رغبت ہی نہ ہو۔

عبرتناک واقعہ

کبھی کبھی بڑے بڑے لوگوں سے بھی ایسا ہوتا ہے کہ جب وہ ہدایت کی ناقدری کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نعمت چھین لیتے ہیں۔ ایک بہت طویل قصہ ہے اس کو عرض نہیں کرنا ہے لیکن اس میں بتلایا ہے کہ ایک بہت بڑے محدث تھے ۳۰ ہزار حدیثیں ان کو یاد تھیں اور قرآن پاک کے حافظ تھے، ہزاروں ان کے مریدین تھے، ان سے کوتاہی ہوئی تو ایک واقعہ میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ وہ سب حدیثیں وغیرہ بھول گئے۔ پھر اللہ نے ان کو دوبارہ ہدایت دے دی اور پھر ان کو قرآن پاک اور حدیثیں وغیرہ یاد ہو گئیں۔ درمیان میں ایک

ایک وقت گذرا کہ اس میں ان کے دل کا نور نکل گیا اور ان کی یہ حالت ہو گئی۔ ایک عورت پر عاشق اور فریفتہ ہو گئے تھے، اس نے ان کو کہا کہ جنگل میں جا کر سور چراؤ تب میں تم سے نکاح کروں گی، وہ اس کے لئے راضی ہو گئے اور قرآن، حدیث، عبادت سب بھول گئے۔ تو کبھی ناقدری ہو جاتی ہے تو انسان ایسے ایسے کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اعمال کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہئے

یوں تو ہم بہت گناہگار ہیں لیکن اللہ میاں کو ہم پر رحم آ جاتا ہے کہ کہاں میں ان کی پکڑ کروں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے رمضان میں دو چار رکعتیں پڑھ لیں، دو چار روزے رکھ لئے تو ہمارا مقام اونچا ہو گیا۔ ارے! ہمیں تو اپنی کوتاہی پر نظر رکھنی چاہئے، اپنے گناہوں پر نگاہ رکھیں۔ قیامت کے میدان میں حضور ﷺ بھی فرمائیں گے کہ ما عبدناک حق عبادتک کہ اے اللہ! ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا۔ نبی ﷺ یہ فرما رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہے؟ اللہ نے فضل فرمایا اور اس کا نام لینے کی توفیق دی اس پر اللہ کا شکر ادا کریں۔ اے اللہ! ہم اس کے اہل نہیں ہیں لیکن تو نے اپنے فضل سے ہم کو قبول کیا، تیرا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی تو تو ہی اس پر ہم کو ثابت قدم رکھ، اس پر ہم کو جمائے رکھ، کہیں ہمارے قدم نہ ہٹ جائیں۔ اور یہ دعا تعالیٰ قرآن میں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً۔ یہ دعا کثرت سے پڑھنی چاہئے، اس سے ایمان مضبوط رہتا ہے اور ایمان پر آدمی جما رہتا ہے۔

عورتوں کے لئے لائحہ عمل

اب آخر میں ایک بات عرض کروں گا کہ کل میں نے پردہ کے متعلق عرض کیا تھا، ہماری ماں بہنوں سے بھی گذارش ہے وہ خود آپس میں عورتوں کی ایک میٹنگ بلائیں اور اس

میں یہ طے کریں کہ شوہر یا گھر کا کوئی بھی آدمی ہم وغیرہ پردہ کے کسی بھی تقریب یا جلوس میں نہ لے جائے۔

ہماری ماں بہنیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے کتنی ضد کرتی ہیں، مردوں سے کتنی لڑائی جھگڑے کرتی ہیں، دین کے کام کیلئے وہ کیوں ضد نہیں کرتیں، اس لئے کہ عورتیں اگر دیندار بن جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان شاء اللہ مردوں میں جلدی دینداری آجائے گی۔ اس لئے چند باتیں ان کے متعلق عرض کی تھیں، مناسب کرنے کے پردہ کے متعلق۔ اور نمازوں کے متعلق بھی ایک حدیث پہلے سنا چکا ہوں کہ اللہ کو ہنسی آتی ہے، ابھی تک تہجد کا ماحول تھا لہٰذا اب اس کو جاری رکھیں کہ روزانہ پہلے ہی عورت اٹھ جائے اور اپنے شوہر کے چہرے پر تھوڑا سا پانی چھڑک دے تو گھبرا کر وہ بھی اٹھ جائے گا، چاہے اس کو ایک طمانچہ کھانا پڑے لیکن اللہ کو اس پر ہنسی آتی ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ ایک عورت اٹھ کر اپنے شوہر کے چہرے پر تہجد کے لئے پانی چھڑک رہی ہے، حق تعالیٰ کو اس کی ادا پر ہنسی آجاتی ہے۔ اس لئے اس عمل کو جاری رکھیں اور اس کا ماحول برقرار رکھیں۔ حق تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

انعام کی رات کی قدر

بس یہ بات ختم کروں۔ اور یہ آج کی رات لیلۃ الجائزہ ہے (انعام کی رات) ابھی تک کچھ کام کیا ہے تو یہ انعام کی رات کو ہم ضائع نہ کریں۔ اس رات میں بھی جتنا ہو سکے تلاوت، ذکر میں، تہجد میں، صلوٰۃ التسبیح اور توبہ و استغفار میں ہم گذاریں۔ خاص طور سے فضول باتیں نہ کریں۔ اپنے آپ کو غیبت، چغلی اور ادھر ادھر کی بد گمانی سے ضرور بچائیں۔ اکثر دیکھا گیا کہ جہاں بھی عید کا چاند نظر آیا کہ دو چار جگہوں سے خبریں ملتی ہیں کہ فلاں جگہ جھگڑا ہوا، فلاں مسجد میں جھگڑا ہوا۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟ ہماری زبان کی حفاظت نہیں ہوتی ہے،

اس لئے زبان کی حفاظت کریں۔ امید ہے کہ انشاء اللہ عید کے دن اللہ جو مغفرت کا اعلان فرمائیں گے ہم کو اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں شریک کردے گا، یہ ہم امید رکھتے ہیں۔ اعمال تو ایسے نہیں ہیں لیکن ہمیں اللہ کی رحمت سے امید رکھنی چاہئے۔ تو لیلۃ الجائزہ کی قدر کریں۔

ہمارے بعض احباب نے درخواست کی کہ شب میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کے وہ اشعار پڑھے جائیں جس میں دعا بھی ہے اور ذکر بھی ہے۔ تو ان کی درخواست پوری کردی جائے گی تاکہ ہماری یہ رمضان کی آخری مجلس دعا پر بھی اور ذکر پر بھی ختم ہوجائے۔ اس لئے آہستہ آہستہ "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه" کا جب کلمہ آئے تو اس کو پڑھتے رہیں۔ یہ ہمارے بزرگ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ گذرے ہیں۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ ان کے یہ والہانہ اور عاشقانہ اشعار ہیں۔ تو عرض کرتا ہوں، پھر انشاء اللہ دعا ہوگی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ابیات در تضمین ذکرِ مجرّد و اثبات

اے مرے مولا! میری نظر میں تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
سب تو ہوں یا ہر دل کے اندر تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو

قلبِ تپاں میں دیدۂ تر میں تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
میرے لئے تو بحر و بر میں تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو

کچھ نہ دکھائی دے مجھے ہرگز ایسا ہوں منظورِ نگاہ
اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ ، اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ

تُو جیسے مجھ کو دونوں جہاں میں تُو ہی تُو بس تو ہی تُو
تُو جیسے مجھ کو کون و مکاں میں تُو ہی تُو بس تُو ہی تُو

تُو جیسے مجھ کو قالب و جاں میں تُو ہی تُو بس تو ہی تُو
تُو جیسے مجھ کو سود و زیاں میں تُو ہی تُو بس تُو ہی تُو

کچھ نہ دکھائی دے مجھے ہرگز ایسا ہوں منظورِ نگاہ
اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ ، اِلَّا اللّٰہ اِلَّا اللّٰہ

جان سے بھی جو مجھ کو ہے پیارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو
جس کے لئے سب کچھ ہے گوارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو

دونوں جہاں میں میرا سہارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو
میری ناؤ کا کھیون ہارا تُو ہی تُو ہاں تُو ہی تُو

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

[سورۃ بقرۃ، آیت ۲۰۸]

معاملات ومعاشرت اور اخلاق کی اہمیت

مقامِ بیان: مسجد انوار، نشاط سوسائٹی، اوا جن، سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّات أعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ ومن یُضلل فلا ھادی لہ ونشھد أن لا إلٰہ إلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ ونشھدُ أنّ سیّدنا وحبیبنا ونبیّنا ومولانا محمّدًا عبدہٗ ورسولہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وأصحابہ وبارک وسلم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا، أما بعد فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ﴿یٰایّھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السّلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن إنّہٗ لکم عدوّ مّبین﴾

وقال النبیّ ﷺ: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ (۱)

صدق اللّٰہ العظیم۔ وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذالک من الشاھدین والشاکرین والحمد للّٰہ ربّ العلمین۔

حقوق العباد اور معاملات کی اہمیت

برادرانِ اسلام! کل میں نے یہ عرض کیا تھا کہ ایمان فقط اس کا نام نہیں ہے کہ انسان کلمہ پڑھ لے اس کے بعد فقط عبادتیں ادا کرلے۔ بلکہ ایمان کے اندر جیسے عبادات داخل ہیں اسی طرح ایمان کے شعبے معاملات، اخلاق، معاشرت یہ بھی ایمان کے اہم شعبے ہیں۔ جس طرح ایک عبادت انسان کے لئے ضروری ہے اسی طرح اسلامی طریقے پر آپس کا رہن سہن اور ایک دوسرے سے تعلقات بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ جہاں ہم یہ سمجھتے

---

(۱) صحیح بخاری شریف، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون، ج ۱، ص ۶

ہیں کہ اگر عبادت میں ہم سے کچھ کوتاہی ہوئی یا ہوگی تو اس کی وجہ سے اللہ کے یہاں مواخذہ ہوگا پکڑ ہوگی اسی طرح یہ یقین ہم کو رکھنا ہوگا کہ جب ہماری معاشرت میں اگر کمی ہوگی، ایک دوسرے کے ساتھ رہن سہن میں غیر اسلامی طریقہ اختیار کیا یا ہماری بات سے کسی آدمی کو ایسی تکلیف پہونچے جس کا حق ہم کو نہیں تھا اس پر بھی یقین رکھنا چاہئے اس کے بارے میں بھی اللہ کے یہاں ہمارا مواخذہ ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اگر اپنا فضل وکرم فرمادے گا تو اس کے حقوق جو ہم سے ضائع ہوئے اللہ اس کو معاف کردے گا، اس کی مشیت پر موقوف ہے اللہ چاہے گا تو معاف کردے گا۔ لیکن بندوں کے جو حقوق ہیں ان کو اگر بندہ معاف نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو معاف نہیں کرے گا، یہ اللہ کے یہاں دستور ہے۔ اس لئے جتنا عبادات کا ہم اہتمام کرتے ہیں اتنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اہتمام ہم کو معاملات کا، اخلاق اور معاشرت اور دوسرے کے ساتھ کس طرح پیش آئے ان چیزوں کا کرنا چاہئے۔

مفلس کون؟

حدیث پاک میں فرمایا گیا حضور اکرم ﷺ نے پوچھا صحابہؓ کرامؓ سے کہ بتلاؤ مفلس کون ہے غریب کون ہے؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا: مفلس وہ ہے جس کے پاس کوئی مال ودولت نہ ہو، تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: نہیں، مفلس وہ نہیں، یہ تو دنیا میں ہم اس کو مفلس سمجھ لیتے ہیں، آخرت کا مفلس کون ہے؟ ایسا آدمی جو اپنے ساتھ آخرت میں بہت سی نیکیوں کا ذخیرہ لے جائے، اس نے دنیا میں بہت سے نیک کام کئے تھے لیکن بندوں کے حقوق مار رکھے تھے، اللہ کی مخلوق کو ستایا تھا، اللہ کی مخلوق کو پریشان کیا تھا تو یہ انسان جو اپنے ساتھ نیکیوں کا ذخیرہ لے کر گیا تھا جن جن بندوں کو ستایا پریشان کیا ان کا کسی بھی قسم کا حق مارا

وہ سب بندے اپنے حق کا حشر کے میدان میں اللہ کے سامنے اس سے مطالبہ کریں گے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس سے میرا بدلہ دلوایا جائے، تو اس شخص کے نیک اعمال ان کو ان کی حق تلفی کے بقدر دے دیئے جائیں گے، اب بھی اگر حق تلفیاں باقی ہیں اور اس کی نیکیاں ختم ہو گئی ہیں تو ان لوگوں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ [۱]

ایک ظلم عظیم، کمزوروں کو میراث سے محروم رکھنا

ہم کسی کی ناحق زمین دبالیں، کسی کا ناحق مال کھالیں اس کی کتنی صورتیں آج رائج ہیں۔ مالی حق میں اہم حق جو اس زمانے میں عام طور سے فوت ہو رہا ہے وہ میراث کا حق ہے، کوئی آدمی مرجاتا ہے اور اس کی اولاد ہوتی ہیں تو اکثر ایسا کرتے ہیں کہ جو بڑا بیٹا ہوتا ہے ذرا وہ سردار قسم کا ہوتا ہے تو اس کے پاس جو پراپرٹی (جائیداد) ہوتی ہے ان سب پر قبضہ کر لیتا ہے، اس کے ماتحت جو دوسرے بھائی ہیں یا مرنے والے کی بیٹیاں ہیں یا اس کے ایسے اور رشتہ دار ہوں جن کو میراث مل سکتی ہے تو یہ آدمی جو قبضہ کئے ہوتا ہے، کسی کو اس کا حصہ دیتا نہیں ہے، تو اگر وہ جس کا حصہ مال کے اندر لگتا تھا معاف نہ کرے تو وہ حشر کے میدان میں سوال کریں گے اللہ کے سامنے مطالبہ کریں گے اپنے حق کا، یہ ہے مالی حق۔

مسلمان کی آبروریزی

اور مالی حق کے علاوہ دوسرے حق بھی ہیں مسلمان کے، مثلاً کسی مسلمان کی آبرو

---

[۱] عن ابی هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: اتدرون ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع. فقال: إن المفلس من امتي من يأت يوم القيامة بصلوة وصيام وزكوة ويأتي قد شتم هذا وقذف هذا وأكل مال هذا وسفك دم هذا وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته وهذا من حسناته، فان فنيت حسناته قبل أن يقضي ما عليه اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثم طرح في النار. (مسلم شريف، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظلم، ص ۳۲۰، ج ۲)

ریزی اب آبروریزی الگ الگ انسان کی اس کے مقام اور حالت کے اعتبار سے ہوتی ہے،
کبھی کوئی مسلمان اتنا غیرت مند ہوتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اسے نامناسب جملہ بھی بول
دے تو وہ شرمندہ اور پشیمان ہو جاتا ہے اور اس کی عزت لوگوں کے سامنے چلی جاتی ہے۔ تو
لوگوں کے سامنے جان بوجھ کر اس کو ایسی گالی بولی جس کی وجہ سے اس کی عزت لوگوں کے
سامنے چلی گئی، اس کا دل دکھ گیا۔ اس کی وجہ سے بھی انسان کی پکڑ ہوگی کہ اس کا دل کیوں
توڑا۔ اگر دل کی بات کہنی تھی تو نرمی سے محبت سے اپنا حق اس سے طلب کرتے۔ یا کسی
مسلمان کو کسی وجہ سے مار پیٹ کی، لوگوں کے سامنے اس کو ذلیل کیا یہ بھی حقوق ہیں بندوں
کے۔ یا سامنے تو کچھ نہیں کہا لیکن پیٹھ پیچھے لوگوں کے سامنے اس کی غیبت کی، اس کی
برائیاں بیان کی یا کسی مسلمان پر بغیر کسی وجہ سے تہمت لگائی، ان سب کو بیان کرنا ہے
ان شاء اللہ، کبھی بتلاؤں گا۔ تو یہ سب صورتیں ہیں بندوں کے حقوق کی۔ ان میں سے اگر
کوئی بھی کوتاہی کوئی بھی قصور ہم سے ہوا اور ان بندوں نے دنیا میں معاف نہیں کیا تو وہ
مطالبہ کرے گا۔

آخرت کا فقیر

تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مفلس کون ہے؟ میری امت کا مفلس وہ شخص ہے
جو دنیا سے بہت ساری نیکیوں کا ذخیرہ لے کر گیا لیکن بندوں کے بہت سے حق مارے تھے تو
لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اللہ سے مطالبہ کریں گے کہ یا اللہ! اس نے دنیا میں ہمارا
حق دبایا تھا تو ہم کو ہمارا وہ حق دلوا۔ اگر مالی حق تھا اللہ اس کے بدلے میں اس آدمی کی
نیکیاں ان حق والوں کو عطا کرے گا۔ اگر دوسرے قسم کے حقوق ہیں اس کے متعلق بھی اللہ
تعالیٰ اس کی نیکیوں کو ان لوگوں کو دے دے گا۔ یہاں تک کہ حدیث کے اندر مفہوم ہے،

مضمون ہے حدیث کا کہ وہ جو نیکیوں کا ذخیرہ آدمی لے کر گیا تھا ساری نیکیاں اس کی ختم ہو جائیں گی۔ سوچنے کی بات ہے کہ کتنا اہم مسئلہ ہے، اس پر توجہ نہیں دیتے، اس کو ظلم ہی نہیں سمجھتے۔ جیسے جملہ آتا ہے کسی کو یوں دیں گے کسی کے ساتھ بدسلوکی کرلیں گے، یہ سب دنیا میں چل جاتی ہے لیکن آخرت میں تو اس کا کتنا بڑا عذاب ہے کہ ہماری نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی، اگر نیکیاں ختم ہو جائیں گی پھر لوگ کہیں گے کہ اے اللہ! ابھی تو ہمارا حق باقی ہے لینے کا، تو اللہ تعالیٰ ان حقوق والوں کے گناہوں کو برائیوں کو اس کے سر پر ڈالے گا۔ یہ او نیکیاں تو جو تھیں ختم ہو گئیں، دوسروں کے گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں۔ اور جتنا عذاب ان گناہوں کی وجہ سے ہوگا وہ انسان کیا برداشت کرسکتا ہے؟ حضور ﷺ فرماتے ہیں: یہ ہے مفلس آدمی جو دنیا سے بہت نیکیوں کا ذخیرہ لے گیا لیکن لوگوں کے حقوق دبا رکھے تھے، لوگوں کے حقوق ضائع کئے تھے اس وجہ سے اس کو اپنی نیکیوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اور اس کے اوپر مزید یہ کہ اس کو دوسروں کے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر لینا ہوگا۔ کتنی اہم چیز ہے۔

تبلیغی رہبر اور اکرام مسلم

عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ یہ معاشرت بڑی اہم چیز ہے، بڑا اہم شعبہ ہے دین کا۔ اس لئے حضرت مولانا الیاس صاحب[1] نے تبلیغ میں چلنے پھرنے والے حضرات اور تمام مسلمانوں کے لئے جو دین سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں چند

---

[1] حضرت مولانا الیاس صاحب: بانی دعوت وتبلیغ حضرت جی مولانا الیاس صاحب ضلع شاملی (سابق مظفر نگر) کے کاندھلہ قصبہ کے تھے۔ فضائل اعمال کے مصنف حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کے چچا جان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دعوت وتبلیغ کا اتنا بڑا کام لیا کہ آج ساری دنیا میں یہ کام پھیلا ہوا ہے اور لوگ اس سے ہدایت پاتے ہیں۔ یہ آپ کے اخلاص کا نتیجہ ہے۔ ولادت ۱۳۰۳ھ کو کاندھلہ میں ہوئی۔ آپ کی کوئی تصنیف نہیں ہے البتہ ملفوظات وخطوط محفوظ ہیں۔ وفات ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء کو دہلی میں ہوئی اور مرکز نظام الدین بنگلے والی مسجد میں مدفون ہیں۔

نمبرات مختصر طور پر لکھے، یہ چھوٹے چھوٹے نمبر ہیں لیکن حقیقت میں اگر کوئی اپنی زندگی میں اُتار لے تو واقعی اس کو دین کا بہت بڑا حصہ ہاتھ لگ جائے گا۔ ایک نمبر اس میں رکھا "اکرام مسلم" مسلمانوں کا اکرام، مسلمان کا اکرام اگر انسان کے دل میں بیٹھ جائے اور اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ایمان والا ہے اور اللہ کے یہاں اس کے ایمان کی کتنی قدر ہے۔ تو حالت یہ ہوگی کہ وہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہونچائے گا۔ کوئی بھی مسلمان ہو، کسی بھی درجہ کا ہو اس کے ساتھ ہمدردی کا معاملہ ہونا چاہئے۔

جو میری پسند وہ میرے بھائی کی پسند

حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔[1] ہر انسان اپنے لئے یہ پسند کرتا ہے کہ مجھے عزت ملے، مجھے ہر چیز اچھی ملے، میری ذلت نہ ہو۔ جو جو چیزیں انسان اپنے لئے پسند کرتا ہے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے ہم اپنے لئے کوئی بے عزتی، کوئی نقصان، کوئی ضرر، کوئی تکلیف پسند نہیں کرتے، تو ایسا طریقہ ہم کیوں اختیار کریں کہ ہمارے بھائی کو اس سے کوئی تکلیف ہو جائے، کوئی ضرر پہنچ جائے۔ یہ مطلب اس کا نہیں کہ ایک آدمی اچھے کپڑے اپنے لئے پسند کرتا ہے تو اپنے بھائی کو وہ اچھا کپڑا دے دے، اپنے لئے اچھا مکان پسند کرتا ہے تو اپنے بھائی کو وہ اچھا مکان دے دے، یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خود استعمال کرے دوسرے بھائیوں کو وہی چیز دے دے۔ دے دینے کا اس میں حکم نہیں دیا۔ بلکہ انسان اپنے عمل سے کسی آدمی کے لئے ایسا نہ چاہے جیسا وہ اپنی ذات کے لئے لوگوں

---

[1] عن انسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ. (صحیح بخاری شریف، کتاب الایمان، باب من الایمان أن یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ج ۱، ص ۶).

سے توقع نہیں رکھتا۔ جیسا وہ توقع رکھتا ہے کہ ہر آدمی میری عزت کرے، ہر آدمی مجھ کو اچھی نگاہوں سے دیکھے، ہر آدمی مجھ کو نفع پہونچائے، کوئی آدمی مجھ کو نقصان نہ پہونچائے، یعنی دوسروں سے جو ہم توقع رکھتے ہیں ایسے ہی اپنی ذات سے بھی دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی انہی چیزوں کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ تو فرماتے ہیں جو اپنے لئے پسند کرے وہ اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔

عورتوں میں حسنِ معاشرت کی کمی

خصوصاً ہمارے معاشرے میں، مردوں میں تو یہ باتیں ہوتی ہی ہیں لیکن عورتوں میں زیادہ تر ہوتی ہیں کہ ایک دوسرے کو تکلیف پہونچانا، ایک دوسرے کی غیبت کرنا، کسی کی چغلی کرنا، کسی پر حسد کرنا، عورتوں کے اندر زیادہ یہ بیماری ہے مرد اس میں کم مبتلا ہیں۔ جہاں دو چار عورتیں بیٹھیں گی کہ کسی کی غیبت شروع کردیں گی، کسی کے متعلق ایسا جملہ کہیں گی کہ جس سے اس کی بے عزتی ہوجائے، کوئی عیب کسی عورت کا معلوم ہوا تو فوراً اس کو چار پانچ عورتوں میں شائع کریں گی کہ یہ عیب ہے اس میں یہ خرابی ہے، اس کے گھر میں یہ برائی ہے۔ یہ معاشرہ ہمارا بنا ہوا ہے۔ اس لئے بھائیو! ہر مسلمان کو ہر مسلمان کے ساتھ اکرام اور نرمی اور ہمدردی کا معاملہ کرنا چاہئے یہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے۔

چیونٹی سے سبق حاصل کرو

دیکھئے! انسان کو تو جانوروں سے سبق لینا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جانوروں کے اندر بھی کیسی ہمدردی رکھی ہے۔ تو ایک جانور ایسا ہے جس نے اپنی قوم کے ساتھ ہمدردی کی، اپنی قوم کو تکلیف سے بچایا، اپنی قوم کو موت کے گھاٹ اترنے سے اس طرح بچالیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ اور اس ادا کی وجہ سے اسے کیا مقام

ملا؟ اللہ کو اس کی ادا اتنی پسند آئی کہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں اس جانور کا ذکر کیا۔
سوچنے کی بات ہے ایک جانور کا ذکر اللہ تعالٰی نے اپنے کلام میں کیا، اس جانور کے جو الفاظ
ہیں اگر اس کو آدمی پڑھے گا تو ایک حرف کے اوپر اس کو دس نیکیاں ملیں گی، کتنا اونچا مقام
اس کو حاصل ہے۔ اس جانور کا جو نام ہے ہم قرآن میں پڑھتے ہیں تو جتنے اس کے نام کے
حروف ہیں اس کے اعتبار سے اتنی نیکیاں ہم کو ملیں گی، چار حرف ہے اس کے نام میں، چار
حرف کا جب تلفظ ہماری زبان سے نکلا تو چالیس نیکیاں اس پر ہم کو مل جائیں گی محض اسی
بنیاد پر کہ اس کے اندر قومی ہمدردی اپنے بھائی بہنوں کی محبت اور اخوت اور ہمدردی ہے۔
قرآن میں یہ واقعہ موجود ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے پوری سورۃ اسی نام سے اُتاری ہے۔ "سورۃ
نمل" قرآن میں ایک سورۃ ہے، "نمل" کس کو بولتے ہیں؟ "چیونٹی" کو، اللہ تعالٰی کو اس کی
ادا اتنی پسند آئی کہ اس کے نام کی پوری سورۃ اتار دی۔

انوکھی سلطنت کے بادشاہ سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان بڑے جلیل القدر پیغمبر گذرے ہیں، قرآن میں ان کے واقعات
ذکر کیے گئے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے لڑکے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے حق
تعالٰی سے دعا فرمائی کہ یا اللہ! مجھے ایسا ملک عطا فرما دیجئے، ایسی سلطنت اور حکومت عطا فرما
کہ ایسی سلطنت اور حکومت میرے بعد کسی کے لئے نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالٰی نے ان کی دعا
قبول فرمائی، بہت بڑی حکومت عطا فرمائی، اتنی بڑی حکومت عطا فرمائی کہ انسان تو ان کے
تابع تھے ہی جن بھی ان کے تابع تھا۔ جنات کے علاوہ بہت سے چرند و پرند اور ہوا بھی اور
جانور بھی ان کے قبضہ میں تھے۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالٰی نے جانوروں کی بولی بھی سکھائی تھی
﴿وعلمنا منطق الطير واوتينا من كل شيء﴾ جانوروں کی بولی بھی ان کو سکھائی

تھی، جانور آپس میں کیا بات کرتے ہیں اس کو بھی وہ سمجھ لیتے تھے۔ اتنی بڑی حکومت اللہ نے عطا کی تھی۔

چیونٹی کی اپنی قوم سے ہمدردی

تو ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ اپنے لشکر کو لے کر کہیں جارہے تھے تو چیونٹی کیا بولتی ہے؟ چیونٹی اپنے بہت سارے بھائیوں کے ساتھ اپنے بل کے پاس تھی اس نے دیکھا کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر آرہا ہے فوراً اس کو ہمدردی پیدا ہوئی فوراً خیال ہوا کہ یہ تو ابھی گذر جائیں گے، یہ ہماری طرف کیا نگاہ کریں گے؟ ان کے پیر ہم پر گریں گے تو پوری قوم ہلاک ہو جائے گی۔ اتنی ہمدردی اس چیونٹی میں ہے۔ آج کا مسلمان کسی مسلمان کو جب تکلیف میں دیکھتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ اچھا ہے دو چار مصیبتیں اس پر اور آویں۔ بلکہ سازشیں کرتا ہے کہ اس کو کس طرح نقصان پہونچے، کس طرح اس کی عزت ختم ہو جائے، کس طرح اس کی مال و دولت ختم ہو جائے۔ بعض لوگ تو ظاہر میں یہ سازشیں کرتے ہیں بعض لوگ اس کے لئے ایسی ایسی ترکیبیں کرتے ہیں جو بڑے سخت کبیرہ گناہ تک پہونچا دیتی ہیں۔ مثلاً سحر کرنا، آج کل یہ چیزیں ہمارے معاشرہ میں ملتی ہیں۔ جادو بھی حق ہے، اس کا بھی اثر ہوتا ہے۔ کوئی بھی اچھی اور بری چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے تاثیر رکھی ہے، مثلاً ابھی ہم اور آپ بیٹھے ہیں کوئی آدمی آکر ہم کو گالی دے دے، اس نے تو گالی بول دیا اس نے ہمارے بدن میں کوئی چیز داخل تو کی نہیں لیکن پھر بھی انسان کی طبیعت ہے کہ اتنی بری گالی سن کر کے اس کے خون کے اندر جوش آجائے گا، غصہ آجائے گا، آدمی انتقامی جذبے کے ساتھ اٹھے گا کہ اس کا کچھ جواب دے۔ حالانکہ گالی بولنے والے نے تو کچھ کیا نہیں لیکن اس کے بول اور بات کے اندر تاثیر ہے کہ اس نے ایک بول بولا تو ہمارے بدن میں

گرمی آگئی، جوش آگیا، جذبہ آگیا۔ اسی طرح جو دو ورحم کے اندر بھی کچھ کلمات دھرا دھر کے لے کر پڑھتے ہیں، ان کے لئے ترکیبیں کرتے ہیں تو اس سے اثر ظاہر ہوتا ہے، انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا ذکر ہے۔ بہر حال اس طرف نہیں جانا ہے۔ عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ اس چیونٹی نے تو اپنی قوم کی اتنی ہمدردی کی اور مسلمان ایک دوسرے کو تکلیف پہونچانے، اس کو مارنے اور اس کو کاٹنے، اس کی عزت و آبرو کو ختم کرنے کی کیسی کیسی اسکیمیں کرتا ہے۔ چیونٹی نے کیا کہا اللہ تعالیٰ نے اس کا جملہ نقل کیا اس کی خیر خواہی کا جملہ نقل کر کے کہا: ﴿قالت نملة یا ایها النمل ادخلوا مسٰکنکم لا یحطمنکم سلیمٰن وجنوده وهم لا یشعرون﴾ وہ جو اس کی سردارنی تھی اس نے کہا: اے چیونٹیو! تم اپنے اپنے بلوں کے اندر چلے جاؤ ﴿لا یحطمنکم سلیمٰن وجنوده﴾ کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تم کو روند ڈالے۔ اس نے اپنی قوم کو بچانے کے لئے ایسا کہا، اپنی قوم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اس نے اتنی ہمدردی کی، اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا اتنی پسند آگئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا ذکر کیا، بلکہ اس کے نام ہی سے اللہ تعالیٰ نے پوری سورۃ اتار دی۔

بیمار پرسی کی فضیلت

اگر مسلمان حقیقت میں اپنے آپ کو پیر سے لے کر سر تک رحم اور ہمدردی کا پتلا بنالے تو سوچنے کی بات ہے کہ اللہ کے یہاں اس کا کتنا اونچا مقام ہو جائے گا۔ دیکھئے یہ معمولی سی بات ہے انسان اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا ہے، حدیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مثلاً ایک مسلمان بیمار ہے اس کی بیمار پرسی کے لئے جانا چاہئے تسلی دینے کے لئے۔ حدیث میں اس کے الفاظ بتائے گئے ہیں اور ہم کو ان باتوں پر یقین رکھنا

ضروری ہے ورنہ تو جو یقین نہ کرے حضور ﷺ کی حدیث کا انکار کرے تو انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اتنی سی بات پر اتنا بڑا ثواب اللہ سے یہاں سے ہم کو دلوایا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ عام طور پر یہ بات ہمارے اندر نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اگر بیمار ہے اور اس کی بیمار پرسی کے لئے کوئی آدمی صبح کو چلا جائے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اگر کوئی شام کو کسی کی بیمار پرسی کے لئے چلا جائے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔[1] ستر ہزار فرشتے! دیکھئے یہ کوئی معمولی ثواب نہیں ہے۔ بھائی حشر کے میدان میں جہاں ایک ایک نیکی کے لئے انسان پریشان ہوگا وہاں ہم کو قدر ہوگی کہ کاش ہم یہ نیکی کر لیتے تو ہمارے لئے ستر ہزار فرشتوں کی مغفرت کی دعائیں بھی مل جاتیں تو آج ہمارا کام بن جاتا۔

تو میرے بندے کی مدد کر میں تیری مدد کروں گا

لیکن یہ جذبات ہمارے اندر نہیں ہیں۔ ہمارا پڑوسی مر رہا ہے۔ راستے میں کوئی مسلمان بیمار ہے ہم دیکھتے ہیں پھر بھی گذر کر چلے جاتے ہیں اور تسلی کے دو کلمات اس کو نہیں کہتے ہیں۔ یہ خدمت کی بات ہے۔ یہ دو ہی لفظ اس کو تسلی کے اللہ کہنا اس پر اتنا بڑا ثواب۔ ایک حدیث[2] میں فرمایا گیا کہ جب تک کوئی بندہ بندوں کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس مدد کرنے والے کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ آج ہم چاہتے ہیں کہ ہماری

---

[1] عن علی قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ما من مسلم یعود مسلما غدوۃ إلا صلی علیہ سبعون ألف ملک حتی یمسی وإن عادہ عشیۃ إلا صلی علیہ سبعون ألف ملک حتی یصبح وکان لہ خریف فی الجنۃ (سنن ترمذی شریف، ابواب الجنائز، ج ۱، ص ۱۹۱)

[2] عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ۔ واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیہ (مشکوۃ، کتاب العلم، ص ۳۲)

اس کام میں مدد ہو نصرت ہو، ہر کام ہمارا اختیار ہے، اس کا آسان طریقہ حضور ﷺ نے یہ بتایا کہ تم دوسروں کی مدد کرو، دوسروں کے کام بنانے کی فکر کرو، کچھ نہیں کر سکتے ہو تو تم اس کی مصیبت دور ہونے کی دعا ہی کر دو۔ اور اتنا بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم برا بھی مت چاہو کہ اس کا کچھ برا ہو، یہ بھی ایک مدد ہے، یہ بھی ایک خیر ہے۔ اتنا بھی انسان کرے گا تو اللہ کی مدد اس کو شامل حال ہوگی۔ اور حقیقت ہے حضور ﷺ کی بتائی ہوئی یہ باتیں آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب ہم نے اپنے بھائیوں کی مدد چھوڑ دی، اپنے بھائیوں کو تکلیف دینے لگے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہم سے چھوٹتی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ نہیں ہوتی۔ اگر ہم اس کو اپنالیں۔ یہ طریقہ اختیار کرلیں تو یقیناً اللہ کی نصرت اور اس کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی۔ تو یہ جذبہ ایک چیونٹی کے اندر دیکھا تو اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں کیا، اگر انسان میں یہ جذبہ آجائے اپنے بھائی سے ہمدردی کا، عورتوں میں خصوصاً اپنی بہنوں کا، اپنی ماؤں کی ہمدردی کا جذبہ آجائے تو ان کا کتنا اونچا مقام ہو سکتا ہے۔ عورتوں میں عام طور پر یہ بات ہوتی ہے کہ ان کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ میری پڑوسن ہمیشہ غریب ہی رہے، میری پڑوسن ہمیشہ تکلیف ہی میں رہے، میں میری پڑوسن کو اچھی حالت میں نہ دیکھوں۔ آپس میں جلن، حسد یہ تو عورتوں کا شیوہ بن چکا ہے۔

قسم عظمت والی چیز کی کھائی جاتی ہے

اگر غور کیا جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں بعض بعض چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ قسم جس چیز کی کھائی جاتی ہے وہ عظمت اور بزرگی والی چیز ہوتی ہے، بڑے مرتبے والی ہوتی ہے۔ ہم بھی آپس میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں میری ماں کی قسم، میرے باپ کی قسم، کبھی ایسا بولتے ہیں کہ میرے سر کی قسم، میرے گلے کی قسم۔ اور ہم نے کبھی ایسا نہیں سنا کہ آدمی کہے کہ میرے پیر کی قسم۔ چونکہ ہر انسان کے بدن میں جو چیز

درجہ کا ہے اس لئے اس کی قسم نہیں کھاتا ہے۔ آدمی جو بڑے درجے پر ہے، اونچے درجے پر ہے، سر اس کی قسم کھائے گا، گلے کی قسم کھائے گا، ماں باپ کی قسم کھائے گا۔ لیکن یہ مسئلہ بھی سن لیں کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں، لوگ کھاتے ہیں۔ اس لئے ایک بات مثال کے طور پر بتلائی کہ قسم لوگ اسی چیز کی کھاتے ہیں جس کا درجہ بڑا ہوتا ہے۔ ماں باپ کا درجہ بڑا ہوتا ہے، سر کا درجہ بڑا ہوتا ہے، گلے کا درجہ بڑا ہوتا ہے اس لئے اس کی قسم کھالیتے ہیں۔ ورنہ ان چیزوں کی قسم کھانا جائز نہیں، قسم فقط اللہ تعالیٰ ہی کی کھائی جاسکتی ہے۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہ اختیار ہے کہ وہ کسی چیز کی بھی قسم کھائے کیوں کہ اللہ نے ہی سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ جس کو وہ بڑا بنانا چاہے بنادے، جس کو بزرگی دینا چاہے دے دے۔ اس لئے بہت سی چیزوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں قسم کھائی ہے۔

انجیر کی قسم وَالتِّيْنِ

ان میں سے ایک سورت یہ بھی ہے جو ہم نماز میں پڑھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں، چھوٹی سی سورۃ ہے اکثر لوگوں کو یاد ہوتی ہے۔ ﴿والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین﴾ اس میں قسم کھائی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ قسم ہے انجیر کی اور زیتون کی اور طور سینا کی اور اس اہم شہر یعنی مکہ مکرمہ کی، یہ چار چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ یہاں مجھے صرف اتنی بات بتلانی ہے کہ اس میں پہلی چیز جو ہے ﴿والتین﴾ انجیر اس کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی، معلوم ہوا کہ اس میں کوئی خوبی کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی قسم کھائی اس کے اندر کوئی خوبی، کوئی شرافت ہوگی۔ اچھی چیز ہے اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی۔ اس انجیر کے درخت کے اندر کیا خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی؟ اس کے اندر ایثار کی خوبی ہے۔

ایثار ہو تو ایسا

ایثار کس کو کہتے ہیں؟ ترجیح دینا یعنی اپنے نفع کو تو پیچھے رکھ دینا اور دوسروں کو نفع پہنچانے کی پہلے فکر کرنا، میں تکلیف میں رہوں میرا کام نہ بنے لیکن میرے بھائی کا کام بن جائے۔ یہ جذبہ جس کے اندر ہوگا اس کو ایثار کہتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ میں یہ جذبہ پورے طور پر موجود تھا کہ جنگ ہو رہی ہے، کافرین مشرکین حملہ کر رہے ہیں اور ایک مسلمان بھائی تڑپ رہا ہے جان جانے کی تیاری ہے۔ ایک شخص پانی اس کے پاس پیش کرتا ہے۔ پانی لے کر اس کے قریب پہنچتا ہے ایک بھائی کی آواز آتی ہے وہ کراہ رہا ہے۔ موت قریب آ رہی ہے تو پہلا شخص فوراً کہتا ہے نہیں۔ پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ۔ جان جانے کا وقت ہے تو بھی فرماتے ہیں کہ میرے قریب والے کو پلاؤ۔ اس کے پاس پانی لے جاتے ہیں تو تیسرے کی آواز آتی ہے اس کے پاس پانی لے جاتے ہیں تو وہ کہتا ہے پہلے میں نہیں اس کو پلاؤ، یہاں تک کہ آخر میں آخیر والا کہتا ہے کہ پہلے کو پلاؤ۔ اب وہ پانی پلانے والے پھر واپس پہلے کے پاس لوٹتے ہیں، دیکھتے ہیں کہ سب کی جان جا چکی ہے۔ جان جانا منظور ہے گوارہ ہے لیکن ترجیح کس کو دی؟ بھائی کو۔ تو یہ جذبہ تھا صحابہ کرامؓ کے اندر۔ تو یہ ایثار کا جذبہ اور ایثار کا مادہ انجیر کے درخت کے اندر ہے۔

انجیر کی قسم کھانے کی وجہ اور حضرت آدمؑ

اس انجیر کے درخت کے اندر اللہ میاں نے یہ خاصیت اس میں اس لئے رکھی ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت حوا جب دونوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا فرمایا اور حکم دیا کہ تم جنت میں رہو اور اس کی نعمتیں استعمال کرو لیکن ایک بات سے منع فرما دیا ﴿ولا تقربا هٰذه الشجرة فتكونا من الظّٰلمين﴾ یہ ایک درخت ہے اس کے قریب مت جاؤ

ورنہ تم اپنی ذات پر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے، یعنی تم نافرمان شمار کیے جاؤ گے۔ اس درخت کے متعلق مفسرین کہتے ہیں کہ گیہوں کا درخت تھا، گندم کا تھا، اس کے قریب جانے سے اللہ نے منع کیا تھا۔ شیطان نے ان کو ورغلا دیا، جنت میں گھس کر ان کے دل میں وسوسہ ڈالا اور کیا کہا؟ کہا کہ یہ جو درخت ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو کیوں اس سے روکا؟ اس کو تم کھالو گے تو تم فرشتے بن جاؤ گے۔ اس دھوکہ میں آ کر حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ نے یہ چیز ممنوعہ جس سے آپ کو روکا گیا تھا اس کو استعمال فرمایا تو انہوں نے جیسے ہی ان دانوں کو کھایا تو فوراً جنتی لباس ان کے بدن سے اتر گیا، جیسے ہی جنتی لباس ان کے بدن سے اترا برہنہ اپنے آپ کو دیکھنے لگے تو حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ یہ کیا ہو گیا؟ ان کی صحبت پر ایک قسم کی بے چینی آگئی کہ ہم نے کیا کر دیا، ہم اللہ کے نافرمان ہو گئے۔ چنانچہ اپنے آپ کو برہنہ دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ جنتی لباس اتر گیا تو کم از کم یہ جو پتے ہیں جنت کے درخت کے، ان کو ہم اپنے اوپر لپیٹ لیں۔ قرآن نے بڑے اچھے انداز میں ذکر کیا: ﴿وطفقا يخصفان عليهما من ورق الجنة﴾ ان دونوں نے جنت کے درخت کے پتے اپنے بدن پر لپیٹ لئے۔ لیکن لکھا ہے کہ جب انہوں نے درخت کے پتے لینے کا ارادہ کیا تو جنت کے بہت سے درختوں نے اپنا پتہ دینے سے انکار کر دیا کہ ہمارے پتے نہیں لے سکتے۔ اللہ کی نافرمانی آپ سے ہوئی اس لئے ہمارے پتے کو آپ ہاتھ مت لگاؤ۔ وہاں پر جن پتوں نے ان کو سہارا دیا، جس درخت نے سہارا دیا وہ تھا انجیر کا درخت۔ اس کے پتے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ انجیر کے درخت نے اپنے پتے لینے کی اجازت دے دی اور ان دونوں نے اپنے بدن پر انجیر کے پتے لپیٹے۔ پھر اللہ نے زمین پر ان کو اتار دیا۔

ایک لطیف نکتہ

ایک بات اور یہاں ذہن میں رکھئے کہ حضرت آدمؑ سے اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی

ہوگئی۔ لیکن جو اللہ کے مقرب اور نیک بندے ہوتے ہیں اور اگر ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور کوئی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا کام کیا ہوتا ہے؟ اپنے گناہ کا اعتراف، ندامت، پشیمانی، کہ میں بڑا مجرم ہوں، مجھ سے بڑا گناہ ہو گیا۔ اور جس کو اللہ سے محبت اور تعلق نہیں ہوتا ہے، محبت نہیں ہوتی ہے وہ کوئی گناہ کرتا بھی ہے تو اس پر سینہ زوری بھی کرتا ہے کہ میں نے ایسا کیا، مجھ سے ہو گیا گیا، میں نے ایسا کیا۔ یہ فرق ہوتا ہے اللہ سے محبت ہونے کا اور نہ ہونے کا۔ شیطان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حکم دیا اور تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کے آگے سجدہ کریں۔ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن شیطان سجدے میں نہیں گیا۔ تو اس نے اللہ کی نافرمانی کر لی۔ اب ہو گیا؟ تو اللہ نے جب اس سے سوال کیا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ تو اس نے معافی نہیں مانگی اللہ تعالیٰ سے، اپنی نافرمانی پر اس کو شرمندگی نہیں ہوئی بلکہ اور اللہ کے سامنے ڈٹ کر کہنے لگا کہ کیوں سجدہ کروں؟ ﴿خلقتني من نار و خلقته من طين﴾ آپ نے تو حضرت آدمؑ کو مٹی سے بنایا مجھ کو آگ سے بنایا، آگ کا خاصہ ہے کہ وہ اوپر بلندی کی طرف جائے اور مٹی کا خاصہ یہ ہے کہ وہ پستی کی طرف جائے تو مٹی تو ذلیل چیز ہے۔ حق تو یہ تھا کہ مٹی مجھ کو سجدہ کرے، آدمؑ مجھ کو سجدہ کریں۔ اس لئے میں نے اس ذلیل اور پست چیز کو سجدہ کرنا گوارہ نہیں کیا۔ صحیح تو یہ تھا کہ شیطان ندامت اختیار کر لیتا، لیکن ندامت نہیں کی، اللہ کے سامنے اور سوال و جواب کرنے لگا، ہٹ دھرمی کرنے لگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اپنے دربار سے اپنی بارگاہ سے ہٹا دیا، ختم کر دیا، مردود کر دیا اس کو۔ اور حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ سے محبت تھی کہ میرا رب ہے، میرا خالق ہے، میرا مالک ہے۔ اب ہم سے اس کی نافرمانی ہوگئی۔ تو حضرت آدمؑ پر اتنی ندامت اتنی شرمندگی ہوئی کہ انہوں نے اپنی زبان ہلانے کی بھی ہمت نہیں کی کہ اللہ تو معاف کر دے۔ زمین پر اتارے گئے تو زبان سے ایک کلمہ بھی نہیں کہہ سکے، بس برسہا برس روتے رہے۔ حضرت آدمؑ ہمت

بھی نہیں کرتے کہ معاف کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ کو جب ان کے رونے پر رحم آیا تو خود ہی اللہ تعالیٰ نے معافی مانگنے کے لئے کلمات ان کے دل میں ڈال دیئے۔ بندگی کا حق یہ ہے کہ اپنے رب کے سامنے، اپنے مالک کے سامنے انسان جرأت مندانہ کوئی کلام نہ کرے۔ حضرت آدمؑ معافی کے کلمات بھی استعمال نہیں کر سکے، اتنی ندامت تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے آنسوؤں پر رحم کھا کر خود اپنے آگے معافی مانگنے کے کلمات ان کے دل میں ڈالے اور سکھائے۔ وہ کلمات کیا ہیں؟ وہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین﴾ یہ دعا اگر ہم پڑھیں تو اس کے معنی پر بھی ہم کو غور کرنا چاہئے ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ ''اے اللہ! تیری نافرمانی کر کے ہم نے اپنی ذاتوں پر بڑا ظلم کیا''۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے، ہم گناہ کر کے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ تو ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ اے ہمارے رب ہم نے اپنی ذاتوں پر بڑا ظلم کیا ﴿وان لم تغفر لنا وترحمنا﴾ ''اگر تو ہمارے گناہ معاف نہیں کرے گا اور ہماری بخشش نہیں کرے گا ﴿لنکونن من الخاسرین﴾ ''تو البتہ ضرور بالضرور ہم تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' یہ دعا اور یہ استغفار اور یہ کلمات جب حضرت آدمؑ نے اللہ کے سامنے عرض کئے تو حضرت آدمؑ کے اس گناہ کی معافی ہو گئی۔ یہ مزاج ہو گا اس بندے کا جس کے اندر بندگی ہو گی۔

شیطان میں فقط دو عین ہے

شیطان جو اللہ کا بندہ ہے، اس کی مخلوق ہے لیکن اس کی بندگی کا حق ادا نہیں کیا۔ شیطان بڑا عالم تھا، ہمارے بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ شیطان کی جو صفات ہیں اس کے اندر دو عین تو ہے لیکن ایک اور عین کی اس میں کمی ہے۔ عابد کے اندر بھی عین ہوتا ہے عالم کے اندر بھی عین ہوتا ہے، وہ عابد بھی تھا بہت بڑا عابد، اللہ کے سامنے اس نے بہت سجدے

کئے، آسمان پر چار انگلی کے برابر جگہ باقی نہیں رہی کہ جہاں اس نے سجدہ نہیں کیا، اتنے سجدے کئے۔ تو عابد بھی بہت بڑا تھا، عالم بھی تھا۔ علم اتنا تھا کہ اللہ نے فرشتوں کا سردار اس کو بنایا تھا۔ تو عابد بھی تھا، عالم بھی تھا، لیکن ایک عین کی کمی تھی، عابد کا عین بھی تھا اس میں عالم کا عین بھی تھا لیکن عاشق کا عین نہیں تھا۔ عشق کا تقاضہ یہ ہے کہ میرا محبوب جو حکم دے دے اس پر عمل کروں۔ تو عاشق کا جو عین ہے اس کی کمی تھی اس لئے راندۂ دربار ہو گیا۔ حضرت آدمؑ کو عشق تھا اپنے رب سے، محبت تھی اپنے رب سے، اس وجہ سے حضرت آدمؑ کامیاب ہو گئے اور وہ ناکام ہو گیا۔ تو عرض کرنے کا منشا یہ ہے کہ شیطان کے اندر یہ سب چیزیں تھیں لیکن عشق اور محبت نہ تھی۔ جس سے انسان کو تعلق ہوتا ہے، جس سے محبت ہوتی ہے اس کے حکم پر تو آدمی مرمٹتا ہے۔

عشق پر آدمی مرمٹتا ہے

کتابوں میں واقعات لکھے ہیں مولانا رومؒ وغیرہ نے بھی، مشہور ہے لیلیٰ مجنوں کے قصے ہم پڑھتے رہتے ہیں لیکن اس کی حقیقت میں غور کیا جائے تو ہمارے لئے بڑا سبق ہے۔ تو لیلیٰ نے مجنوں کو حکم دیا کہ تو پہاڑ کھودو اور اس کے اندر سے دودھ کی نہر نکالو۔ اب یہ مجنوں صاحب چلے اور پہاڑ کھودنا شروع کیا تو کسی نے پوچھا: کیا ہوا تم پہاڑ کھود رہے ہو؟ اس نے کہا: بس پہاڑ کھود کر دودھ کی نہر نکالنی ہے۔ اس شخص نے کہا: ارے بھائی! تم بڑے بے وقوف آدمی ہو، کوئی پہاڑ کھود کر کے دودھ کی نہر نکلنے والی ہے؟ کہا: نہیں، بس میرے محبوب نے مجھ کو حکم دے دیا، اس کے حکم کے آگے میں سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میرے محبوب نے کہا: پہاڑ کھودو اور دودھ کی نہر نکالو! اس لئے یہ کام میں نے شروع کر دیا۔ ایک دنیاوی اور فانی محبت کی خاطر انسان کیسی قربانی دیتا ہے۔ مولانا رومؒ نے اور بھی واقعہ اس کا لکھا ہے اور اس کا نتیجہ نکالتے ہیں کہ مومن کو اللہ کے ساتھ ایسی محبت ہونی چاہئے۔

ایک مرتبہ وہ مجنوں اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہا تھا اپنی لیلیٰ کی گلی میں ملاقات کے لئے یا زیارت کے لئے، وہ اونٹنی بچے والی تھی، اس کا بچہ بھی پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور یہ مجنون اونٹنی پر سوار ہے۔ اس کو جلدی جانا ہے، جلدی جانا چاہتا ہے لیکن وہ اونٹنی بے چاری اپنے بچے کی محبت کی خاطر بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہے، وہ چلتی ہے اور مار کھا رہی ہے لیکن پھر بھی جلدی نہیں چلتی، بار بار پیچھے پلٹ کر دیکھتی ہے۔ اس مجنون کو فوراً خیال آیا، مجنون تھا لیکن عقل بھی تھی اس میں تو اس نے سوچا کہ اونٹنی کو اپنے بچے سے محبت ہے اس کے لئے یہ مار کھا رہی ہے لیکن پھر بھی سیدھی نہیں چلتی اور بار بار پلٹ کر دیکھتی ہے، حقیقی محبت تو اس کو کہتے ہیں اور میں محبت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور جانے میں بالکل تاخیر کر رہا ہوں۔ وہ فوراً اونٹنی سے کود پڑا۔ ایک طریقہ تو یہ بھی تھا کہ اونٹنی کو بٹھاتا پھر اترتا اور چلتا اپنے مقصد کی طرف، لیکن جنون اس پر طاری تھا، اس کی عقل پر اس کی محبت غالب آگئی کہ اونٹنی سے کود پڑا۔

عشق و محبت ہوتی ہے تو اعمال کی ادائیگی آسان ہوتی ہے

ایمان کے اندر بھی یہ بات خاص ہے، انسان کی عقل یہ چاہتی ہے کہ ایک لاکھ روپیہ اس وقت میرے پاس موجود ہو اگر میں اس کی زکوٰۃ ادا کروں گا تو اس میں کتنا کم ہو جائے گا۔ عقل یہ چاہتی ہے خواہ مخواہ میں اپنے روپے پیسے کو کیوں کم کروں؟ لیکن محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ کا حکم ہے اس کی زکوٰۃ ادا کر۔ اب محبت غالب آگئی عقل پر، عقل کی چلنے نہیں دی، اس نے اللہ تعالیٰ کے تقاضے کو پورا کیا، ایمان کے تقاضے کو پورا کر کے زکوٰۃ ادا کر لی، تو یہ عشق اور محبت سے ہوتا ہے۔ ایسے ہی صبح کا وقت ہے سخت سردی ہے، عقل یہ چاہتی ہے کہ نرم بستر گرم بستر پر پڑے رہیں، کون جاتا ہے؟ لیکن اس عقل کو آدمی پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور ایمان کے تقاضے پر عمل کرتا ہے کہ نہیں مجھے اللہ کے حکم کی طرف جانا ہے، اس وقت اگر مجھے دنیا کا کوئی بڑا وزیر کوئی بڑا افسر بلالے تو میری خوشی کی انتہا نہیں ہوگی کہ اتنا بڑا

آدمی مجھ کو بلا رہا ہے۔ اس لئے آدمی سب کچھ چھوڑ کر بھاگے گا کہ میں اس کی خدمت میں پہنچ جاؤں، لوگ بھی دیکھیں گے کتنے بڑے آدمی سے اس کا تعلق ہے۔ تو ایمان والا کیا سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو پنج کی نماز کے لئے بلا رہا ہے، اس کے دربار میں وہ بلا رہا ہے تو میں بڑا بد قسمت ہوں اگر میں نہ جاؤں، میں محروم ہو جاؤں گا اگر اس کی آواز پر لبیک نہیں کہا۔ یہ تقاضہ ہے۔ تو وہ مجنون تھا لیکن محبت اس کی عقل پر غالب آگئی اس لئے اس نے اپنی عقل کے مطابق عمل نہیں کیا، بٹھایا نہیں سواری کو بلکہ اس اونٹنی پر سے کود پڑا۔ جانتے ہو کودنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ آدمی دو چار فٹ سے گرتا ہے تو بھی کبھی اس کا پیر فریکچر ہو جاتا ہے، کبھی چلنے کے قابل نہیں رہتا، تو یہ اتنی اونچی اونٹنی پر سے گرا تو اس کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے۔ ایسے تو چلنے کی طاقت نہیں رہی مگر ابھی بھی اس کی محبت اس کی عقل پر غالب رہی، اب وہ چل تو سکتا نہیں لڑھکانا شروع کر دیا۔ لڑھکتا لڑھکتا وہ اپنی لیلیٰ کی گلی کے اندر پہونچا۔ کتنی اونچی محبت تھی ایک فانی چیز کے لئے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

کیا مولیٰ کا عشق اس سے بھی کم ہو سکتا ہے؟ تو ایک مجنون نے لیلیٰ کے ساتھ کیسی محبت کی اور تو مولیٰ کو ماننے والا ہے، مولیٰ کے ساتھ عشق ومحبت کا دعویٰ کرتا ہے، تو تیرا مولیٰ سے عشق اس کی لیلیٰ کی محبت سے بھی کم ہے۔ جیسے اس مجنوں نے اپنی لیلیٰ کی خاطر اپنے کو گیند بن کر کے لڑھکایا، ایک مومن کا اور اللہ سے محبت رکھنے والے کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بھی اللہ کے واسطے اپنی جان کو اگر لڑھکانے کا موقع آجائے، اگر اپنی جان کو قربان کرنے کا موقع آجائے اللہ کے حکم کے آگے وہ اپنے آپ کو قربان کر دے، یہ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

بہر حال عرض کرنے کا منشا یہ ہے بات بہت دور جا پڑی کہ شیطان کے اندر وہ عاشق والے عین کی کمی تھی، عابد بھی تھا عالم بھی تھا مگر عاشق نہیں تھا۔ اور حضرت آدمؑ میں یہ خوبی تھی۔

انجیر کے درخت کی خاصیت

میں یہ بات عرض کر رہا تھا حضرت آدمؑ حضرت حواؑ ان دونوں کو جب کسی درخت نے پتہ نہیں دیا تو ایثار کس نے کیا؟ وہ انجیر کے درخت نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ خوبی رکھی ہے کہ دوسرے کا کام بنایا کرے خود کا بنے یا نہ بنے۔ تو اس نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو اپنے پتے دے دیئے، انہوں نے اپنا بدن ڈھانپ لیا۔ اب دنیا نے اس درخت کی خاصیت دیکھ لی۔ مثلاً آم ہے کیری ہے پھل آنے سے پہلے اس پر پھول آئے گا اس کے بعد پھل آئے گا، اسی طرح اور بھی جتنے درخت ہیں کسی نہ کسی قسم کا پہلے پھول آتا ہے اس کے بعد پھل آتا ہے۔ تو پھول اور پتے کیا ہیں؟ یہ اس کی زیب و زینت ہے۔

اب پہلے تو اس نے اپنا کام کیا، اپنی سجاوٹ کو اس نے اختیار کیا، اور دوسرے نمبر پر پھر وہ پھل پیدا کرتا ہے جو انسان کھاتے ہیں اور انسان کے علاوہ بعض پھل جانور کھاتے ہیں۔ مطلب کہ دوسروں کے نفع کی چیزیں تو اس نے بعد میں پیش کی اور اپنی ذات کے نفع اور اپنی زیب و زینت کو پہلے اختیار کیا۔ لیکن انجیر کے درخت کی خاصیت کچھ اور ہے، اس کے اندر ایثار کا مادہ ہے۔ کاش انسان کے اندر وہ ایثار کا مادہ آجائے تو وہ کتنے اونچے مقام پر پہنچ جائیں۔ اب یہ انجیر کے درخت میں ہوتا کیا ہے کہ پہلے پھل آتا ہے۔ ہم دیکھیں غور کریں تو پتہ چلے گا کہ انجیر کے درخت میں پہلے پھول نہیں آتا ہے، پہلے ہی وہ لوگوں کے نفع کی چیز اپنے اوپر پیش کر دیتا ہے، پھل ہونے کے بعد پھر اس کے اوپر پھول اگتا ہے، اپنا کام وہ بعد میں کرتا ہے زیب و زینت کا، دیکھیں گے تو پتہ چلے گا۔ یہ ایثار کا مادہ یعنی اپنا کام بعد میں کرتا ہے لیکن لوگوں کے نفع کا کام پہلے کرتا ہے۔ یہ ایثار کا مادہ بڑی عجیب چیز ہے۔ ہو سکتا ہے اسی ایثار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی قسم کھائی ہو اور قرآن میں اس کا ذکر کیا ہو۔ اللہ فرماتا ہے۔ ﴿والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین﴾ ”قسم ہے انجیر کی اور قسم ہے زیتون کی اور قسم ہے طور سینا کی اور قسم ہے اس بلد

امین یعنی امن والے شہر مکہ مکرمہ کی۔" اللہ تعالیٰ قسم کھا رہے ہیں تو اس چیز میں کتنی خوبی ہوگی ایثار کی۔ ایک درخت ایک بے جان چیز اپنے اندر ایک خوبی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یہ مقام عطا فرماتے ہیں کہ خود اس کی قسم کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ خود قرآن میں اس کا ذکر فرماتا ہے۔ تو انسان اپنے اندر جو یہ صفت حاصل کرے گا اپنے بھائیوں کی ہمدردی، اپنے بھائیوں کے نفع کی صفت خود اختیار کرے تو اللہ کے یہاں اس کا کتنا اونچا مقام ہو جائے۔

تمہاری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے

اس لئے بھائیو! سوچنے کی بات ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو نقصان پہونچانے سے بھی نہیں ڈرتا۔ دراصل بات یہ عرض کر رہا تھا کہ کامل مسلمان تو وہ ہے کہ وہ اپنی ذات سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہونچائے، زبان سے بھی، ہاتھ سے بھی اور کسی بھی طریقے سے اپنی ذات سے وہ تکلیف نہ پہونچائے۔ مسلمان اپنے مسلمان کے لئے سراسر سلامتی کا پیغام ہے۔ اب انسان اپنے بھائی کو تکلیف پہونچاتا ہے۔ ابھی میں نے بتلا دیا کہ انسان اپنے بھائی کو دنیا میں یہاں نقصان پہونچا دیتا ہے لیکن آخرت کا اپنا کتنا بڑا نقصان کرتا ہے۔ تو اگر اس نے دنیا میں معاف نہیں کیا تو پھر اپنی ساری نیکیاں اس کو دینی پڑیں گی۔ بلکہ الاشباہ والنظائر میں ذکر کیا ہے کہ کوئی آدمی اگر کسی آدمی کا ایک درہم کا چھٹا حصہ ناحق لے لے گا جس کا حق نہیں تھا، درہم کا چھٹا حصہ لے لے اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ جس کا وہ لیا گیا تھا اس کو لینے والے کی چھ سو نمازیں دے دیں گے، ۷۰۰ رنمازیں اس کو دلوائیں گے۔[1] اولاً تو ہماری نمازیں کیسی بے جان، اس میں کون سی قبول ہے کون سی قبول نہیں ہے خود انسان اپنے اوپر خیال کر سکتا ہے۔

---

(۱) وجاء في بعض الكتب أنه يؤخذ لدانق ثواب سبع مائة صلوٰة بالجماعة. (الأشباه والنظائر، ص ۱۶۰، مكتبه فقيه الملّت ديوبند)

ایک لطیفہ: ہماری نماز کا حال

آدمی ساری دنیا کا حساب نماز میں ہی کرتا ہے۔ چار رکعت ایک امام صاحب نے نماز پڑھائی، پیچھے سے ایک شخص نے کہا: امام صاحب نے تین رکعت ہی پڑھائی۔ تو دوسرے ایک صاحب نے کہا کہ ارے بھائی چار رکعت پڑھائی، کہا: نہیں تین رکعت پڑھائی، لوگوں نے تین رکعت والے کو پوچھا کہ اس کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا: میں روزانہ چار رکعت میں چار دکان کا حساب کرتا تھا آج تین ہی دکان کا حساب ہوا تو معلوم ہوا آپ نے ابھی ایک رکعت کم پڑھائی۔ یہ ہماری نمازوں کا حال ہے۔ اس لئے شاعر نے کہا:

ہاتھ باندھے کھڑے ہیں صف میں ☆ سب اپنے اپنے خیال میں ہیں
امام مسجد سے کوئی پوچھے ☆ نماز کس کو پڑھا رہا ہے

امام مسجد سے کوئی پوچھے کہ نماز کس کو پڑھا رہا ہے سب تو اپنے اپنے خیال میں باہر ہیں نماز کے۔ اس لئے حدیث میں فرمایا گیا (اللہ ہم سب کو اخلاص والی نماز عطا فرمائے) کہ مسجدیں پوری پوری بھری ہوں گی لیکن اخلاص سے نماز پڑھنے والا ایک بھی نہیں ہوگا۔ ہم خود اپنے آپ پر غور کریں کہ ہماری نمازوں کا کیا حال ہے؟ اللہ اپنے فضل سے قبول کرے وہ اس کا کرم ہے، اس کا فضل ہے ورنہ واقعی ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری نمازوں میں کوئی جان نہیں۔

نماز کی قوت

ورنہ نمازوں کا نظام کیسا ہو؟ نمازوں کے اندر کیا قوت ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو جو احکام دیئے ہیں اس کے اندر ایسی طاقت ہے، نماز کے اندر ایسی طاقت ہے کہ وہ دنیا کے نظام کو تو کیا آسمان کے نظام کو بدلنے کی طاقت رکھتی ہے۔ نماز میں اتنی قوت

ہے۔ آج اصل میں نماز ہی تو ہم بھول چکے ہیں۔ پہلے زمانے میں صحابہ کرامؓ اللہ والے لوگ اپنے مسائل نمازوں سے حل کیا کرتے تھے۔ جہاں ضرورت پیش آئی دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھی، اللہ سے مانگا، اللہ ان کی مرادیں پوری فرما دیتا تھا، اگر وہ بات پوری نہیں ہوتی تھی تو ان کے دل میں ایسی تسلی اور سکون اللہ ڈال دیتا تھا کہ بے چینی ان کی ختم ہو جاتی۔ آج کتنے لوگ بے چارے اپنی پریشانیوں پر اظہار کرتے ہیں، میں جب بھی کوئی پریشانی کا اظہار کرتا ہے تو فوراً کہتا ہوں کہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھو، تو وہ کہتا ہے: ارے وہ تو ہے ہی لیکن ذرا تعویذ دے دو۔ تو نماز پر یقین ہی نہیں رہا تعویذ پر یقین ہے۔ حضور ﷺ نے جو بات بتلائی اس کو ہم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ تقریباً جتنے حضرات نے پریشانی کے متعلق کہا ہوگا میں نے ان کو یہی کہا کہ دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر پریشانی دور کرو، اور اکثر کو یہی جواب دیا تو کہتے ہیں: نماز تو پڑھ ہی لیتے ہیں لیکن تعویذ ہو جائے تو وہ بھی اچھا ہو۔ تعویذ پر ہمارا یقین ہے نماز پر یقین نہیں۔ اور صحابہ کرامؓ کو اگر کوئی کام ہوتا تھا تو فوراً دو رکعت نماز پڑھی، اللہ سے مانگا، اپنی حاجت اللہ سے پوری کروائی۔ ان کا یقین تھا اس پر۔ تو نماز میں یہ طاقت ہے۔

نماز کا اثر آسمان میں اور صلوٰۃ الکسوف کی حکمت

نماز کے اندر ایسی طاقت ہے کہ وہ آسمان کے نظام کو بھی بدل دیتی ہے۔ سورج گرہن ہو جاتا ہے تو حدیث میں کیا حکم ہے؟ کہ دو رکعت صلوٰۃ الکسوف پڑھو[1] سورج گرہن کی نماز۔ دیکھئے سورج اللہ کی کتنی بڑی مخلوق ہے، زمین سے ہزاروں درجہ اس کا بڑا جسم

---

[1] عن ابی بکرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت أحد واذا رأیتموھا فصلوا وادعوا حتی یکشف ما بکم. (صحیح بخاری شریف، کتاب الصلوۃ ابواب الکسوف، ج ۱، ص ۱۴۱)

ہے، اس پر جب عذاب آجاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکڑ آجاتی ہے تو اس کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ زمین سے سورج تو بہت اوپر ہے وہاں وہ تکلیف میں مبتلا ہے وہاں اس پر تاریکی چھائی ہوئی ہے وہاں اس کے اندر اندھیرا چھایا ہوا ہے، حق تعالیٰ نے زمین پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم صلوٰۃ الکسوف پڑھو، دو رکعت نماز لمبی قرأت والی پڑھو، لمبا رکوع کرو، جب تم ایسا کرو گے تو تم تو زمین پر نماز ادا کر رہے ہو لیکن سورج کی تاریکی، سورج کی بے نوری ختم کر کے اس نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کے اندر نور فرما دے گا، اس کی تاریکی کس طرح ختم ہوتی ہے۔ نماز بندے زمین پر پڑھتے ہیں لیکن کتنے اوپر اس کی نماز کا اثر جاتا ہے۔ اب ہمارے لئے غور کرنے کی بات ہے کہ ایک آدمی جب نماز پڑھ رہا ہے اور اس کی نماز کا اثر سورج میں جو اندھیرا ہو گیا تھا اس کی نماز کی برکت سے پھر وہ اندھیرا دور ہو کر نور آجاتا ہے تو اگر کوئی آدمی اخلاص اور اچھے دل سے اللہ کے سامنے نماز پڑھے تو خود اس کے دل میں کتنی نورانیت آجائے۔ ضروری یہ ہے کہ نماز صحیح پڑھے۔

نماز کے مسائل جانو

اسلئے اپنے آپ پر غور کریں۔ ابھی ہم پوچھیں ایک دوسرے کو نماز میں کتنے فرائض ہیں، نماز میں کتنی سنتیں ہیں، نماز میں کتنے واجبات ہیں تو صاحب ہم کو یہ یاد نہیں ہوگا کہ کتنے فرض ہیں، نماز میں کتنی سنتیں ہیں، کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، ان مسائل سے ہم ناواقف ہیں۔ کون سے ایسے مسائل ہیں کہ جن کی وجہ سے نماز دہرانی پڑتی ہے۔ جب اتنے دور ہیں تو نماز میں اخلاص کہاں سے ہوگا؟ اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ اخلاص نہیں تو اب چھوڑ دیں کہ اخلاص تو ہے ہی نہیں تو پڑھ کر کیا فائدہ؟ پڑھتے رہیں تاکہ پڑھتے پڑھتے اخلاص آجائے۔ جو کر رہے ہیں وہی کریں۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کا ملفوظ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی[1] فرماتے ہیں کہ ہماری نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص نے اپنے دوست کو لکھا کہ کوئی خادم یہاں روانہ کردو، مجھے خدمت کی ضرورت ہے، میں اس سے خدمت لوں گا وہ میری ضروریات پوری کرے گا۔ اس کے دوست نے ایک آدمی بھیجا چارپائی پر بٹھا کر، وہ اتنا لولا لنگڑا تھا کہ کوئی خدمت نہیں کرسکتا تھا، چارپائی پر بٹھا کر اس طرح بھیج دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں نے تو ایسا آدمی بلایا تھا کہ وہ میری خدمت کرے اور میرے دوست نے ایسا آدمی بھیجا کہ وہ خود خدمت کا محتاج ہے، مجھ کو اس کی خدمت کرنی پڑے گی، لیکن وہ سوچتا ہے کہ میرے دوست کا ہدیہ ہے، میرے دوست کا تحفہ ہے چاہے لنگڑا لولا ہی ہے، چلو میں اس کو قبول کرلیتا ہوں، میں خدمت کراؤں گا یا کوئی دوسرا خادم اس کے لئے میں رکھ دوں گا، یہ سوچ کر وہ اپنے دوست کا تحفہ ہدیہ قبول کرلیتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں: ہماری نماز، ہمارا روزہ، ہمارا ذکر، ہماری تلاوت ایسی لولی لنگڑی ہے، اللہ تعالیٰ ہوسکتا ہے اپنا فضل فرمالیں کہ چلو یہ میرا نام لیتا تھا، ایمان والا تھا، قبول کے تو قابل نہیں ہے لیکن اپنا فضل فرماکر اس کی عبادت قبول کرلیتا ہوں، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالیں۔ اس لئے نماز کو اس طرح چھوڑ دینے کی ضرورت نہیں، اخلاص کے ساتھ پڑھے، دل میں توجہ پیدا کرے، اخلاص سے کام کرتے رہیں تو ترقی ہوگی۔ یہ نماز کے اندر تاثیر ہے کہ وہ بظاہر ادنیٰ کام کو بھی بدل دیتی ہے۔

---

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ: وقت کے شیخ المشائخ، معروف بزرگ، علماء دیوبند کے پیر و مرشد تھے، ولادت ۲۲ صفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء کو نانوتہ ضلع سہارنپور میں ہوئی، آپ کا نام [illegible] حضرت [illegible] نے رکھا تھا۔ آپ نے مروجہ نصاب کے مطابق درسیات کی تکمیل نہیں کی تھی لیکن [illegible] علماء کرام نے آپ کی قیادت میں انگریزوں سے آزادی کی جنگ لڑی۔ مکہ مکرمہ ہجرت فرما گئے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ضیاء القلوب، جہاد اکبر، ارشاد مرشد، تحفۃ العشاق، فیصل [illegible] وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء کو مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی اور جنت المعلیٰ قبرستان میں مدفون ہیں۔

”ایثار“ صحابہؓ کی خصوصی صفت

تو عرض کرنے کا منشا ہے کہ وہ چیونٹی کی بات تھی کہ اس میں کوئی ہمدردی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے نام سے پوری سورۃ قرآن کے اندر اتار دی۔ وہ ہمدردی و ایثار مسلمانوں کے اندر آ جانا چاہئے۔ انجیر کے درخت کے اندر ایثار کا مادہ ہے، یہ صفت بھی انسان اختیار کرے، دوسرے کو نفع پہلے پہونچائے اور اپنے نفع کی بعد میں فکر کرے تو اللہ کے یہاں بڑا اونچا اس کا مقام ہو جائے گا۔ ﴿یوثرون علیٰ انفسھم﴾ قرآن پاک میں ان لوگوں کی تعریف کی کہ ﴿یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ﴾ صحابۂ کرامؓ کی شان میں نازل ہوئی یہ آیت، ”وہ لوگ تو ایسے ہیں کہ چاہے اپنے اوپر فقر و فاقہ ہو لیکن وہ اپنے بھائی کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں۔“ ایمان والوں کی یہ خصوصیت ہے۔

لفظ ”اسلام“ سلامتی کا پیغام

تو ایمان کی ایک صفت کہ مسلمان وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہونچائے، سراسر خیر سراسر نفع سراسر بھلائی کا اہتمام ہونا چاہئے۔ کل بھی میں نے بتلایا تھا کہ مسلم جو لفظ ہے وہ اصل میں تین حرفوں سے مل کر بنا ہے سین لام میم، سِلْم کے معنی آتے ہیں سلامتی کے۔ اس لئے اس کی ذات سے سلامتی کا درس ملتا ہے۔ کوئی نقصان اور کوئی ضرر کی بات ہونی نہیں چاہئے۔ اب مسلمان ایک دوسرے کو تکلیف پہونچاتا ہے اس کی بہت ساری صورتیں ہیں۔ مثلاً ایک صورت ان میں سے یہ ہے کہ وہ اپنی زبان کے ذریعہ تکلیف پہونچائے۔ زبان سے بھی تکلیف پہونچانے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو ایسا کلمہ کہنا کہ جس کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جائے اس کی دل شکنی ہو جائے۔ مسلمان کا دل ٹوٹ جائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی ناپسندیدہ چیز ہے۔

ایک مسلمان کا مقام کعبۃ اللہ سے بھی بڑھ کر

یہ مقام ہے مسلمان کا؟ اس کا کیا مقام ہے اللہ کے یہاں؟ ایمان والوں کا کتنا اونچا مقام ہے؟ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کعبۃ اللہ کا طواف فرما رہے تھے اور طواف کرتے کرتے آپ کے ہاتھ میں غالباً کوئی چھڑی تھی آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے کعبہ! میں جانتا ہوں کہ تجھ میں کتنی بڑائی ہے کتنی عظمت ہے۔ حقیقت میں کعبہ کتنی عظمت اور بڑائی والا ہے۔ جتنے بھی انبیاء کرام آئے تمام نے طواف کیا اور اللہ نے کعبہ کو یہ بڑائی عطا کی ہے کہ فقط کوئی آدمی اس کعبہ کو دیکھتا رہے اس پر بھی نیکی ملتی ہے فقط اس کے دیکھنے پر، نماز پڑھے اس کے سامنے تو چالیس نیکیاں، طواف کرے تو ساٹھ نیکیاں۔[1] سوچنے کی بات ہے کہ دیکھنے کی فقط اس کو بیس نیکیاں ملتی ہیں اتنا اونچا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا سارا احترام رکھا ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ایسا شخص جس کو قتل واجب ہو اس کے کسی جرم کی وجہ سے اسے اسلامی حکومت نے قتل کی سزا سنائی ہو وہ کعبہ کے پردے سے جاکے چمٹ جائے تو حکومت وہاں اس کو قتل نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ خود باہر نہ نکلے وہاں تک اس کو قتل نہیں کر سکتے، جو اس کے اندر چلا گیا تو گویا امن والا ہو گیا۔ یہاں تک کہ انسان کو تو امن مل ہی جاتا ہے جانوروں کو بھی جو حرم کی حدود میں پہنچ جائے اسے امن مل جاتا ہے، وہاں شکاری جانوروں کو مار نہیں سکتے، یہ حرم ہے اس کو پکڑ بھی نہیں سکتے کوئی ہرن ہے کوئی شکار کا جانور ہے، شکار کے جانوروں کو وہاں پکڑ کر ذبح نہیں کر سکتے۔ اگر کسی نے ذبح کر لیا، پکڑ لیا تو اس کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔ اس کی جزا ہے

---

(1) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله ينزل في كل يوم وليلة عشرين ومائة رحمة تنزل على هذا البيت ستون للطائفين وأربعون للمصلين وعشرون للناظرين - رواه الطبراني في الكبير والأوسط. (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۲۹۲)

کہ جتنے کا وہ جانور تھا اتنی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔ اتنا امن والا ہے بیت اللہ۔ جانور تو جانور ہوا انسان تو انسان لیکن گھاس جیسی چیز جس کی کیا قیمت ہوتی ہے اس گھاس کو توڑنا بھی حرم کے اندر جائز نہیں۔ اگر کسی نے گھاس اکھاڑ دیا تو اس گھاس کی قیمت بھی اس کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ جو درخت اگے ہوئے ہیں اس کی ڈالی بھی توڑ نہیں سکتے۔ معلوم ہوا کہ واقعی یہ جگہ اور اس کے اطراف اتنے زیادہ قابل احترام ہیں۔ بلکہ انسانوں کو تو یہ حکم ہے ہی لیکن جانوروں کو بھی اس کا حکم ہوا۔

انوکھی بات

ایک بات کہی تھی میں نے کہ بیت اللہ جو ہے وہ چہار دیواری ہے اور اس کے اطراف میں بہت سارے کبوتر رہتے ہیں لیکن کوئی کبوتر اس کعبہ کی چھت کے اوپر اڑتا نہیں۔ بات کبھی اتفاق سے اس کا ثبوت اس طرح ملا کہ حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی[1] لکھتے ہیں "التعلیق الصبیح" میں اس کا مشاہدہ کر رہا تھا یہ بات بیت اللہ میں کہی گئی کہ بیت اللہ کا احترام کبوتر اور پرندے بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں حضرت مولانا ادریس صاحب کہ کوئی کبوتر اور پرندہ کعبہ کی چہار دیواری کے اوپر نہیں اڑتا جب اس کے اطراف میں تو اڑتے ہیں۔ مثلاً یہ مسجد ہے تو اس کے چاروں طرف اڑتے ہیں لیکن مسجد کے

---

(۱) حضرت مولانا ادریس کاندھلوی: آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء کو بھوپال میں ہوئی۔ آپ صدیقی النسل تھے۔ ۱۹ سال دار العلوم دیوبند میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۹ء میں پاکستان ہجرت کرنے اور وہاں جامعہ عباسیہ بہاولپور میں بحیثیت شیخ الجامعہ تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۵۱ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے اور تا وفات وہیں خدمات انجام دیں۔ آپ بہت بڑے محدث، محقق، مصنف و مفسر تھے۔ آپ کی تصانیف میں تفسیر معارف القرآن، التعلیق الصبیح اور سیرۃ المصطفیٰ ﷺ بہت ہی مشہور ہیں۔ ۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء مطابق ۸ رجب ۱۳۹۴ھ کو لاہور میں وفات پائی۔

کرنے کی فکر کریں۔ اس لئے میں تو ہمارے بزرگوں کے مشورے سے خاص طور پر جب بھی کوئی موقع آتا ہے اپنی بات کرنے کا تو سب سے پہلے وہ گندگی جو میرے اندر بھری ہوئی ہے اس کو میں ذکر کرتا ہوں پھر اپنے معاشرے میں نظر آتی ہے اس کو ذکر کرتا ہوں تا کہ کچھ کچھ ہم بھی کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اور دوسروں کو بھی عمل کی توفیق دے دے۔

اچھی طرح بات کرنا بھی صدقہ ہے

یہ بات کہی جاتی ہے اس لئے اب مسلمان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کعبہ کی ذات سے بھی بڑھ کر ایک مسلمان کا احترام و اکرام ضروری ہے۔ اچھی بات انسان کی زبان سے نکلے اس لئے کہ یہ بھی صدقہ ہے کہ نرم بات کہنا اس کو بھی صدقہ کہا گیا۔ آپ اگر کسی کی بات کے جواب میں آپ کے پاس اس کا حق ادا کرنے کا موقع نہیں ہے تو اچھی بات کہو اس پر بھی ثواب ملے گا۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین جو اتارا ہے فقط عبادت کا نام نہیں ہے اس کے اندر ایک اہم شعبہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں۔ غرض کہ جو تمام سب سے پہلی بات کہ زبان سے تکلیف پہنچتی ہے تو اس میں ایک یہ ہے کسی کو برا بھلا کہنا، کسی کو ایسا کلمہ کہنا کہ جس کی وجہ سے اس کا دل ٹوٹ جائے۔ اس پر میں نے یہ بات کہی کہ انسان کا دل، اس کے اندر ایمان ہوتا ہے وہ اللہ کے نزدیک بڑی قابل عظمت چیز ہے۔ اس لئے توڑنا نہیں چاہئے کسی کے دل کو۔

دل شکنی اور حضرت شیخ الہندؒ

ہمارے ایک بزرگ ہیں حضرت شیخ الہندؒ میں نے ان کا واقعہ ذکر کیا تھا۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بھی استاذ ہوتے ہیں اور ہندوستان کی آزادی میں بھی ان کا

بڑا حصہ ہے۔ تو شیخ الہند کے متعلق ایک صاحب نے کوئی کتاب لکھی یا کوئی خط لکھا اس کے
اندر ان کو کافر کہا کہ وہ تو کافر ہیں، گستاخِ رسول ﷺ ہیں، اس طرح کے کلمات لکھے کافر
لکھا۔ ایک شخص نے جو حضرت کے معتقد تھے فارسی کے اندر چند اشعار بنائے، وہ اشعار
واقعی اس نے بڑے اچھے اشعار کہے تھے شاعرانہ طنز تھا اس کے اعتبار سے اس نے بڑا
کمال کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر تو نے مجھے کافر کہا تو مجھے کوئی غم نہیں لیکن میں تجھ کو
مسلمان کہتا ہوں۔ یہ دو مصرعوں کا مطلب ہوا تو نے اگر مجھے کافر کہا تو مجھے کوئی غم نہیں لیکن
میں نے تجھ کو مسلمان کہتا ہوں۔ اور آخر میں اس نے ایک شعر اور بڑھایا، اس نے کہا:
جھوٹ کا بدلہ جھوٹ سے ہی ہوتا ہے، کیا مطلب ہوا اس کا؟ کہ تو نے مجھے کافر کہا تو تو نے
جھوٹ کہا اب میں تجھ کو مسلمان کہتا ہوں اور میں بھی یہ جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ گویا اس کو کافر ہی
اس نے بنا دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے پاس وہ اشعار لکھ کر لائے تو حضرت شیخ الہندؒ نے اس کو
جواب دیا، جواب میں فرمایا کہ شاعرانہ انداز سے تو تم نے بڑا اچھا جواب دیا کیونکہ اس نے
حضرت کو کافر لکھا واقعی کتنی دل شکنی کی بات ہے، اس نے جواب دیا اس کے اعتبار سے تو اس
کو سراہنا چاہئے کہ بہت اچھا کیا تم نے کہ اس کو بھی کافر کہہ دیا، لیکن حضرت ناراض ہوئے
اور کہا کہ لاؤ میں اشعار کو پھر سے بناتا ہوں۔ ایک دو کڑی اس کے تھوڑا بدل دی تو اب

---

(1) حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: شیخ الاسلام، دارالعلوم دیوبند کے صدر شیخ الحدیث، جمعیۃ علماء ہند کے صدر، ہزاروں علماء کے جلیل القدر استاذ، ہزاروں انسانوں کے مرشد کامل اور حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ تھے۔ ولادت ۱۹ شوال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ کی معیت میں تحریک آزادی کے لئے انتھک کوششیں کیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ آزادی ہند کے بعد سیاست سے علیحدہ ہو کر فرقِ باطلہ کی تردید کی۔ اٹھارہ سال حرم مدنی میں درس حدیث دیا۔ وفات ۱۳۷۷ھ ۱۳ جمادی الاولیٰ مطابق ۱۹۵۷ء میں ہوئی۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں نقش حیات، مکتوبات، الشہاب الثاقب بہت مشہور ہیں۔ مزار قاسمی دیوبند میں مولانا قاسم صاحب کے برابر میں مدفون ہیں۔

تھانوی کے پاس شکایت کر دی ان سے متعلق کہ یہ ایسا کرتے ہیں یہ غلط کام کرتے ہیں یا لوگوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں اس قسم کی شکایت کر دی۔ تو حضرت تھانوی نے ان کو بلایا، ڈانٹ ڈپٹا اور کہا کہ تم لوگوں کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہو تم ایسی حرکت کرتے ہو تم ایسی حرکت کرتے ہو۔ ابھی ڈانٹنا شروع تھا کہ وہ تو ان کے خادم تھے ان کے نوکر خدمت کرنے والے تھے انہوں نے فوراً کہا: حضرت اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو جھوٹ مت بولو۔ ہم جیسا ہوتا تو فوراً باہر نکال دیتا کہ مجھ پر ہی تو جھوٹ کا الزام لگاتا ہے، حضرت تھانویؒ کے خادم نے جب یہ بات کہی کہ حضرت اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو جھوٹ مت بولو تو فوراً وہ چپ ہو گئے۔ حضرت نے گردن نیچے جھکالی اور استغفر اللہ استغفر اللہ پڑھنے لگے۔ پھر بہت دیر کے بعد کہا: ہاں حقیقت میں میری غلطی تھی، جس صاحب نے شکایت کی تھی تمہاری جس بات کے بارے میں، مجھے حق یہ تھا کہ پہلے میں تم سے پوچھتا کہ تم نے یہ حرکت کی ہے یا نہیں، اگر تم نے وہ حرکت کی ہوتی تو جو سزا ہوتی وہ دیتا۔ فرمایا: میری بڑی غلطی ہوگئی اس لئے کہ میں نے تم کو بغیر تحقیق بغیر تفتیش کے ڈانٹ ڈپٹ کی۔ تو اللہ والوں کے یہاں یہ مزاج ہے۔ یہ خادم، ادنیٰ سا نوکر ہمارے گھر کا اس سے کبھی ایسی باتیں صادر ہو جاتی ہیں اس میں ڈانٹ ڈپٹ بھی ہے لیکن اس نے جو متنبہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے فوراً معافی مانگی کہ اے اللہ! میں نے اسے ناحق بولا۔ اس لئے وہ مزاج انسان کا ہونا چاہئے۔ ہر آدمی یہ سوچے کہ میری ذات سے ہر مسلمان کو نفع پہونچے، میری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ ہمارا پورا معاشرہ امن اور سلامتی والا ہو جائے۔ لیکن آج تو ہمارا یہ حال ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی سے خائف اور ڈرتا ہے کہ کب مجھے نقصان پہونچا دے، ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے ڈرتا ہے کہ کب مجھے میرا پڑوسی نقصان پہونچا دے۔ ہمارے محلے ہماری بستیاں ایک دوسرے سے ڈری ہوئی اور خائف ہیں اور کوئی امن اور سلامتی ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی نہیں۔

دو عورتوں کا واقعہ حقوق العباد کی اہمیت

حدیث میں دو عورتوں کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے۔ ایک عورت [۱] کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ وہ عورت عبادت گذار بہت ہے، فرض نماز پڑھتی ہے، فرض روزہ رکھتی ہے۔ اللہ نے جو احکام فرض کئے وہ تو کرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ نفل میں بہت مشغول رہتی ہے۔ نفل نماز بہت پڑھتی ہے، نفل روزے بھی بہت رکھتی ہے۔ ایسا ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ تو عبادت کا ذکر ہے لیکن کیا اس کے پڑوسی اس سے خوش ہیں یا نہیں؟ اس کے پڑوسی اس سے ناراض تو نہیں ہیں؟ اس کے پڑوسی اس سے ڈرتے تو نہیں؟ تو لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پڑوسی اس سے سخت ناراض ہیں، وہ پڑوسیوں کو بہت تکلیف پہونچاتی ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کی بد اخلاقی کی وجہ سے وہ پہلے جہنم میں جائے گی۔ ایمان ہے اس کے پاس تو ایک روز ضرور جنت میں جائے گی لیکن پہلے اپنی ان بد اخلاقیوں کی سزا بھگتنے کے لئے وہ جہنم کے اندر جائے گی، دوزخ میں جائے گی اس کے بعد پھر اس کو جنت میں لایا جائے گا۔ ایسی چیز ہے یہ بد اخلاقی اور دوسروں کو تکلیف پہونچانا۔ پھر ایک عورت کا ذکر کیا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ عورت بہت زیادہ تو عبادت گذار نہیں ہے لیکن فرض چیزوں کا بڑا اہتمام کرتی ہے، فرض نماز کبھی نہیں چھوڑتی، روزہ بھی کبھی نہیں چھوڑتی، جو فرائض ہیں وہ کبھی چھوٹتے نہیں لیکن جو نفلی چیزیں مستحب چیزیں ہیں وہ اس کا زیادہ اہتمام نہیں کرتی۔ مستحب چیزوں کا حکم یہ ہے کہ انسان کرے تو ثواب ملتا ہے انسان

---

[۱] عن ابی هريرة قال: قال رجل: يا رسول الله! إن فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها وصدقتها غير أنها تؤذي جيرانها بلسانها. قال: هي في النار. قال: يا رسول الله! فإن فلانة تذكر قلة صيامها وصدقتها وصلوتها وأنها تصدق بالأثوار من الأقط ولا تؤذي بلسانها جيرانها. قال: هي في الجنة. رواه احمد والبيهقي في شعب الايمان. (مشكوة شريف، باب الشفقة والرحمة على الخلق، ص ۴۲۴)

کے درجات بلند ہوتے ہیں، نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں ہوتا۔ جیسے ہم نفلی نمازیں پڑھتے ہیں اس کا یہ حکم ہے رات بھر آدمی پڑھتا رہے تو بہت اچھی بات ہے اس میں کوئی قباحت نہیں کوئی برائی نہیں بلکہ درجات بلند ہوں گے اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔ لیکن اس عورت کا ذکر کیا گیا تو کہا: یہ عورت فرائض ادا کرتی ہے فرائض کا اہتمام کرتی ہے لیکن وہ ان نفلی چیزوں کا اہتمام نہیں کرتی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کے پڑوسی کیسے ہیں؟ مطمئن ہیں اس سے یا اس کے پڑوسی اس سے ناراض ہیں؟ اس کے پڑوسی تکلیف میں ہیں؟ تو کہا گیا کہ نہیں اس کے پڑوسی تو بڑے خوش ہیں، بڑے مطمئن ہیں، کوئی اس کی شکوہ شکایت نہیں کرتا، کسی کو وہ تکلیف نہیں پہونچاتی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے وہ عورت اچھے اخلاق کی وجہ سے سیدھی جنت میں جائے گی۔ عبادت تو کرتی ہے وہ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اخلاق بھی اچھے ہیں، ان اچھے اخلاق کو برتنے کی وجہ سے جہنم میں اس کو جانا نہیں پڑے گا، جنت میں ہی وہ جائے گی۔ تو یہ تو اونچی چیز ہے۔

زبان کی حفاظت اور ایک واقعہ

اس لئے ضرورت ہے کہ ہم اپنے معاشرے میں یہ چیزیں پیدا کریں، اپنی زبان کی حفاظت کریں، زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہ نکلے کہ جس کی وجہ سے کسی کا دل ٹوٹ جائے۔ حضرت عائشہ[1] نے غالباً ایک دفعہ حضرت صفیہ[2] جو حضور ﷺ کی دوسری بیوی تھیں

---

(۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ: ام المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکرؓ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ والدہ کا نام ام رومان ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے آپ کا نکاح ہجرت سے پہلے مکہ میں ہوا اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں ۹ سال رہیں۔ حضور ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ دو ہزار دو سو دس روایات آپ سے مروی ہیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

(۲) حضرت صفیہؓ: صفیہ بنت حیی بن اخطب نام ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے

ان کے متعلق کوئی بات ہوئی تو ہاتھ سے اشارہ کر دیا، وہ ذرا پستہ قد تھیں، تو حضرت عائشہؓ نے اتنا کہا
تھا کہ وہ تو پستہ قد ہے، ذرا سی تنقیص ہے۔ حضور ﷺ کو بڑی ناگواری ہوئی، آپ ﷺ نے
فرمایا: تم نے اتنا برا جملہ کہہ دیا کہ اگر اسے دریا کے پانی کے اندر ڈال دیا جائے تو دریا کا پانی
پورا کڑوا ہو جائے۔(۱) اس جملے کے اندر ایسی تاثیر ہے چونکہ تم نے برائی کی، گویا
یہ جملہ کہا اگر اس کو پانی کے اندر ڈال دیا جائے اس کا جسم بنا کر کے تو پورا پانی دریا کا کڑوا ہو
جائے۔ اور ہمارے معاشرہ میں تو معمولی بات ہے کہ اس طرف تو ہر ایک کی توجہ ہوتی ہی
نہیں، کسی کا عیب کہنا، کسی کو برے لقب سے بلانا، یہ عام رواج ہے ہمارے معاشرے کے
اندر۔ حضرت عائشہؓ کو حضور اکرم ﷺ نے تنبیہ فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ معاشرے میں
ہم ایک دوسرے کے ساتھ کس طرح بات چیت کریں، کس طرح کلام کریں، ہماری زبان
سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ان چیزوں کو جاننا اس پر عمل کرنا ایمان کا ایک بہت بڑا شعبہ ہے۔

کسی کو تکلیف ہو ایسی عبادت میں ثواب نہیں

اس کی بات تو جانے دیجئے عبادات کی لائن سے اگر ہم دیکھیں تو کتابوں کے
اندر مسائل لکھے ہیں کہ اگر ایک آدمی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے تو افضل ہے کہ وہ
قرآن پاک ذرا آواز سے پڑھے، رات میں خاص طور پر اگر زور سے پڑھے تو اچھا ہے دل
بھی لگتا ہے لیکن ہمارے زور سے قرآن پڑھنے کی وجہ سے کسی آدمی کی نیند خراب ہو رہی
ہے، کسی آدمی کو تکلیف ہو رہی ہے تو ہمارے تلاوت کرنے پر ہم کو ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس

[illegible] یہودی کے [illegible] تھیں۔ وہ غزوۂ خیبر میں [illegible] قیدی بنا کر لائی گئیں۔ رسول
اللہ ﷺ نے آزاد کر کے ان سے نکاح [illegible] میں وفات پائی [illegible] مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

(۱) عن عائشة قالت: قلت للنبي ﷺ: حسبك من صفية كذا وكذا، قال غير
مسدد: تعني قصيرة، فقال: لقد قلت كلمة لو مزج بها البحر لمزجته. (سنن ابی داؤد
شریف، كتاب الأدب، باب في الغيبة، ج ۲، ص ۶۶۹)

پڑھتا ہوگا۔ وہ سو رہا ہے یہ نہ سوچ کہ وہ کتنا غافل ہے کہ وہ سو رہا ہے۔ میں تو بڑا اللہ والا ہوں تلاوت کر رہا ہوں۔

غیبت کی قباحت پر ایک واقعہ

حضرت شیخ سعدیؒ بڑے مرتبے کے آدمی گذرے ہیں۔ فرماتے ہیں: میں چھوٹا تھا تہجد کی عادت مجھے بچپن سے تھی۔ ایک رات ایسا ہوا کہ تہجد کے قریب میں تہجد سے فارغ ہوا تو بہت سے لوگ سو رہے تھے، میں نے اپنے والد صاحب سے کہا: دیکھو یہ کتنے غافل لوگ ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مردے ہیں۔ یہ جملہ حضرت شیخ سعدیؒ جب چھوٹے تھے ان کی زبان سے نکلا تو ان کے والد نے کیا کہا: اے لڑکے بیٹھ کر سے رہتے تو تہجد پڑھی اللہ کی عبادت کی اور پوری کرنے کے بعد ان مسلمانوں کو تم نے مردہ بنا دیا کہ ان کی غیبت کی تو اس سے بہتر یہ تھا کہ تم بھی رات کو سوتے پڑے رہتے اور ان مسلمانوں کی غیبت نہ کرتے۔ گناہ جو تم نے کر لیا تمہاری اس عبادت پر اس نے پانی پھیر دیا۔ اس لئے بھائی! بڑے اہتمام کی ضرورت ہے۔ تو یہ عبادت ہے تلاوت کرنا ایک عبادت ہے لیکن ہماری تلاوت سے اگر کسی کو تکلیف ہوتی ہے اس کی نیند خراب ہوتی ہے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ

حدیث میں ایک واقعہ مشہور ہے، حضور اکرم ﷺ کے ایک صحابی ہیں حضرت معاذ بن جبلؓ وہ اپنے قبیلے میں نماز پڑھاتے تھے۔ حضور ﷺ کے ساتھ بھی وہ نماز پڑھتے تھے اور پھر اپنے قبیلے میں جا کر بھی نماز پڑھاتے تھے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کے ساتھ نفل کی نیت سے نماز پڑھتے ہوں اور اپنی قوم میں جا کر فرض نماز پڑھاتے

ہوں۔ تو وہ نماز کے اندر بھی کبھی لمبی سورت پڑھتے۔ ایک مرتبہ آپ نے سورۂ بقرہ شروع کر دی عشاء کی نماز میں۔ اب ایک آدمی تھے بے چارے تھوڑی دیر کھڑے رہے وہ پھر نماز سے علیحدہ ہو کر اپنی نماز پڑھ لی اور اٹھ کر چلے گئے۔ لیکن صحابہ کو گمان ہوا کہ یہ منافق بن گیا جو جماعت چھوڑ کر جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا: کوئی بات نہیں، کل میں حضور ﷺ سے پاس تمہاری شکایت کرتا ہوں۔ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کھیتی باڑی والے لوگ ہیں، باقاعدہ تھے مدینے والوں کے کھجوروں کے، دن بھر ہم رہے کھیت میں کام کرتے ہیں، اونٹنیوں کو پانی پلاتے ہیں، ہم مزدوری کرتے ہیں جس کی وجہ سے تھک جاتے ہیں۔ اور یہ معاذ آتے ہیں اور سورہ بقرہ پڑھتے ہیں، لمبی لمبی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے اندر طاقت نہیں کہ برداشت کر سکیں۔ تو حضور ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ معاذؓ کو کہا یا فرمایا: **افتان انت یا معاذ؟**[1] "اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟" یعنی عبادت سے تم دور بھگانا چاہتے ہو اس طرح بڑی بڑی سورتیں پڑھ کر۔ حالانکہ بڑی سورت پڑھنا تو اچھی بات ہے لیکن ہماری بڑی سورت پڑھنے سے اگر مقتدی کو تکلیف ہو رہی ہے تو اسے نہ پڑھے۔

---

[1] عن جابرؓ قال: کان معاذ یصلی مع النبی ﷺ ثم یاتی فیؤم قومہ فصلی لیلۃ مع النبی ﷺ العشاء ثم اتی قومہ فامہم فافتتح بسورۃ البقرۃ فانحرف رجل فسلم ثم صلی وحدہ وانصرف فقالوا لہ: انافقت یا فلان، قال: لا واللہ ولآتین رسول اللہ ﷺ فلاخبرنہ فاتی رسول اللہ ﷺ فقال: یا رسول اللہ! انا اصحاب نواضح نعمل بالنہار وان معاذا صلی معک العشاء ثم اتی فافتتح بسورۃ البقرۃ فاقبل رسول اللہ ﷺ علی معاذ فقال: یا معاذ! افتان انت اقرا بکذا واقرا بکذا. (صحیح مسلم شریف، کتاب الصلوۃ، باب القراءۃ فی العشاء، ج ۱، ص ۱۸۷)

نماز میں قرأت کتنی ہو؟

اس کا مطلب یہ نہیں کہ امام صاحب کو سنت قرأت بھی پڑھنے نہ دیا جائے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ امام کو سنت قرأت میں کمی کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ یہ بات ہم کو بولنی پڑتی ہے اس لئے کہ ہمارا مزاج بن گیا ہے، جہاں کوئی ایسی بات ملی فوراً اس کا کوئی راستہ نکالتے ہیں کہ ہم نے مختصر سورت کا شوق ہے فجر میں قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس ہی ہونی چاہئے کیونکہ ہم کو تکلیف ہوتی ہے بڑی سورت پڑھنے سے۔ نہیں سنت قرأت جو ہے طوال مفصل اوساط مفصل قصار مفصل اتنا تو پڑھنا ہی چاہئے۔ ہم تعلیم الاسلام پڑھتے ہیں تلاوت کے اندر طوال مفصل یعنی فجر اور ظہر کی نماز میں سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہتے ہیں، فجر اور ظہر کی نماز میں ان سورتوں میں سے کوئی بھی سورت پڑھنی چاہئے۔ اور عصر اور عشاء کے اندر اوساط مفصل سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن الذین کفروا تک کوئی سورت پڑھنی چاہئے۔ اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل یعنی لم یکن الذین کفروا سے لے کر والناس تک کوئی سورت پڑھیں یہ مستحب اور سنت طریقہ ہے۔ حضرت عمر ابن خطابؓ نے بھی اپنے عاملوں کو یہ طریقہ لکھا تھا۔ (۱) بہت طویل پڑھنے سے جس سے تکلیف ہو اس سے منع کیا گیا، تو حضور ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں کو فتنوں میں مبتلا کرنا چاہتے ہو۔ تو میں عرض کر رہا ہوں کہ عبادت میں طویل سورت پڑھنا بہت اچھی بات ہے لیکن اگر کسی مصلی کو تکلیف ہو رہی ہو تو اس کی وجہ سے وہ طویل سورتیں نہ پڑھی جائیں۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تم خیال رکھو اس

---

(۱) عن الحسن قال: كتب عمر إلى أبي موسى أن اقرأ في المغرب بقصار المفصل وفي العشاء بوسط المفصل وفي الصبح بطوال المفصل. (مصنف عبد الرزاق، باب ما يقرأ في الصلاة، ج ۲، ص ۱۰۴)

لئے کہ تمہارے اندر ضعیف ہیں، بچے والی ہیں، بچی ہیں، اس زمانے میں عورتیں بھی نماز پڑھتی تھیں پھر بعد میں منع کر دیا گیا، اور کوئی حاجت مند بھی ہے تو یہ سب صورتیں ہیں تاکہ ہماری نماز سے بھی کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ دیکھا کہ نماز اور عبادت جیسی چیزیں بھی انسان کو اگر تکلیف پہونچاتی ہیں تو اس کا ثواب تو گیا ہوا الٹا گناہ ہوگا۔

دیکھنا حجر اسود کو بوسہ دینے میں کسی کو تکلیف نہ ہو

ایسی کتنی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے ہم کو منع کیا کہ چاہے وہ عبادت ہو یا عبادت کی چیز ہو لیکن اگر اس سے تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس کے ثواب کی بجائے نقصان ہوگا۔ حجر اسود کو بوسہ دینا کتنا بڑا ثواب ہے، طواف کے موقع پر حجر اسود کو بوسہ دینا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے مصافحہ کیا۔ غالباً ایسی کوئی فضیلت ہے حجر اسود کی ان لوگوں کو حشر کے میدان میں پکڑے گا اور ان کو چومے گا، یہی لوگ ہیں جنہوں نے مجھ کو بوسہ دیا تھا ان کو جنت کی طرف لے جانے کی کوشش کرے گا یہ سب فضیلت ہے۔ لیکن اگر بوسہ دینے کی وجہ سے کسی کو دھکا دینا پڑتا ہے، کسی کو مار پیٹ کرنی پڑتی ہے تو ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ صاف صاف مسئلہ لکھا ہے کتابوں میں کہ تمہارے بوسہ دینے کی وجہ سے اگر کسی کو دھکا لگ رہا ہے کسی کو تکلیف ہو رہی ہے ایسے موقع پر بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ کتنی بڑی فضیلت ہے لیکن کتنا خیال رکھا گیا اسلام میں، شریعت میں مسلمانوں کو تکلیف سے بچانے کا۔

خلاصہ

اس لئے اس بات کی کوشش کریں کہ جہاں عبادات کا ہم اہتمام کرتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ہم اس کا بھی خیال کریں اہتمام کریں کہ ہماری ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچ جائے۔ خصوصاً ماؤں اور بہنوں کے لئے تو بہت ہی زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات

سے کسی کو تکلیف نہ پہونچائیں، کسی کو حقیر نہ جانیں، کسی کی غیبت نہ کریں، کسی کو گالی گلوچ نہ دیں، یہ سب پر فرض ہے۔ یہ چند باتیں عرض کیں۔ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں کہ جن کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف ہو، ان شاء اللہ اس کو اللہ جو دل میں ڈالے گا عرض کیا جائے گا۔

و آخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

﴿وَالْعَصْرِ ○ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ○﴾

[سورۃ العصر]

سورۃ العصر کی تفسیر

مقامِ بیان: گودھرا

تاریخ: ١٤ر جنوری ٢٠١١ء، یوم الجمعہ، قبل العصر

بموقع اجلاسِ خواتین

الحمد للّٰہ، الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ، ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ، ومن یضللہ فلا ھادی لہ، ونشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہ، ونشھد انّ سیدنا ونبیّنا وحبیبنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ، صلّی اللّٰہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلّم تسلیمًا کثیرًا کثیرًا۔ امّا بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

﴿والعصر ۝ انّ الانسان لفی خسر ۝ الّا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ۝﴾ [سورۃ العصر، پارہ ۳۰، سورۃ ۱۰۳]

صدق اللّٰہ مولانا العظیم۔

سورۃ "والعصر" کی اہمیت

بزرگو اور دوستو اور محترم ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے قرآن پاک نازل فرمایا۔ پورا قرآن یہ کتاب ہدایت ہے اور ہر سورت ایک ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إنّ ھٰذا القرآن یھدی للّتی ھی اقوم﴾ [سورۃ الاسراء، آیت ۹] "ہم نے قرآن اس لئے اتارا کہ یہ سیدھے راستے کی تعلیم دیتا ہے۔" یہ سورۂ عصر جو اس وقت میں نے پڑھی ہے چھوٹی سی سورت ہے جو اکثر ہمارے بھائیوں اور بہنوں کو بھی یاد ہوتی ہے کتنی اہم سورت ہے۔ امام شافعیؒ[1] فرماتے ہیں: اگر اللہ تعالیٰ پورا

---

[1] حضرت امام شافعیؒ: شافعی مسلک کے میر کارواں اور مجتہد مطلق امام شافعیؒ کا نام محمد بن ادریس اور کنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب بن عبد مناف کی اولاد میں سے ہیں۔ اس طرح عبد مناف پر آپ کا نسب حضور اقدس ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے اور نشوونما مکہ مکرمہ میں۔

قرآن نہ اتارتا فقط یہ سورۂ عصر ہی نازل فرما دیتا تو بھی انسانوں کی ہدایت حاصل کرنے کے لئے یہ کافی ہے، کتنی اہم سورت ہے۔ دو صحابہؓ تھے حضور ﷺ کے صحابہؓ میں، وہ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے تھے تو اس سورت کو ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ جب بھی ملاقات ہوتی تو ایک صحابیؓ اس سورت کو پڑھتا دوسری مرتبہ دوسرے صحابیؓ پڑھتے۔ گویا اس میں جو مضامین اور ہدایات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی اس کا مذاکرہ کرتے۔

انسانیت کو خسارے سے بچانے والی چار باتیں

اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ قسم ہے زمانہ کی کہ سارے انسان خسارے اور نقصان میں ہیں۔ اس وقت دنیا کے لوگ چاہے یہ کہیں کہ ہم بہت کامیاب ہو گئے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ سارے انسان خسارے اور نقصان میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو خسارے سے بچانا چاہتے ہیں اگر وہ اپنی زندگی میں چار چیزیں اپنا لیں تو وہ کامیاب ہیں اور نقصان اور خسارے سے اپنے آپ کو بچانے والے ہیں۔ پہلی چیز ﴿إلا الذين آمنوا﴾ سارے انسان خسارے اور نقصان میں ہیں لیکن وہ لوگ نقصان اور خسارے سے اپنے آپ کو بچالیں گے جو ایمان والے ہیں۔

ایمان وعقائد

ایمان کس کو کہتے ہیں؟ دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے موجود ہونے کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، ساتوں زمین، ساتوں آسمان، یہ چاند، سورج، پہاڑ، ندیاں نالے یہ سب اللہ نے پیدا کئے۔ اس کا یقین ہمارے دل میں ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے۔

ہوئی۔ طلب علم کے لئے مختلف ملکوں کا سفر کیا اور پھر مصر میں ہجرت کر گئے اور وہیں مقیم رہے۔ آخر ۲۰۴ھ میں مصر میں ہی وفات پائی۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں کتاب الام اور الرسالہ مشہور رسالے ہیں۔

اس کی ذات موجود ہے ایمان کا سب سے اہم جز خدا کی ذات کا یقین ہے۔ اللہ کے وجود کا یقین ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تنہا اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی وزیر نہیں۔ ہم چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں نماز میں ﴿قل ھو اللّٰہ احد﴾ اس کا ترجمہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ فرما دیجئے اللہ تنہا ہے اکیلا ہے کوئی خدا نہیں ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرا سکتے ہیں اور نہ اس کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرا سکتے ہیں۔ اس بات کا یقین اس کے اندر ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موجود ہے، تنہا ہے، اس کی ذات میں، اس کی صفات میں، اس کی عبادات میں کوئی شریک نہیں۔ یہ ایمان کا سب سے اہم جز ہے۔

دوسرے نمبر پر اس بات کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نور سے ایک مخلوق بنائی ہے جن کو فرشتے کہتے ہیں۔ فرشتے موجود ہیں، بے شمار فرشتے ہیں، کچھ فرشتے تو انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں جو ان کے اچھے اور برے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح جتنے انبیاء اور پیغمبر علیہم السلام دنیا میں آئے سب برحق ہیں اور سچے ہیں۔ آخر میں ہمارے آقا جناب محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ جتنی کتابیں دنیا میں اتاری گئیں سب برحق ہیں۔ آخر میں قرآن شریف اترا ہے، اس کے بعد کوئی کتاب آنے والی نہیں۔ اسی طرح تقدیر برحق ہے کہ دنیا میں جو بھی اچھا، برا، موت، حیات، نفع، نقصان جو کچھ بھی ہوتا ہے سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں لکھا ہوا ہے، اسی لکھے ہوئے کے مطابق دنیا میں ہوتا ہے۔ اور آخری چیز والبعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد ہمیں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ یہ ایمان کے اہم اہم اجزاء ہیں۔

اپنی اولاد کو عقائد سکھائیں

ہماری مائیں بہنیں ہمیشہ اس کا مذاکرہ کریں اپنے بچوں کے سامنے، ان کو بتائیں

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید

اور ایک فریضہ زکوٰۃ ہے۔ ہماری مائیں بہنیں اکثر ان کے پاس سونا چاندی کے زیورات ہوتے ہیں، بڑی کوتاہی کرتی ہیں وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں۔ ساڑھے باون تولہ چاندی یعنی ۶۱۲ گرام یا ساڑھے ستاسی گرام سونا کسی کے پاس ہو یا تھوڑا سونا اور تھوڑا چاندی ہو اور دونوں کو ملا کر ایک نصاب بن جاتا ہو تو اس کے اوپر زکوٰۃ فرض ہے۔ حدیث شریف میں بڑی وعید آئی ہے اور قرآن پاک میں بھی وعید آئی ہے جو لوگ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ﴿فبشرهم بعذاب أليم﴾ [سورۃ التوبۃ، آیت ۳۴] ان کو دردناک عذاب سنا دو۔ اور حدیث شریف میں ہے جو سونا چاندی جس کی زکوٰۃ نہیں دی گئی قیامت کے دن اس کی آگ کی چادریں (پلیٹیں) بنائی جائیں گی اور اس کو جہنم کی آگ پر تپا کر اس آدمی کی پیشانی اور بدن پر رکھا جائے گا۔ یہ عذاب ایک طویل مدت تک حشر کے میدان میں اس کو ہوتا رہے گا۔[1] تو بتلاتا ہے کہ ایمان کے بعد یہ اعمال نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا اہتمام۔ اسی طرح تلاوت، ذکر کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔ آج جمعہ کا دن ہے، درود شریف کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

زبان کی حفاظت اور اس میں کوتاہی پر وعید

اللہ تعالیٰ نے یہ زبان جو ہمیں دی ہے بہت قیمتی چیز ہے۔ اسی زبان کے ذریعہ سے انسان بلند بلند درجات بھی حاصل کر سکتا ہے اور اسی زبان کے ذریعہ انسان بڑے

---

[1] عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: ما من صاحب ذهب ولا فضة لا يؤدي منها حقها إلا إذا كان يوم القيامة صفحت له صفائح من نار فأحمي عليها في نار جهنم فيكوى بها جنبه وجبينه وظهره كلما ردت أعيدت له في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة. (صحيح مسلم شريف، كتاب الزكوة، باب اثم مانع الزكوة، ج ١، ص ٣١٨)

بڑے گناہ بھی کرلیتا ہے۔ اللہ والوں کے یہاں اپنی زبان کی حفاظت کا بڑا اہتمام تھا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو جہنم کا منظر بتلایا گیا فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے کہ مجھے جہنم میں تمہاری کثرت بتلائی گئی۔ صحابیات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اکثر عورتیں کیوں؟ تو اس کی دو وجہ بتلائی آپ ﷺ نے، ایک وجہ تو یہ ہے کہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہے **تکفرن العشیر** و **تکثرن اللعن** اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتی ہیں[1] بلکہ ملامت، گالی گلوج، غیبت، چغلیاں اور اپنی زبان سے لعن طعن بہت کرتی ہیں۔ تو ان دو وجوہات سے عورتیں جہنم کے اندر مردوں کے مقابلہ میں زیادہ جائیں گی۔ اس لئے اپنی زبان کی حفاظت ہونی چاہئے۔

درود شریف کی فضیلت و اہمیت

درود شریف کا اہتمام، تسبیحات کا اہتمام، چلتے پھرتے اللہ کے ذکر میں انسان کو مشغول رہنا چاہئے۔ جب ایک دفعہ درود شریف پڑھتا ہے اللہ کی طرف سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔[2] اس لئے اپنی مجلسوں کو ذکر کے انوار سے، درود شریف کے انوار سے منور کرنا چاہئے، اپنے بچوں کو اس کا اہتمام کروانا چاہئے۔ ایک گھر میں اگر ہم پانچ آدمی رہتے ہیں تو ہماری مائیں بہنیں اس کا اہتمام کریں کہ روزانہ ہر آدمی ۱۰۰-۱۰۰ مرتبہ صبح میں اور ۱۰۰-۱۰۰ مرتبہ شام میں درود شریف پڑھے۔ اور بتلایا کہ پانچ سو مرتبہ جس گھر

---

(۱) عن ابي سعيد الخدريؓ قال: قال رسول الله ﷺ: يا معشر النساء تصدقن فاني اريتكن اكثر اهل النار، فقلن وبم يا رسول الله. قال: تكثرن اللعن وتكفرن العشير (صحيح بخاري شريف، كتاب الحيض، باب ترك الحائض الصوم، ج ۱، ص ۴۴)

(۲) عن انس بن مالكؓ قال: قال رسول الله ﷺ: من صلى عليّ صلوة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات. (نسائي شريف، كتاب الصلوة، باب الفضل في الصلوة على النبي ﷺ، ج ۱، ص ۱۴۵)

میں صبح و شام درود شریف پڑھا جائے گا تو صبح میں پانچ ہزار رحمتیں اللہ کی اتریں گی اور شام میں پانچ ہزار رحمتیں اتریں گی۔ ایک درود پر دس رحمتیں تو ۵۰۰ پر ہزار رحمتیں اتریں گی۔ اس لئے اگر اس طرح ہم اہتمام کریں گے تو ہمارے گھروں میں اللہ کی رحمتیں اتریں گی اور تکالیف، مشقتیں، زحمتیں اپنے گھروں سے دور ہوتی جائیں گی۔ لیکن اس کے بجائے ہماری مائیں بہنیں عموماً اس سے غافل ہوتی ہیں، زبان ان کی گالی گلوچ میں، برائی میں، ایک دوسرے کی غیبت میں ان ہی چیزوں کے اندر چلتا رہتی ہے۔ بہرحال اعمال صالحہ میں ایک ذکر بھی داخل ہے۔ تلاوت بھی داخل ہے۔ لہٰذا استغفار اور درود شریف خاص طور پر اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ پہلے عورتیں اپنے بچوں کو بڑا اہتمام کروائی تھیں۔

درود شریف کی فضیلت اور ''دلائل الخیرات'' کی وجہ تالیف

ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں شیخ محمد ابن سلیمان الجزولی [1]۔ انہوں نے درود شریف پر ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے ''دلائل الخیرات''۔ اس دلائل الخیرات میں بہت سارے درود شریف لکھے ہیں اور یہ کتاب ہمارے بزرگوں کے معمولات میں سے ہے۔ انہوں نے اس کی وجہ لکھی ہے کہ ایک مرتبہ محمد ابن سلیمان الجزولی سفر میں جا رہے تھے ان کے مریدین کا قافلہ ان کے ساتھ تھا، ایک جگہ پر اترے تاکہ ظہر کی نماز ادا کریں لیکن وضو

---

[1] شیخ محمد بن سلیمان الجزولیؒ: مؤلف ''دلائل الخیرات'' امام، عالم، ربانی، ولی کامل محمد بن سلیمان الجزولی الحسنی سید تھے۔ آپ کی تصانیف کا مجموعہ تصوف میں ہے۔ آپ سے تذکروں کی تعداد میں خوارق ظاہر ہوئے۔ چودہ برس تک خلوت نشین رہ کر مراقبہ، ریاضت کرتے رہے، پھر ہدایت خلق کے لئے باہر آئے۔ ۱۲۶۶۵ روز اول آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر ... سے عبادت گزار بنے۔ ۱۶ ربیع الاول ۸۷۰ھ میں فجر کی نماز کی پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ میں وفات ہوئی اور دوپہر میں مدفون ہوئے۔ ان کے ۷۷ سال بعد مراکش کے بادشاہ نے آپ کی نعش منتقل کر کے قبرستان ریاض العروس مراکش میں دفن کیا۔ آپ کے مزار پر آج بھی ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے جو کثرت سے قرآن و دلائل الخیرات پڑھتے ہیں۔ ''دلائل الخیرات'' آپ کی زندہ کرامت ہے جو کثیر لوگوں کے معمولات میں ہے۔

کے لئے پانی کا انتظام نہیں تھا۔ انہوں نے ادھر اُدھر تلاش کیا لیکن پانی کہیں نظر نہیں آیا۔ ایک جھونپڑی نظر آئی۔ اس کے قریب گئے تو دیکھا وہاں کنواں تو ہے لیکن ڈول اور رسّی نہیں ہے، پریشان تھے کہ ظہر کا وقت ختم ہو جائے گا، تو ایک چھوٹی سی بچی نو دس سال کی اس جھونپڑی میں سے نکل کر بھاگی ہوئی آئی، اس نے پوچھا: چچا جان! آپ کیا تلاش کرتے ہیں؟ کہا: نماز کا وقت ہو گیا ہے، پانی تو ہے لیکن ڈول رسّی نہیں اور وضو کی ضرورت ہے۔ کہا: ڈول رسّی کی کیا ضرورت ہے، پانی تو ایسے ہی آ جائے گا۔ انہوں نے کہا: بیٹا تو کیوں مذاق کرتی ہے کہ بغیر ڈول رسّی کے پانی نکل سکتا ہے۔ کہا: ہاں، میں روزانہ ہمارے گھر کے لئے اسی طرح پانی نکال لیتی ہوں۔ شیخ نے کہا: تو مذاق مت کر ابھی نماز کا وقت بالکل تنگ ہو چکا ہے۔ کہا: اچھا کوئی بات نہیں میں پانی آپ کو نکال دیتی ہوں۔ اس نے اس کنویں کے اندر تھوک دیا، جیسے تھوکا اس کنویں کا پانی اُبل کر منڈیر سے بہنے لگا۔ شیخ اور ان کے مریدین سب نے اس سے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد شیخ اس بچی کے گھر پر گئے اور ان کو پوچھا: اچھا بیٹا! یہ بتا کہ تجھے یہ بزرگی اور کرامت کیسے حاصل ہوئی کہ بغیر ڈول رسّی کے پانی آتا ہے؟ تو اس بچی نے کہا کہ ایک درود شریف ہے، میری ماں جب تک ایک ہزار مرتبہ یہ درود نہیں پڑھوا لیتی تب تک مجھے سونے نہیں دیتی، ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتی ہوں، اللہ نے اس کی برکت یہ عطا فرمائی کہ مجھے کبھی ڈول رسّی کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، میں کنویں میں تھوکتی ہوں اور پانی اوپر آ جاتا ہے جس سے اپنی ضرورت پوری کر لیتی ہوں۔ تو شیخ پر بڑا اثر ہوا، وہاں سے جا کر انہوں نے طے کیا کہ اب میں حدیث کی کتابوں میں جتنے بھی درود کے الفاظ ہیں سب کو جمع کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے پوری کتاب درود شریف کی لکھی اور آج بزرگوں کے یہاں اس کے پڑھنے کا معمول ہے۔ تو اعمالِ صالحہ میں ضروری ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ تو ایمان یہ خسارے اور نقصان سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انسان کو بچائے گا۔ اعمالِ صالحہ یہ بھی خسارہ اور نقصان سے بچنے والی چیز ہے۔

تیسری چیز نیکی کی باتوں کی تلقین

تیسری چیز یہ کہ تم اپنے ایمان کی تو فکر کرتے ہیں، اپنے اعمال کی تو فکر کرتے ہیں، تو فرمایا ﴿وتواصوا بالحق﴾ دوسروں کو بھی حق اور نیک باتوں کے متعلق تلقین کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ﴿وتواصوا بالحق﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جیسے عقیدہ حقہ یعنی صحیح عقیدہ تم اپنے رکھتے ہو اسی طرح اپنی اولاد کو، اپنے پڑوسیوں کو، اپنے اہل تعلق کو صحیح عقائد بتاؤ۔ اللہ کا، اس کے رسول کا، جنت کا، جہنم کا، اگر یہ صحیح عقیدے ہوں گے تو تم بھی نجات پاؤ گے اور تمہاری اولاد بھی نجات پائیں گے۔

چوتھی چیز منکرات سے روکنا

اور ﴿وتواصوا بالصبر﴾ اس کے بھی دو معنی بتلائے کہ نیک باتوں کی تلقین کرتے ہوئے جو تکلیف پہونچے اس پر صبر کرو۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ صبر کے معنی روکنا بھی آتے ہیں، برائیوں اور گناہوں کے کاموں سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور دوسروں کو بھی روکتے رہو۔ یہ چار چیزیں ایمان، اعمال صالحہ، اچھائیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے دوسروں کو روکنا جن کی زندگیوں میں ہوگا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں خسارہ اور نقصان سے انہیں بچالیں گے۔ اس لئے ہماری ماؤں اور بہنوں کا اہم فریضہ ہے کہ وہ اپنے لئے بھی برائیوں سے بچنے کا اہتمام کریں اور اپنے گھر والوں کو بھی تعلیم دیں۔

بے حیائی فتنوں کی جڑ ہے

خصوصاً بے پردگی بڑا سخت گناہ ہے، سب گناہوں کی جڑ ہے یہ بے حیائی اور بے پردگی۔ آج کل عموماً عورتوں میں شرم وحیا اور پردے کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے ہیں، حضور ﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا: سب سے اچھی عورت کون سی ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، حضرت علیؓ اٹھ کر کے مجلس

گئیں سے اور حضرت فاطمہؓ سے جو حضور ﷺ کی صاحبزادی ہیں ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے ایک سوال کیا ہے کہ سب سے اچھی عورت کون سی ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا سب سے اچھی عورت وہ ہے جو خود بھی اجنبی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھے۔ یہ جواب حضرت علیؓ نے آ کر سنایا کہ حضرت فاطمہ نے یہ جواب دیا تو حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا آخر وہ کس کی بیٹی ہے۔[1] عورت عربی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی آتے ہیں چھپی ہوئی چیز کے، اس لئے عورت کا کمال یہ ہے کہ اسے چھپ کر پردے میں رہنا چاہئے۔

پردے کی فرضیت

قرآن پاک میں عورتوں کے متعلق حجاب اور پردے کا حکم دیا گیا۔ سب سے اہم پردہ اس کا یہ ہے کہ ﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى﴾ کہ عورتیں اپنے گھروں میں برقرار رہیں اور زمانہ جاہلیت میں جیسے کھلی پھرتی تھیں اس طرح نہ پھریں اور اگر کسی شدید ضرورت کی وجہ سے باہر بھی نکلیں تو فرمایا ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ بڑی چادر اپنے منہ پر ڈالیں اور چادر ایسی ہو جو فقط راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کے برابر سوراخ اس کے اندر ہو یا پردہ سے زیادہ دو آنکھ سے دیکھنے کا سوراخ ہو بلکہ راستہ نظر آئے اس طرح پردہ ڈال کر چلیں، وہ بھی راستے کے ایک جانب چلیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی حفاظت اور عصمت اسی میں رکھی ہے کہ وہ اپنے پردے کا اہتمام کریں۔

مغربی ممالک میں نو مسلم خواتین میں پردے کا بڑھتا ہوا رجحان

آج الحمدللہ اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور افریقہ کے اندر اور دوسرے

---

(1) عن علي قال: قال رسول الله ﷺ لابنته فاطمة: أي شيء خير للمرأة؟ فقالت: أن لا ترى رجلاً ولا يراها رجل، فضمها إليه فقال: ذرية بعضها من بعض. رواه البزار والدارقطني في الافراد من حديث علي بسند ضعيف. (تخريج أحاديث الإحياء، ج ۳، ص ۱۹۱)

علاقوں کے اندر بھی، اخبار میں تھا کہ چھ سال کے اندر برطانیہ میں ایک لاکھ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک اخبار کے اندر پڑھنے میں آیا رہنما ئے ملک ایک رسالہ نکلتا ہے کہ اسلام اتنی تیزی سے پھیل رہا ہے اور ان عورتوں کو پردے کی اتنی اہمیت اور قدر ہورہی ہے کہ انگلینڈ کے ایک شہر کے اندر اندازہ لگایا کہ روزانہ ۵۰۰ برقعے بکتے ہیں۔ جبکہ سعودی کے بعض شہروں میں بھی اتنے برقعے نہیں بک رہے ہیں جتنے اس انگریزی ملک میں برقعہ کا رواج ہو رہا ہے۔ عورتیں کثرت سے برقعہ پہن رہی ہیں۔ بہر حال ہماری ماؤں بہنوں سے خاص درخواست ہے کہ ان چیزوں کا اپنے بچوں میں، اپنے گھر میں اور پڑوسیوں میں رواج ڈالیں اور آپس میں ایمان کا مذاکرہ کریں۔ اعمال صالحہ کی ایک دوسرے کو ترغیب دیں، بے حیائی اور بے پردگی سے خود بھی بچیں اور اپنی بچیوں کو بھی اس سے بچنے کا اہتمام کروائیں۔ یہ چیزیں اگر ہوں گی تو دنیا و آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نقصان اور خسارے سے بچائیں گے۔ یہی ایمان کی بنیادیں ہیں، جنت میں جانے کا راستہ ہے اور جہنم سے بچنے کا بھی راستہ ہے۔ یہ چار اہم نسخے ہیں، ہم اس سورت کو پڑھیں تو اس کا ترجمہ ذہن میں رہے اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے متعلق فرمادیا کہ سب نقصان اور خسارہ میں ہیں مگر جن کے پاس ایمان ہے، اچھے اعمال ہیں اور اچھے اعمال کی دوسروں کو تعلیم و ترغیب دیتے ہیں اور برائیوں سے ایک دوسرے کو روکتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اور خسارے سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

ابیات در تضمین ذکر دو ضربی

میری کرے گا مقصد بر آری اللہ اللہ اللہ اللہ

بخشے گا مجھ کو پرہیزگاری اللہ اللہ اللہ اللہ

رکھے گا مشغول آہ و زاری اللہ اللہ اللہ اللہ

دل کی کرے گا یہ آبیاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

دل پر چلاتا ہے اُف کٹاری اللہ اللہ اللہ اللہ

اور نفس پر پھیرتا ہے آری اللہ اللہ اللہ اللہ

دو دو لگاتا ہے ضرب کاری اللہ اللہ اللہ اللہ

تلوار ہے اور وہ بھی دو دھاری اللہ اللہ اللہ اللہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

کیا ذکر ہے یہ اللہ اکبر اللہ اللہ اللہ اللہ

دل پر چلاتا ہے تیر و خنجر اللہ اللہ اللہ اللہ

یہ جان سے بھی ہے مجھ کو بڑھ کر اللہ اللہ اللہ اللہ

چھوڑوں نہ میں گو بن جائے دم پر اللہ اللہ اللہ اللہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اللہ اللہ اللہ اللہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اللہ اللہ اللہ اللہ

یہ ذکر ہے یا قند مکرر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

کہنے لگا میرا دل بھی سن کر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

یہ جان شیریں سے بھی ہے خوش تر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

یہ ذکر حق ہے یا شیر و شکر اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

ہر دم کروں میں اے میرے باری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

گزری گناہوں میں عمر ساری اے میرے مولا اے میرے باری

کیا حشر ہوگا دہشت ہے طاری اے میرے مولا اے میرے باری

کس کو پکارے تیرا بھکاری اے میرے مولا اے میرے باری

ہو جائے ناجی مجھ سے بھی ناری اے میرے مولا اے میرے باری

ہر دم کروں میں اے میرے باری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

جب سانس لوں میں ہو جائے جاری اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ اَللّٰہ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا﴾

(سورۃ التحریم: ۶)

مقام بیان: مسجد انوار، نشاط سوسائٹی، آواجن، سورت

نماز عید سے پہلے

أمّا بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. ﴿یا ایھا الّذین امنوا قوا انفسکم وأھلیکم نارًا. وقودھا النّاس والحجارۃ﴾. وقال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ: ﴿یا أیھا الذین امنوا ادخلوا فی السّلم کافّۃ ولا تتّبعوا خطوٰتِ الشیطٰن إنّہٗ لکم عدوٌّ مبین﴾.

بزرگانِ محترم! اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے جس نے ہمیں عید کا دن عطا فرمایا خوشی کا دن عطا فرمایا۔ کوئی بھی مسلمان ہو اور دنیا کے کسی بھی گوشے میں ہو یہ عید کا دن اس کے لئے بڑی مسرتوں کا دن ہوتا ہے۔ عید کی مسرتیں مسلمانوں کو کیوں ہوتی ہیں؟

عید کے دن خوشی کیوں؟

حقیقت میں یہ مسرتیں اس لئے ہوتی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہم کو عطا فرمایا۔ اس کے فضل اور اسی کی توفیق سے اس مبارک مہینہ میں مسلمانوں نے روزے رکھے، اپنی اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق عبادت میں مشغول رہے اور ذکر وتلاوت میں مشغول رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے سامنے یہ اعلان ہوتا ہے کہ تم گواہ رہو اس بات پر کہ میں نے ان بندوں کی مغفرت کر دی، میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا۔ معلوم ہوا کہ ہماری بداعمالیاں اور ہماری سیاہ کاریاں جن کی وجہ سے ہم اللہ کے عذاب کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں، اللہ کی ناراضگی ہمارے اوپر ہو چکی ہوتی ہے، اس مبارک مہینہ اور عید کی برکت سے حق تبارک وتعالیٰ اپنی رضا اور مغفرت کا اعلان فرما دیتا ہے۔ ایک مجرم اور گناہ گار کو اس کے گناہ کی معافی ہو جائے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ اس لئے دنیا کے ہر گوشے ہر مکان ومقام کا مسلمان مسرتوں سے سرشار ہوتا ہے۔

رمضان تقویٰ کی مشق کا مہینہ

لیکن اب ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم کو ان لوگوں کے اندر شامل فرما دیا ہے جن کے لئے اپنی مغفرت کا اعلان فرما دیا ہے، جن کے لئے اپنی رضا کا اعلان کر دیا، یہ اللہ کا بڑا انعام ہے۔ اس لئے اس کی مغفرت کی قدر کرتے ہوئے، اس کی رضا کے اعلان کی قدر کرتے ہوئے ہم اپنی آئندہ زندگی کو بھی ایسے کاموں کے اندر مشغول رکھیں کہ بار بار اللہ کی طرف سے ہم پر انعامات واکرامات اور مغفرت کا اعلان ہوتا رہے۔ یہ مبارک مہینہ حق تعالیٰ نے ہم کو اس لئے عطا فرمایا تھا کہ ایک مہینہ اس میں تقوے کی مشق کریں اور اس تقوے کے پروگرام کے ساتھ رہتے ہوئے ہم گذاریں گے تو ہماری بقیہ گیارہ مہینے کی زندگی کے اوقات بھی تقوی کے ساتھ گذریں گے۔ ایک مسلمان جس نے روزہ رکھا وہ سخت پیاس کی وجہ سے پریشان حال ہے، بھوک اس کو سخت لگی ہوئی ہے، اپنے کمرے کے اندر وہ اکیلا اور تنہا ہے اور کوئی انسان اس کو دیکھنے والا بھی نہیں ہے اور کوئی اس کی حرکت پر اطلاع نہیں پا سکتا ہے؟ کیا وہ مسلمان اپنی بھوک اور پیاس کی وجہ سے اپنے فریج میں رکھا ہوا ٹھنڈا پانی اور اپنے گھر میں بنی ہوئی مرغن غذاؤں میں سے ایک لقمہ بھی کھاتا ہے؟ کوئی ہمت نہیں کرتا، کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ ایک گھونٹ پانی اپنی حلق کے نیچے اتارے حالانکہ کوئی اس کو دیکھنے والا نہیں۔ تو کیا وہ مومن اور مسلمان یہ سوچتا ہے کہ اس وقت مجھے کوئی انسان نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ ٹھنڈا پانی پی لوں، عمدہ غذائیں کھا لوں، اپنی بیوی موجود ہے اس کے ساتھ صحبت کر کے تسکین حاصل کر لوں؟ نہیں نا! تو وہ اس سے کیوں رکا رہتا ہے؟ کیونکہ اس کو یقین ہوتا ہے کہ مجھ کو میرا رب دیکھ رہا ہے۔ دنیا کا کوئی انسان نہ دیکھے لیکن میرا خالق مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر میں اس کی مرضی کے خلاف کھا پی کر اس کی ناراضگی کو مول لوں تو میں بڑا مجرم ہو

جاؤں گا، میں بڑا گناہ گار ہو جاؤں گا، میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے گا۔ اس لئے کسی بھی درجہ کا مسلمان ہو وہ ان چیزوں کو روزے کے اندر استعمال نہیں کرتا۔ معلوم ہوا روزے کی حالت میں انسان کو اللہ کا ڈر پیدا ہو جاتا ہے، تقویٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر اس کے دل میں اللہ کا ڈر نہ ہوتا تو وہ ضرور پانی پی لیتا، ضرور اپنی من مانی چیز کھا لیتا۔ لیکن اللہ کا ڈر اس کے دل میں موجود ہے، یہ یقین ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے چاہے کوئی مجھے دیکھے یا نہ دیکھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یہی ارشاد فرمایا: ﴿یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون﴾ [سورۃ البقرۃ، آیت ۱۸۳] ''اے ایمان والو! یہ ایک مہینے کے روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے، یہ ایک مہینے کے روزے اس لئے دیئے گئے تاکہ تم اپنی زندگی میں ڈر اور تقویٰ پیدا کرو۔'' جیسے روزے کے اندر ایک مسلمان کو اللہ کا ڈر اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے، یہ یقین ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو دیکھ رہا ہے اس لئے کھانے پینے سے وہ بچتا ہے، حالانکہ غور کریں تو کھانا اور پینا عام حالت میں تو حلال چیز ہے حرام نہیں ہے، اللہ نے انسان کو پیٹ دیا اسی وجہ سے انسان کو بھوک پیاس لگتی ہے، لیکن محض اللہ کے حکم کی وجہ سے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضگی ہم پر نہ ہو اس لئے ان حلال چیزوں کو کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ کھانا بھی حلال اور پینا بھی حلال، اپنی بیوی سے جماع اور صحبت بھی حلال، اس کو ہم رمضان میں کیوں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ عام حالت میں حلال ہیں، اس لئے کہ اگر ہم یہ چیزیں رمضان میں کرلیں تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا۔

رمضان وغیر رمضان سب میں اللہ دیکھ رہا ہے

تو بڑا غور کا مقام ہے کہ روزہ کے اندر دن میں ہم اللہ کے ڈر اور خوف کی وجہ سے جائز اور حلال چیزوں کو تو چھوڑ دیتے ہیں لیکن جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا، جن

گناہوں سے رکنے کا اللہ نے حکم فرمایا، وہ گناہ جن کے متعلق جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ یہ گناہ آدمی کرے گا تو اللہ کی لعنت اس پر ہوگی، اللہ کا غضب اس پر ہوگا، ان گناہوں کی وجہ سے اللہ کی جہنم کے عذاب کا وہ مستحق ہو جائے گا۔ جب مسلمان ان گناہوں کا ارادہ کرتا ہے اور ان گناہوں کو کرتے وقت اس کو اللہ کا ڈر اور خوف نہیں آتا تو تعجب ہے اس پر کہ ان گناہوں کو کرتے وقت جن کو اللہ نے حرام قرار دیا وہ ڈر اور تقویٰ ہم کو کیوں نہیں آتا جو روزے کے اندر ہوتا ہے؟ معلوم ہوا کہ ہم روزے کی حقیقت پر غور نہیں کرتے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جیسے روزے کی حالت میں ہم نے یہ سوچا تھا، ہم کو یہ یقین تھا کہ ہم کو ہمارا رب دیکھ رہا ہے، ہمارے رب کی نگرانی ہم پر ہے، ایسے ہی زندگی کے ہر قدم پر زندگی کے ہر موڑ پر یہ دھیان اور خیال اور یقین ہم کو آ جانا چاہئے کہ اس وقت بھی میرا رب مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر ہم عبادات کی لائن سے کوئی کوتاہی کر رہے ہیں، جیسے نماز روزہ سے غفلت برت رہے ہیں، زکوٰۃ کے ادا کرنے میں ہم سے غفلت ہو رہی ہے یا اور کسی بھی عبادت میں ہم سے غفلت ہو رہی ہے تو اس وقت بھی ہمیں یہ تصور ہونا چاہئے کہ یہ غفلت مجھ سے کیسے ہو سکتی ہے جبکہ میرا رب مجھ کو دیکھ رہا ہے، اگر غفلت ہوگی تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ اگر تجارت کا معاملہ ہے اور دھوکہ دہی کا ارادہ ہے یا آدمی تجارت میں جھوٹ بول رہا ہے، خیانت کر رہا ہے، مکر کھیل رہا ہے، ان گناہوں کے وقت ہم کو اللہ کا دھیان کیوں نہیں آتا؟ اس وقت بھی ہم سوچیں کہ روزے میں جیسے اللہ تعالیٰ مجھ کو دیکھ رہا تھا آج جب میں جھوٹ بولوں گا یا آج میں کسی کو دھوکہ دوں گا یا آج کسی سے وعدہ خلافی کروں گا تو اس وقت بھی اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہر وقت ہمارے حال پر واقف ہے۔ روزہ ہم کو یوں تعلیم دیتا ہے کہ ہماری گیارہ مہینے کی زندگی اس حالت میں گذرے کہ ہمارے دل میں ہر وقت اللہ کا دھیان اور یقین ہو۔

عید کے دن رب کی مہربانی اور ہماری ناشکری

اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! یہ مبارک مہینہ گذر گیا، آج اللہ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہوتا ہے۔ لیکن افسوس اور تعجب ہے ہمارے معاشرے پر اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ آج ہم اللہ کی مغفرت کا اعلان تو سن لیتے ہیں لیکن اس مغفرت کا اعلان سننے کے بعد ہمارے بہت سے مسلم بھائی اس کے شکریہ میں یہ کرتے ہیں! عید کے شکریہ اور مغفرت کے شکریہ میں وہ ایسی جگہوں پر جاتے ہیں، ایسے کھیل تماشوں میں مشغول ہوتے ہیں اور ایسے کاموں کو انجام دیتے ہیں کہ جس کی وجہ سے پھر وہ اللہ کے عذاب کے مستحق ہوتے ہیں اور اللہ کی ناراضگی کے مستحق ہوتے ہیں کہ آج عید ہے، خوشی کا دن ہے تو چلو اپنے بال بچوں کو لے کر کسی بہترین فلم کے اندر چلے جاتے ہیں، چلو اپنے بال بچوں کو لے کر کسی ایسے پکنک کے موقع پر جائیں جہاں پر گانا بجانا ہو، جہاں عریانیت ہو، مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہو، پردے کا کوئی اہتمام نہ ہو۔ ان گناہوں کے مجموعے کی جگہ پر انسان جاتا ہے تاکہ عید کا شکریہ ادا ہو۔ ظاہر ہے کبھی ارادے اگر ہمارے ہوں تو ہم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر ہمارے دل کے اندر یہ ہو کہ عید ہوتے ہی ہم ان غلط مواقع پر پہنچ جائیں گے تو شاید اللہ کی طرف سے ہمارے لئے یہ مغفرت کا اعلان نہ ہو۔ غور کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ کا خوف رکھنے کی ضرورت ہے۔ رمضان میں جیسے ہم گناہ کرنے سے ڈرتے تھے غیر رمضان میں بھی گناہوں کو چھوڑنے کا ارادہ کریں تب جا کر روزے کا مقصد ہم کو حاصل ہوگا۔ اس لئے میں نے شروع میں آیت تلاوت کی حق تعالیٰ اعلان فرما رہے ہیں: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (سورۃ التحریم، آیت ۶) "اے ایمان والو! اپنے آپ کو بھی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور اپنے متعلقین، گھر والے، دوست احباب جن جن

سے تمہارا تعلق ہے ان کو بھی جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرو۔ جہنم کی آگ سے کون بچے گا؟ وہ جو اللہ کا ڈر اور تقویٰ اپنے دل میں رکھ کر اللہ کی نافرمانیوں سے بچ جائے اور اللہ کے احکام کو توڑنے سے اپنے آپ کی حفاظت کرے وہ جہنم کی آگ سے بچ سکتا ہے۔ دو چار رکعت نماز پڑھ لی، دو چار روزے رکھ لئے تو ہم یہ سمجھیں کہ پکے مسلمان ہو گئے۔

پورے مسلمان بن جاؤ!

حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطن﴾ [سورۃ بقرۃ، آیت ۲۰۸] ”اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، جب تم نے کلمہ پڑھ لیا تو کلمہ پڑھنے کے بعد اسلام کے ہر ہر حکم کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بناؤ، تمہارا کوئی قدم اسلام کے طریقے کے خلاف اٹھنے نہ پائے، اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو، شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ اسلام فقط چند عبادتوں کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کے اندر پانچ اہم بنیادی شعبے ہیں۔

عقائد کو اپنے دل و دماغ میں جمائے رکھو

سب سے پہلے عقائد۔ عقائد یعنی دل کے اندر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے متعلق، قبر و حشر کے متعلق، جنت و جہنم کے متعلق اور تقدیر کے متعلق، ان تمام چیزوں کے متعلق وہ عقائد یقین کے ساتھ جمائے رکھے جو کتاب اور سنت کے اندر موجود ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے جن عقائد کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں ذکر کیا ان عقائد کو انسان اپنے دل کے اندر جمائے۔ اگر ان عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ میں کمزوری رہی تو انسان کا ایمان نہیں ہے۔ مثلاً اتنا تو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور میرا رب ہے لیکن

نعوذ باللہ رسول کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اس کا ایمان نہیں۔ یا کوئی رسول ﷺ کو مانتا ہے لیکن کتاب کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ یا پھر کتاب کو مانتا ہے لیکن آخرت کو نہیں مانتا، یہ عقیدہ اس کے دل میں نہیں ہے کہ مر کر دوبارہ اٹھنا ہے حساب دینا ہے تو چاہے خدا کو بھی مان لے رسول ﷺ کو بھی مان لے لیکن مرنے کے بعد دوبارہ اٹھ کر حساب و کتاب دینا ہے یہ عقیدہ دل میں نہیں ہے تو وہ بھی ایمان والا نہیں۔ اگر اس کو بھی مان لے لیکن جنت اور جہنم کا انکار کر دے تو وہ بھی ایمان والا نہیں۔ عقائد کی جو چیزیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں ہیں اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ ان عقائد کو ہر وقت اپنے دل میں اور ذہن میں جمائے رکھے۔

عقائد کا بگاڑ اور اس کی اصلاح کا طریقہ

آج عقائد کا بگاڑ بھی عام ہے۔ آج دنیا کی غفلتوں کی وجہ سے ہمارے کتنے مسلمان بے چارے ایسے ہیں جن کی زبان سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں کہ ان کو سن کر دل کانپ جاتا ہے کہ اللہ ان کا کیسا ایمان ہے؟ کتنے مسلمانوں کی زبان سے سنا ہے کہتے ہیں کہ یہ تو دنیا کی زندگی ہے، کس نے دیکھا ہے کہ ہم دوبارہ مر کر زندہ ہوں گے۔ یہ وہی بات ہے جس کی بنیاد پر حضور اکرم ﷺ کی کفار مکہ سے لڑائی تھی۔ کفار مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ کس نے دیکھا ہے کہ ہم کو دوبارہ پھر زندہ ہونا ہے۔ یہ بیہودہ کی پیش کرتے تھے حضور ﷺ کی خدمت میں اور کہتے تھے یہ ہڈیاں جو چورہ چورہ ہو گئی تو بھلا کون اس کو زندہ کر سکتا ہے؟ سورۂ یٰسین میں اس مضمون کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ فرما دیجئے جس نے پہلی بار ان ہڈیوں کو پیدا فرمایا تھا وہ دوبارہ پھر وہی ذات پیدا فرمائے گی[1] جو ان سب پہلے معدوم تھا ان کا کوئی وجود

(۱) سورۂ یٰس، آیت ۹۔

نہیں تھا جس نے اس کو وجود بخشا دوبارہ وہی حق تعالیٰ اس کو وجود بخشے گا۔ یہ عقائد کا علم سب سے پہلے اس زمانے میں ضروری ہے۔ اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے عقائد پر روز بروز حملہ کر رہی ہیں اس لئے ہر ایک مسلمان کو ضروری ہے کہ وہ اہل اللہ سے تعلق رکھے اور علمائے حق سے تعلق رکھے، اپنے عقائد کی درستگی کرے، اس کے متعلق پوچھے کہ صحیح عقائد کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے متعلق، اس کے رسول ﷺ کے متعلق، آخرت کے متعلق دریافت کرے پھر اس کو اپنے دل میں یقین کے ساتھ جمائے رکھے۔ تو یہ ہے پہلی چیز عقائد۔

اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟

دوسرے نمبر پہ عبادات ہیں۔ اسلام ان پانچ اہم شعبوں کا نام ہے۔ پہلے ہم اپنے عقائد درست کرلیں دوسرے نمبر پہ ہے عبادات۔ جب عقیدہ درست ہو گیا تو اپنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ ان عبادات کے سلسلے کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی فکر کریں تب جاکر اسلام کا یہ دوسرا جزء پورا ہوگا۔ اگر ہماری عبادات میں کوتاہی ہے نماز پڑھی روزہ نہیں رکھا، روزہ رکھا نماز نہیں پڑھی، زکوٰۃ فرض ادا نہیں کی، حج فرض ہے ادا نہیں کیا، ان سب عبادات میں سے اگر کسی بھی عبادت میں کوتاہی ہوئی تو اللہ کا جو حکم ہے اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اللہ کے اس حکم کے اعتبار سے ہم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوں گے۔ اگر ہماری عبادات کا ایک رکن بھی چھوٹا، ان عبادات میں سے ایک عبادت بھی ہماری چھوٹ رہی ہے تو اللہ کی اس آیت قرآنی کے اعتبار سے ہم غور کرلیں کہ ہم اسلام میں پورے داخل نہیں ہوئے۔ کسی مسلمان کو کافر بنانا مقصود نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے کہ کامل مسلمان بن جاؤ پورے پورے مسلمان بن جاؤ ان میں سے کوئی بات ہم سے چھوٹنے نہ پائے۔ تو عبادات کا بھی اہتمام ہونا چاہئے۔

معاملات کی درستگی

اور تیسرے نمبر پر ہمارے معاملات ہیں۔ آپس میں لین دین، آپس کے کاروبار اور تجارت ہے۔ اس لئے آدمی یہ فکر کرے کہ میرا کوئی معاملہ، میری کوئی تجارت شریعت کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ حرام طریقے جو ہیں حرام کمائی کے جو طریقے ہیں ان سے میں پورے طور پر بچا رہوں، سودی کاروبار جتنی قسمیں ہیں ان سے میں بچوں۔ آج کل تو ہمارا مزاج بن گیا ہے کہ کوئی کاروبار ہو رہا ہو اور اس کی کوئی شکل صورت ہو تو جب کہا جاتا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے تو ہم اصرار کرتے ہیں کہ کوئی صورت نکالو مولوی صاحب تاکہ حلال ہو جائے، یہ ہمارا مزاج ہے۔ ہمارے معاملات بھی شریعت کے مطابق ہو جائیں، ہماری روزی حلال ہو جائے۔ فرض عبادات کے بعد اللہ تعالیٰ نے حلال کمائی کو بھی ہم پر فرض کیا ہے۔ قرآن پاک میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ الجمعۃ، آیت ۱۰) ”جب نماز ہو جائے جمعہ کی تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کی روزی کو تلاش کرو۔“ تو معاملات کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ ہم سمجھتے ہیں دو چار نمازیں پڑھ لیں ہم کامل مسلمان ہو گئے، چاہے ہمارے معاملات کیسے بھی ہوں، اس کی طرف ہماری کوئی توجہ نہیں ہے۔

اخلاق اور معاشرت

اور چوتھی چیز یہ ہے کہ ہمارے اخلاق، سلامتی ہوں۔ اس وقت ہمارے پاس موقع نہیں ہے کہ سب کی تفصیل بیان کی جائے۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ اخلاق ہمارے کیسے ہوں جیسا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اخلاق تھے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے کا ذریعہ نہ بنے، ہر مسلمان ایک دوسرے کو اپنا

بھائی سمجھے اور ایک دوسرے کو نفع پہونچانے کی کوشش کرے۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ ہونے دے۔ اگر پہنچ جائے تو اس سے معافی تلافی ہو۔ اور اپنے اوپر جو بندوں کے حقوق ہوں اس کو ادا کرنے کی فکر کریں۔ تو عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت یعنی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کیسے رہے ہے اس میں دونوں چیزیں داخل ہیں۔

معاشرت میں پہلی چیز تو یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ آدمی کس طرح رہے اور دوسری چیز یہ کہ باہر والوں کے ساتھ کس طرح رہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کا ایک نظام رکھا ہے، معاشرت کہتے ہیں ایک دوسرے کے ساتھ رہنا۔ کوئی انسان یہ پسند نہیں کرتا ہے کہ میں اکیلا رہوں، کسی کے ساتھ نہ رہوں۔ انسان کی طبیعت ہی میں اللہ نے یہ بات رکھی ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی سے میل جول کر رہے۔ اس لئے سب سے پہلے تو مختصری اس کو حکومت ملتی ہے کہ ایک بیوی اس کے ماتحت آجاتی ہے، یہ چھوٹی سی حکومت ہے کہ بیوی اور شوہر آپس میں کس طرح رہیں؟ یہ ہم کو جاننے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری معاشرت درست ہو جائے۔

آج معاشرے پر ہم غور کرتے ہیں تو شوہر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اس بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا وہ میری لونڈی اور نوکرانی ہے، وہ میری باندی ہے۔ طرح طرح کے ظلم و ستم اس پر ڈھاتا ہے، من مانی حکم اس پر چلاتا ہے۔ یہ نہیں سمجھتا ہے کہ میرے ظلم و زیادتی سے اللہ کے یہاں میری پکڑ ہوگی۔ کتنی عورتیں ایسی ہیں، کتنی مائیں اور بہنیں ایسی ہیں جو اپنے شوہروں کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں۔ آج دین کے احکام کو چھوڑ کر ایک دوسرے کے حقوق ہم پامال کر رہے ہیں، ہمارا گھر عذاب کا نمونہ بن چکا ہے۔ وہ شادی وہ نکاح جس کے لئے حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا (سورۃ الروم، آیت ۲۱) یہ نکاح اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ تم اپنی زندگی میں سکون اور چین حاصل کرو۔ لیکن ہم نے جب نکاح کو سنت کے مطابق ادا نہیں کیا، نکاح کے جو طریقے ہیں اور نکاح کے جو لوازمات ہیں

احادیث کی روشنی میں ان کو ہم نے نہیں سمجھا اس لئے یہ نکاح چین و سکون کے بجائے ہمارے لئے عذاب بن گیا۔ اس لئے معاشرت کے احکام بھی سیکھنا ضروری ہیں۔ یہ تو گھر میں ہے۔ ایسے ہی ایک باپ پر کیا ذمہ داری ہے اولاد کی؟ اولاد پر کیا ذمہ داری ہے اپنے ماں باپ کی؟ یہ سب سیکھنا ضروری ہے۔ اس کو جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

عید کا پیغام: پورے مسلمان بن جاؤ!

یہ بڑے اہم شعبے ہیں اسلام کے: عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرت۔ اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی کمی رہے گی تو ہم یہ یقین کریں کہ ہمارے اسلام کے اندر کمزوری ہے، ہمارے ایمان میں کمزوری ہے۔ آج اپنے دل میں تھوڑی دیر کے لئے غور کر کے سوچ لیں کہ کیا واقعی ان تمام شعبوں میں ہماری کمی اور کوتاہی ہے؟ ایک شعبے میں نہیں بلکہ عقائد کے اندر ہمارے اندر کمی ہے کوتاہی ہے، عبادات کی لائن سے کوتاہی ہے۔ اور معاملات تو جانے دیجئے اس کے اندر تو حد سے زیادہ کوتاہی ہے۔ اور اخلاق تو ایسے ہیں کہ اللہ ہی ہمارے اخلاق پر رحم کرے۔ صحابہ کرامؓ کے اخلاق وہ تھے کہ جب راستے پر چلتے تھے تو لاکھوں لوگ ان کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے تھے اور آج ہمارے اندر اخلاق یہ ہیں کہ لوگ ہم سے بدظن ہوتے ہیں۔ آج یہ مسلمان جس کے اخلاق نہیں، یہ مسلمان جس کے اندر کوئی تہذیب نہیں ہے، یہ مسلمان جو کسی کو تکلیف پہونچانے سے نہیں ڈرتے۔ یہ حقیقت ہے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو بغیر ثبوت کے کہا جا رہا ہے۔ اس لئے ہماری بداخلاقیوں کی وجہ سے اسلام سے لوگ بدظن ہوتے جا رہے ہیں۔ اور آپس کے معاملات اور معاشرت! یہ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ہے ہمارے گھروں کا حال۔ ہمارا پڑوسی ہم سے پڑوسی سے محفوظ نہیں، جیسے ایک خطرناک اژدھے سے آدمی ڈرتا ہے شیر سے ڈرتا ہے ایسے ہی ایک آدمی اپنے پڑوسی سے ڈرتا ہے کہ کہیں یہ مجھے تکلیف نہ پہونچا دے۔ اس لئے میرے بھائیو

دوستو! یہ عید کا موقع ہے، یہ خوشی اور مسرت کا موقع ہے، ہماری حقیقی خوشی اور مسرت اسی وقت ہوگی جبکہ ہم اللہ کے اس حکم کے مطابق ﴿یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ﴾ [سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۸] اپنے آپ کو مکمل اسلام کے سانچے میں ڈھال دیں تب جاکر حقیقی اور سچی مسرتیں ہیں اور تب ہمارے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان ہوگا: ﴿ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ○ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی﴾ [سورۃ الفجر، آیت ۲۸] مرتے وقت یہ اعلان اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ ہم اسلام کے ان تمام احکام پر عمل کریں۔ اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! گذارش ہے کہ ہم اپنے دل کی دنیا کو بدلنے کی کوشش کریں اور اپنے دل کے خیالات کو بدلیں۔ موت کا کوئی بھروسہ نہیں، انسان یہ سوچتا ہے آج درست ہو جاؤں گا، کل درست ہو جاؤں گا، ابھی جوانی ہے، ابھی صحت ہے اور قوت ہے، ابھی تو بہت سے مزے اڑانے کے دن ہیں، ابھی کہاں سے ہم سب مسجد کے اندر بیٹھ جائیں، ابھی کہاں شریعت کے احکام پر عمل کریں، جب یہ طاقت ختم ہو جائے گی اور کسی کام کے نہیں رہیں گے تو اس وقت اللہ اللہ کریں گے اور پھر ہماری معافی تلافی ہو جائے گی۔

آج ہی توبہ کرو اور پکے مسلمان بن جاؤ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لا تتبعوا خطوات الشیطن﴾ سورۃ البقرۃ، آیت ۲۰۸] یہ سب باتیں شیطان کے وساوس ہیں، اس کے دھوکے میں مت آؤ، شیطان بہت بڑا تمہارا دشمن ہے، ہمیشہ وہ موت کو بھلا دیتا ہے، آخرت کو بھلا دیتا ہے، اللہ سے غافل کر دیتا ہے۔ ایک مومن کی شان یہ ہے کہ ہر وقت وہ سوچے کہ پتہ نہیں یہ میری نماز آخری نماز ہے، اس وقت ہم یہ یقین کریں کہ ہوسکتا ہے ہماری یہ عید کی نماز آخری نماز ہو، ہوسکتا ہے ابھی مغفرت کا اعلان ہو جائے پھر ہم سال بھر گناہوں میں مشغول رہیں اور دوسرا رمضان

ہم کو میسر نہ ہوا اور پھر ہم اللہ کی مغفرت کا اعلان سن نہ سکیں۔ تو آج سب مسلمان اپنے آپ پر غور کریں اور اپنی غفلتوں کو دور کریں۔ روزانہ اخبارات میں ہم سنتے ہیں کہ سینکڑوں لوگ کھڑے کھڑے مرجاتے ہیں، ان کو کوئی بیماری کوئی بڑھاپا، کوئی ضعف اور کمزوری نہیں ہوتی ہے پھر بھی کھڑے کھڑے آدمی مرگیا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ مرا، گناہ کی حالت میں مرا۔ حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں تحشرون كما تموتون جس حالت میں مروگے اسی حالت میں تمہارا حشر ہوگا۔ آج ہم اپنے حالات پر غور کریں کہ اللہ کی نافرمانیاں عام ہوتی جا رہی ہیں، ٹی وی دیکھتی ہیں ہماری بہنیں، ہماری بہوئیں، ہماری مائیں، ہماری بیٹیاں اور باپ بھی ساتھ بیٹھ کر ٹی وی دیکھتے ہیں، اسی حالت میں موت آجائے تو خدا کی قسم! یہ موت اللہ کی ناراضگی والی موت ہے۔ لیکن مسلمان کا دل اس پر کانپتا نہیں ہے، حیائیں ہماری ختم ہو چکی ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہماری ماں اور بیٹی کے اندر حیا ہوتی تھی، باپ اپنی بیٹی سے اور بیٹی اپنے باپ سے شرماتی تھی۔ یہ بے حیائی کے اسباب ہم نے گھروں کے اندر رکھے تو ہماری ماؤں اور بہنوں کی حیا ختم ہوگئی، جس کی وجہ سے دنیا کے معاشرے پر غور کرتے ہیں تو کتنی ماؤں اور بہنوں کی عصمت لوٹنے کے واقعات روزانہ ہم سنتے ہیں۔ اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ہمیں حقیقی تقویٰ اور ورع نصیب فرمائے۔ اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! چند باتیں میں نے عرض کی ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

﴿اَرْبَعٌ مِّنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ؛
اَلنِّکَاحُ وَالسِّوَاکُ وَالتَّعَطُّرُ وَالْحَیَاءِ﴾
[سنن ترمذی]

اسلام میں نکاح کا نظام

مقامِ بیان: مسجد گنج شہداء، گودھرا
تاریخ: ۱۴/جنوری ۲۰۱۱ء قبل الجمعہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرّحیم ٥

الحمد للّٰہ، الحمد للّٰہ و کفٰی و سلامٌ علی عبادہ الذین اصطفٰی، وعلی الہ الذین ھم اوفوا بالعھد الذین ھم مفاتیح الرحمۃ ومصابیح الغرر، امّا بعد! أعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، ﴿یا أیھا الذین امنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیدًا یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزًا عظیمًا﴾ [سورۃ الاحزاب، آیت ۶۹-۷۰] وقال النبی ﷺ : اربع من سنن المرسلین، النکاح، والسواک، والتعطر، والحیاء، او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ [سنن ترمذی، ابواب النکاح، ج ۱، ص ۲۰۶]

نکاح عبادت ہے

گرامی قدر حضرات علماء کرام، بزرگان محترم!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہمیں نہایت ہی پاکیزہ اور صاف ستھرا دین عطا فرمایا۔ اس کی ہر چھوٹی بڑی تعلیم میں پاکیزگی، نظافت، طہارت اور تقدس بھرا ہوا ہے۔

انسانی زندگی کی بہت سی ضروریات ہیں، ان ضروریات میں ایک ضرورت نکاح ہے۔ انسان دنیا میں نہیں آیا تھا اس سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نکاح والی ضرورت کو اور نکاح والی سنت کو اور نکاح والی عبادت کو جاری فرمایا۔ نکاح ایک ضرورت بھی ہے سنت بھی ہے عبادت بھی ہے۔

حضرت حواء کی پیدائش

حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا جنت میں تیار کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں روح پھونک دی تو جنت میں تنہا انسان تھا، فرشتے تھے اور شیطان تھا۔ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام پر ہلکی سی اونگھ طاری ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے اونگھ طاری فرمادی۔ یہ اونگھ اور نیند کوئی تھکان کی وجہ سے نہیں تھی، دنیا میں انسان کو تھکان کی وجہ سے پہلے اونگھ اور پھر نیند طاری ہوتی ہے لیکن جنت میں کوئی تھکان نہیں ہے اس لئے وہاں نہ اونگھ ہے نہ نیند ہے۔ لیکن اللہ نے ایک خاص مصلحت کے ماتحت اونگھ طاری فرمادی اور حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حواءؑ کو پیدا فرمایا۔[1] آنکھ کھلی، غنودگی دور ہوئی تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ انہیں کی طرح کوئی انسان ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ[2] لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے وحشت نہیں ہوئی بلکہ انسیت پیدا ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی

---

(۱) ﴿وخلق منها زوجها﴾ حواء بالمد من ضلع من أضلاعه اليسرى أي بعد أن أخذه النوم ولم يشعر بذلك ولم يتألم فلمّا استيقظ من النوم وجدها فمال إليها وأراد أن يمديده إليها فقالت له الملائكة مَهْ يا آدم حتّٰى تؤدي مهرها، قال: فما مهرها؟ قالوا: حتّٰى تصلّي على النبيّ محمّد ﷺ وفي رواية ثلاث صلوات وفي رواية سبعة عشر۔ (تفسير الجلالين مع الصاوي، سورة النساء، آيت ۱)

(۲) حافظ ابن کثیرؒ: جلیل القدر مفسر و محدث تفسیر ابن کثیر کے مصنف حافظ ابن کثیرؒ کا نام اسماعیل اور لقب عماد الدین تھا۔ ابن کثیرؒ سے مشہور ہوئے۔ ۷۰۱ھ میں بصرہ کے قریبی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ کمسنی میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، بڑے بھائی کے ساتھ ۷۰۶ھ میں دمشق آئے اور یہیں نشو ونما ہوئی۔ آپ نے حافظ ابن عساکرؒ، حافظ ذہبیؒ، حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ مزیؒ جیسے اساطین علم سے استفادہ کیا۔ ان میں سے حافظ مزیؒ نے اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کروایا۔ آپ نے درس وافتاء کے ساتھ بہت ساری تصنیفات بھی کیں جن میں تفسیر ابن کثیر اور البدایہ والنہایہ کو ہر زمانے کے علماء کے یہاں پذیرائی حاصل ہوئی۔ اخیر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔ ۲۶ رشعبان ۷۷۴ھ جمعرات کو وفات پائی اور اپنے محبوب استاذ ابن تیمیہؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بائیں پسلی سے حق تعالیٰ نے حضرت حواء کو پیدا کیا۔ اللہ کی مصالح اپنے امور میں بہت ساری ہوتی ہیں جن کو وہ ہی جانتا ہے۔

حضرت حواء کی پیدائش بائیں پسلی سے کیوں؟

یہاں ایک طالب علمانہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حواءؑ کو کیوں پیدا فرمایا؟ اللہ تعالیٰ اس پر قادر تھے کہ فرما دیتے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتیں یا مٹی سے ہی بناتا اس میں بھی روح پھونک دیتا۔ بہرحال اللہ کی جو بھی مصلحت ہو وہی جانتا ہے۔ مگر بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان کا دل اس کی بائیں طرف ہے اور دل یہ مقام محبت ہے موضع محبت ہے، دل ہی میں محبت ہوتی ہے تو دل سے قریب جو پسلی ہے دل کے قریب ہونے کی وجہ سے دل کی محبت کا اثر اس پسلی کی ہڈی کے اندر ہوگا۔ اس لئے دل سے قریب بائیں طرف جو پسلی ہے اس سے حضرت حواءؑ کو پیدا کیا گیا۔ تاکہ دنیا میں بھی حضرت آدم و حواءؑ کی جو نسل چلے ان میں بھی محبت کی فضائیں قائم رہے۔ اس لئے مقام محبت کے قریب والی پسلی سے حضرت حواءؑ کو پیدا کیا گیا تاکہ میاں بیوی میں محبت کے جذبات رہیں اور محبت کا یہ رشتہ دیر قائم رہے۔

دل حبِّ الٰہی کا گھر ہے

تو سوال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبت ہی پیدا کرنی تھی تو دل کا ایک ٹکڑا ہی نکال لیتے اسی سے حواءؑ کو بنا لیتے تو پوری پوری محبت زوجین میں قائم ہو جاتی تو کبھی جھگڑا ہی نہ ہوتا، اللہ نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ تو کہا کہ دل اصل میں جو ہے وہ اللہ نے اپنے لئے رکھا ہے کہ اس میں میری محبت ہونی چاہئے، میرے علاوہ کسی کی محبت نہ ہو، ساری محبت دل کے باہر ہو، اس لئے دل سے اللہ تعالیٰ نے حواءؑ کو پیدا نہیں کیا اور دل سے قریب والی پسلی سے

پیدا کیا کہ محبت ہو بیوی بچوں کی دوسروں کی تو دل کے باہر ہو اور دل کے اندر میری محبت ہو۔ واٹر پروف لکڑی دیکھی ہوگی، ہم پانی کے اندر اس لکڑی کو ڈال دیتے ہیں، چاروں طرف اس کے پانی ہوتا ہے لیکن لکڑی کے اندر پانی نہیں جاتا ہے اس لئے اس کو واٹر پروف لکڑی کہتے ہیں۔ تو دل کیونکہ اللہ کی محبت کا واٹر پروف ہے کہ اس میں اللہ ہی کی محبت ہونی چاہئے اللہ کے علاوہ کسی کی محبت نہ ہونی چاہئے۔ اللہ کی محبت ہی کی خاطر بیوی سے، بچوں سے، لوگوں سے اور دوسروں سے محبت ہونی چاہئے۔

حضرت حواؑ کی مہر درود شریف

بہرحال حضرت حواؑ کو پیدا کیا گیا اب مجلس نکاح منعقد ہوئی، فرشتوں کی موجودگی میں آدمؑ و حواؑ دونوں کا باقاعدہ نکاح ہوا۔ جب نکاح ہو گیا تو حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا فرشتوں کے ذریعہ کہ اپنی بیوی کا مہر بھی ادا کرو، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! یہ ساری نعمتیں جنت کی تیری ہی ہیں میں مہر میں کیا چیز عطا کروں؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی[1] نے مدارج النبوۃ میں لکھا اور صاحب مواہب لدنیہ نے بھی لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ آپ کی اولاد میں اور آپ کی ذریت میں ایک نبی آنے والے ہیں جو نبی آخر الزماں ہوں گے، خاتم الانبیاء والمرسلین

---

[1] حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی: آپ وہ محدث ہیں جن پر تمام اہل ہند نازاں ہیں۔ آپ کی ولادت محرم ۹۵۸ھ مطابق جنوری ۱۵۵۱ء دہلی میں ہوئی۔ آپ کے آباء و اجداد بخارا سے ہندوستان ہجرت کر کے آئے تھے۔ حضرت شیخ ۱۸ برس کی عمر میں تمام علوم متداولہ سے فارغ ہو گئے تھے۔ شیخ نے حجاز مقدس کا رخ کیا اور وہاں سے علوم معرفت کی تحصیل کے بعد ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں درس کی بنیاد ڈالی اور یہاں آخری عمر تک قرآن و حدیث کی تدریس میں مصروف رہے۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو دہلی میں وفات ہوئی۔ ۹۴ سال عمر پائی۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ تصانیف کی تعداد ۱۰۰ سے زائد ہے جن میں سے اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ، اخبار الاخیار اور مدارج النبوۃ آپ کی یادگار ہیں۔

ہوں گے، ان پر آپ تین مرتبہ یا تیس مرتبہ درود شریف پڑھ لیجئے یہ آپ کے نکاح کا مہر ہوگا۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے تین یا تیس مرتبہ درود شریف پڑھ لیا یہ نکاح کا مہر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ پوری انسانیت کو صاف ستھرا رکھنا چاہتے ہیں اس کا دل اس کا دماغ اس کا ظاہر اس کا باطن سب پاکیزہ ہو، اس لئے اللہ نے جنت ہی سے نکاح کے سلسلہ کو جاری کیا اور دنیا میں بھی اس نکاح کے سلسلہ کو جاری رکھا کہ انسانیت میں پاکیزہ ماحول رہے۔ گندے ماحول کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔

اسلام میں طہارت ونظافت کا نظام

اس لئے جناب رسول ﷺ نے ایک حدیث میں چار باتیں ارشاد فرمائیں کہ چار چیزیں سارے انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں: مسواک کرنا، عطر اور خوشبو لگانا، نکاح کرنا اور حیا اختیار کرنا۔ مسواک کرنا، عطر اور خوشبو لگانا ان دوسنتوں کے اندر پوری ظاہری پاکیزگی کی تعلیم آپ نے عطا فرمائی کہ مسواک کرنے سے منہ صاف ہوگا، بدبو زائل ہوگی منہ میں خوشبو پیدا ہوگی۔ اور عطر اور خوشبو آدمی اس وقت لگاتا ہے جب بہترین صاف شفاف کپڑے پہن لے غسل کرلے۔ جمعہ کے دن عموماً ہمارا یہ نظام ہوتا ہے کہ غسل کرکے صاف ستھرے کپڑے پہن کر عطر کا استعمال کرتے ہیں۔ گویا کہ مسواک اور عطر کی سنت میں پورے پورے بدن کی پاکیزگی کی آپ نے تعلیم عطا فرمائی۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے کہ اس جیسی طہارت اور نظافت کسی مذہب میں نہیں۔ دوسرے لوگوں کے یہاں اور دوسرے مذاہب میں وہ نہیں ہے کہ ظاہری طور پر سینٹ چھڑکا ہے اور پاؤڈر لگایا ہے اور کریم Cream لگایا ہے خوشبو مہک رہی ہے، لیکن طہارت کا کوئی نظام نہیں کہ پیشاب کرلیا اور اس طرح چھوڑ دیا یا پاخانہ کیا کوئی صاف نہیں کیا، بلکہ صرف Tissue Paper

استعمال کر لیا، اندر سب گندگی ہے ظاہر میں فقط صفائی ہے۔ لیکن اسلام ایسا مذہب ہے جس نے ظاہر اور باطن دونوں کی پاکیزگی کا حکم فرمایا۔

ابوداؤد شریف کے ابواب

امام ابوداؤد[1] مشہور محدث ہیں، ابوداؤد شریف کے اندر انہوں نے حضور ﷺ کی پانچ لاکھ احادیث میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث منتخب فرمائی ہے۔ انہوں نے اپنی ابوداؤد شریف میں تقریباً ۲۵ ابواب ایسے بیان کئے ہیں جو مختص نظافت اور طہارت کے لئے ہیں۔ ۲۵ ابواب، اب اندازہ لگائیے کہ ۲۵ ابواب میں کتنی احادیث ہیں فقط طہارت ونظافت کے سلسلہ میں ہیں۔ ان ابواب کے ماتحت پچاسوں احادیث انہوں نے ذکر کیں جن میں ایک ایک چیز کی طہارت ونظافت کا اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا اور اس کی تعلیم دی۔ بہر حال وہ چیزیں ایسی ہیں کہ ظاہری نظافت اور طہارت کی اس میں تعلیم دی۔

باطن کی پاکیزگی کا نظام نکاح میں

اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ انسان کا دل، دماغ، باطن اس سے پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ ہے نکاح کی سنت اور حیا، اور شرم کی صفت۔ انسان میں حیاء اور شرم ہوگی تو بے حیائی، گندگی، فحش اور برائیوں کے کاموں سے اپنے آپ کو بچائے گا، اچھے اخلاق اس کے اندر

---

(۱) امام ابوداؤد: حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف کے مصنف، علم حدیث اور علم رجال کے بڑے امام، امام ابوداؤد کا نام سلیمان بن اشعث سجستانی اور کنیت ابوداؤد تھی۔ ۲۰۲ھ مطابق ۸۱۷ء میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا یہ امتیاز ہے کہ آپ کے استاذ امام احمد بن حنبل جیسی عظیم شخصیت نے بھی آپ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں مشہور محدثین امام ترمذی اور امام نسائی وغیرہم داخل ہیں۔ آپ کے تصنیفی کارناموں میں فن حدیث پر لکھی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے سنن ابوداؤد اور مراسیل ابوداؤد بہت ہی مشہور ہے۔ ۱۴ شوال ۲۷۵ھ بروز جمعہ کو بصرہ میں آپ کی وفات ہوئی اس طرح آپ کی عمر مبارک ۷۳ سال ہوئی

مظعون[1] رضی اللہ عنہم۔ انہوں نے حضور ﷺ کی عبادت کے متعلق سوال کیا کہ آپ ﷺ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔ یا اپنے ذہن میں ایک خاکہ اور نقشہ سوچ کر آئے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ تو اللہ کے نبی ہیں اس لئے ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے ہوں گے اور دنیا کی طرف کوئی توجہ ہی نہ ہوگی۔ زوجۂ مطہرہ نے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ رات کے ایک حصہ میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں ایک حصہ میں آرام بھی فرماتے ہیں ایک حصہ میں اپنی ازواج کے حقوق بھی ادا کرتے ہیں۔ روزہ کے متعلق فرمایا کہ کبھی نفلی روزہ رکھتے ہیں کبھی نہیں بھی رکھتے۔ تو ان حضرات نے حضور ﷺ کی عبادت کو اپنے ذہن میں سوچے ہوئے نقشہ کے اعتبار سے بہت کم جانا۔ حالانکہ وہ تو یہ سوچ کر آئے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ ہر وقت عبادت میں رہتے ہوں گے اور دنیا کے کسی کام کی طرف توجہ نہیں ہوگی۔ اسلئے انہوں نے یہ تاویل کی کہ اللہ کے رسول تو معصوم ہیں اور نبی ہیں اس لئے آپ عبادت کم بھی کریں تو آپ کے لئے یہ زیبا ہے ہم تو کہاں نبی کی برابری کر سکتے ہیں، اس لئے ہمیں تو ہر وقت عبادت میں لگے رہنا چاہئے۔ ایک صحابیؓ نے اسی وقت طے کر لیا کہ میں کسی عورت سے نکاح نہیں کروں گا کہ بیوی ہوگی بال بچے ہوں گے تو سر پر سب جھنجھٹ ہوگی کہ صبح

.... شہید ہو غزوۂ موتہ میں شہید ہو گئے۔ بڑے زبردست شاعر تھے، غزوات میں اپنے سحر انگیز اشعار کے ذریعہ صحابۂ کرامؓ کے جذبۂ جہاد میں اضافہ فرماتے تھے۔ عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ مقام موتہ موجودہ اردن میں مدفون ہیں۔

[1] حضرت عثمان بن مظعونؓ: عثمان بن مظعونؓ قریشی کبار صحابہ میں سے ہیں اور بڑے ہی عبادت گزار تھے۔ ۱۳ ویں نمبر پر اسلام لائے۔ ہجرت حبشہ و ہجرت مدینہ دونوں میں شریک رہے۔ حضور ﷺ کے رضاعی بھائی ہوتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب کو حرام سمجھتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مہاجرین میں سب سے پہلے آپ کی وفات ہجرت کے فقط ۳۰ ماہ بعد ہوئی۔ حضور ﷺ نے آپ کی نعش کو بوسہ دیا تھا۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ کے بیٹے سائب اور آپ کے بھائی قدامہ بن مظعونؓ نے آپ سے روایت کی ہیں۔

ہوتے ہی کوئی ٹیوشن جارہا ہے کوئی اسکول جا رہا ہے کوئی مدرسہ جا رہا ہے کوئی بیوی کی باتیں سن کر بچے کو اسکول چھوڑنے جاتا ہے۔ یہ سب جھنجھٹ ہی کیوں رہے، اس سے اچھا ہے کہ رات دن اللہ کی عبادت کرتا رہوں۔ دوسرے صحابیؓ نے سوچا میں ہمیشہ روزہ ہی رکھوں گا کبھی میں افطار نہیں کروں گا، بغیر روزے کے رہوں گا ہی نہیں روزانہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے صحابیؓ نے یہ ارادہ کیا کہ میں رات رات بھر اللہ کی عبادت کروں گا کبھی سوؤں گا نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ان حضرات کے جذبات کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے اس موقعہ پر یہ فرمایا کہ میں تم سب میں اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، سب سے زیادہ اللہ تعالی سے خشیت رکھنے والا ہوں اس کے باوجود میرا مزاج یہ ہے کہ اتزوج النساء میں نکاح بھی کرتا ہوں عورتوں سے۔ فمن رغب عن سنتی فلیس منی جو میرے طریقہ سے ہٹ جائے گا اور میری سنت سے اعراض کرے گا وہ میرے طریقہ پر نہیں۔ یہ حدیث ہم بار بار سنتے رہتے ہیں، اس کا شان ورود اصل میں یہ ہے جو ابھی بیان کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں رات کا کچھ حصہ سوتا بھی ہوں، کچھ حصہ اللہ کی عبادت بھی کرتا ہوں، اپنی ازواج کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں۔ بہر حال اللہ کے رسول ﷺ نے نکاح کی بڑی اہمیت بتلائی۔ تو ایک نیت ہو اتباع سنت کی۔

نکاح کا ایک مقصد پاکدامنی

دوسری نیت نکاح میں یہ ہونی چاہئے کہ اس نکاح کے ذریعہ میری نگاہوں کی حفاظت ہو جائے گی اور میری عصمت اور عفت کی بھی حفاظت ہوگی۔ تحصین نفس یعنی اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا اس میں بھی دو چیزیں ضروری ہیں، بدنگاہی سے اپنے آپ کو بچانا اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا۔ چنانچہ اس مقصد کی طرف حضور ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد

فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانّہ اغض للبصر واحسن للفرج [1] اے نوجوانوں کی جماعت! اگر تم میں نکاح کی طاقت ہو تو ضرور نکاح کرلو اس لئے کہ نکاح تمہاری نگاہوں کو پست کرنے والا اور تمہاری شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والا ہے۔ تو دوسری نیت اپنے نفس کو پاکیزہ بنانا۔

نکاح میں تکثیرِ امت کی بھی نیت ہو

اور تیسری نیت تکثیر امت یعنی امت میں کثرت ہو تاکہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن ہم پر فخر کریں۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کو بتلایا گیا کہ ایک بہت بڑی جماعت ہے، آپ ﷺ یہ سمجھے کہ یہ میری امت ہے، فرمایا گیا: یہ آپ کی امت نہیں ہے یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی امت ہے، نظر اٹھاؤ، تو میں نے نظر اٹھائی تو آگے پیچھے دائیں بائیں کثیر لوگ نظر آئے، فرمایا: یہ آپ کی امت ہے۔ [2] چنانچہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ تزوجوا الودود الولود فانی مکاثربکم الامم [3] ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو زیادہ محبت کرنے والی ہو اور کثرت سے اس میں اولاد کی صلاحیت ہو، اس لئے کہ میں قیامت کے دن امت کی کثرت پر فخر

---

(1) صحیح مسلم شریف، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح، ج ۱، ص ۴۴۹، صحیح بخاری شریف، کتاب النکاح، باب من لم یستطع الباءۃ، ج ۲، ص ۷۵۸

(2) سنن ابو داؤد، کتاب النکاح، باب النہی عن تزویج من لم یلد۔

(3) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال عرضت علیّ الامم فرأیت النبی ومعہ الرھیط والنبی ومعہ الرجل والرجلان والنبی لیس معہ أحد إذ رفع لی سواد عظیم فظننت أنہم أمتی فقیل لی ھذا موسیٰ وقومہ ولکن انظر إلی الأفق فنظرت فإذا سواد عظیم فقیل لی انظر إلی الأفق الآخر فاذا سواد عظیم فقیل لی ھذہ أمتک الخ. (صحیح مسلم شریف، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ، ج ۱، ص ۱۱۷)

ابیات در تضمین ذکر یک ضربی اسم ذات

اے میرے داتا اے میرے مالک اے میرے مولا اے میرے والی
شاہنشاہِ دو عالم تو ہے سب سے تری سرکار ہے عالی
شان تری ہر آن نئی ہے گاہ جمالی گاہ جلالی
وہ بھی عجب خوش وقت ہے جس نے قلب میں تیری یاد بسالی
شغل مرا بس اب تو الٰہی شام وسحر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ

کسب میں دنیا ہی کے رہا میں دین کی دولت کچھ نہ کمائی
وقت یونہی بیکار گزارا عمر یونہی غفلت میں گنوائی
خلق میں سب سے میں ہی بُرا ہوں کوئی نہیں ہے مجھ میں بھلائی
مجھ سا کوئی بدکار نہ ہوگا کونسی میں نے کی نہ بُرائی
شغل مرا بس اب تو الٰہی شام وسحر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے آٹھ پہر ہو اَللّٰہُ اَللّٰہُ

ذکر کی اب توفیق ہو یا رب کام کا یہ ناکام ہو تیرا
قلب میں ہر دم یاد ہو تیری لب پہ ہمیشہ نام ہو تیرا
تجھ سے بہت رہتا ہے گریزاں اب دل وحشی رام ہو تیرا
مجھ کو اب استقلال عطا کر پختہ بس اب یہ خام ہو تیرا

شخصیات

(جن کا اس کتاب میں ذکر آیا ہے)